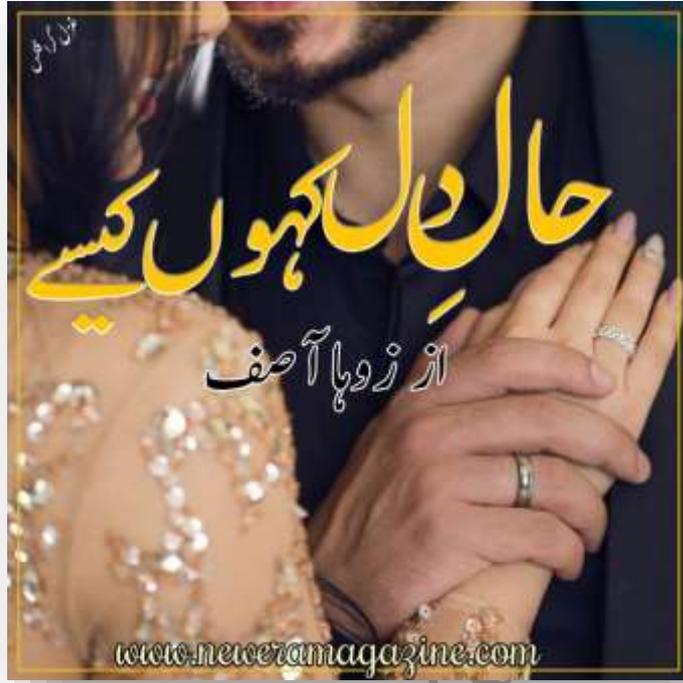


بسم اللہ الرحمن الرحیم



زوہا آصف نے یہ ناول (حال دل کہوں کیسے) صرف اور صرف نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔ اس ناول (حال دل کہوں کیسے) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایر میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایر میگزین



اس نے امید بھری نگاہوں سے اپنے سامنے کھڑی اونچی بلڈنگ کی طرف دیکھا تھا۔ آج وہ کئی جگہ انٹرویو کے لیے جا چکی تھی۔ مگر کہیں سے بھی جاب کی اسے امید نہیں تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی آگے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ گرمی کی شدت کی وجہ سے اس کے چہرے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو چکے تھے۔ اس بلڈنگ کے اندر داخل ہوتے ساتھ اس نے سکون کا سانس لیا تھا کیونکہ اندر اے سی کی وجہ سے کافی ٹھنڈک تھی۔ جو باہر سے آئے ہوئے لوگوں کو پر سکون کر دیتی تھی۔ وہ بھی چلتے چلتے سامنے کی جانب بنے ہوئے ریسپیشن پر آ کر رکی تھی۔ وہاں پے موجود لیڈی ورکر نے اس کی جانب ایک مسکراہٹ اچھالی تھی۔ جسے اس نے بھی جواباً مسکرا کے قبول کیا تھا۔

اسلام علیکم "لیڈی ورکر نے سلام کرنے میں پہل کی تھی۔"

وعلیکم سلام۔ دراصل میں انٹرویو کے لیے آئی ہوں۔ اخبار میں جاب"

"کا اشتہار دیکھا تھا۔"

اس نے بغیر کسی تمہید کے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔

جی ٹھیک ہے آپ وہاں وٹینگ ایریا میں تشریف رکھیں۔ تھوڑی دیر "

"میں آپ کو بلا لیا جائے گا

وہ ور کر انتہائی شائستگی سے بولی تھی۔

او کے تھینک یو "وہ اتنا کہہ کر سامنے رکھے صوفہ پر بیٹھ گئی تھی۔"

اور اپنے بلائے جانے کا انتظار کرنے لگی۔ وہاں بیٹھے ہوئے اسے کچھ دیر

پہلے ہوا واقعہ یاد آ رہا تھا جس سے وہ بار بار دھیان ہٹانے کی کوشش

کر رہی تھی۔

کچھ دیر پہلے وہ ایک اور دفتر میں جا ب کا انٹرویو دینے کے لیے گئی

تھی۔ لیکن وہاں کے باس نے انٹرویو کے دوران اس کے ساتھ بد تمیزی

کی تھی اور وہ جا ب کا اشتہار اس گھٹیا شخص کے منہ پر پھینک کر آ گئی

تھی۔ وہ ایسی ہی تھی۔ اپنی سیلف ریسپیکٹ کو ہمیشہ سب سے آگے رکھنے

والی۔

وہ اپنے ہی خیالوں میں مگن تھی جب اس کا نام پکارا گیا تھا۔ اس نے

ہر بڑا کر ادھر ادھر دیکھا۔ سامنے کھڑی لیڈی ور کر اسے اندر آفس میں

جانے کا اشارہ کر رہی تھی۔ اس نے اپنی فائلز اٹھائیں اور اندر کی

جانب بڑھ گئی۔ اندر داخل ہوتے ہی اسے تیز عطر کی خوشبو آئی تھی۔ نا شعوری طور پر اس نے اپنے ناک پہ ہاتھ رکھ لیا تھا۔ سامنے بیٹھے ادھیر عمر شخص نے تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

"مس خیریت؟؟"

انہوں نے ناک پہ ہاتھ رکھے اس لڑکی سے استفسار کیا تھا۔
"جی جی سر۔ اسلام علیکم"

وہ اپنی گبھراہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولی تھی۔
"وعلیکم سلام بیٹا بیٹھو"

اس نے ان کے اس طرح بیٹا کہنے پر حیرت سے دیکھا تھا۔ جس پر وہ مسکرائے تھے۔ اور بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"جی تو مس عنایہ احمد نام ہے آپ کا"

"جی سر۔ اور یہ رہیں میری فائلز"

اس نے اپنی فائلز ان کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

فائلز تو آپ کی بعد میں دیکھ لوں گا۔ ابھی آپ اپنے بارے میں "بتائیے۔"

"میرے بارے میں آپ کیا جاننا چاہتے ہیں؟"

یہی کی اتنی چھوٹی سی عمر میں آپ کو جا ب کی ضرورت کیوں پر گئی"

-"

بس سر زندگی کی تلخیاں بہت کچھ سیکھا دیتی ہیں۔۔ اور ہمیں ایسے"

کام بھی کرنے پر جاتے ہیں جن کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں

"ہوتا"

وو تلخی سے ہنسی تھی۔

یہ تو بہت گہری بات کر دی آپ نے "انہوں نے غور سے عنایہ کا"

چہرہ دیکھا تھا۔

وو جواباً خاموش رہی تھی۔

ٹھیک ہے میں نے آپ کی فائلز چیک کر لیں ہیں آپ کل سے"

"جوائن کر سکتی ہیں"

وہ لبوں پہ ہلکی مسکراہٹ لئے بولے تھے۔

وہ چہرے پر حیرت سموئے انہیں تک رہی تھی۔

"تھنک یو سو میچ سر میں آپ کی بہت بہت شکر گزار ہوں۔"

وہ اگلے ہی لمحے بولی تھی
 "بائے دی وے مائے نام از ریاض احمد"
 "آپ سے مل کر بہت اچھا لگا سر"
 مجھے بھی۔ آپ کل آجائیے گا۔ اور ہاں مجھے دیر سے آنے والے لوگ"
 "پسند نہیں"
 "اوکے سر"

وہ ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں جب گھر کا دروازہ زور زور سے
 بجایا جانے لگا۔ وہ اس وقت ایک ہی شخص کی آمد کی توقعہ کر رہی
 تھیں۔ وہ اٹھیں اور دروازے کی جانب بڑھ گئیں۔ دروازہ کھولتے
 ساتھ عنایہ انکے گلے لگی تھی۔

نانی ماں بہت بہت مبارک ہو آپ کو مجھے بلاآخر جاب مل ہی گئی۔"
 "لیس اپنا منہ میٹھا کریں"

ارے ارے لڑکی صبر کرو۔ بھول گئی ہو کیا کے میں شوگر کی مرضہ " ہوں "

اوہ نانی ماں معاف کرنا میں اپنی خوشی میں سچ میں یہ تو بھول ہی گئی " " تھی۔ چلیں خیر اتنے سے کچھ نہیں ہو جاتا اس نے زبردستی انکے منہ میں گلاب جامن کا چھوٹا سا ٹکڑا ڈال دیا تھا " تم نہیں سنو گی کبھی کسی کی " " میں اپنی نہیں سنتی تو کسی دوسرے کی کیا سنوں گی " " عنایہ نے انہیں زور سے گلے لگایا تھا " تمہیں ڈھیر سری خوشیاں اور کامیابیاں دے اللہ " آمین چلیں میں کھانا لے آئی ہوں۔ آپ بیٹھیں میں لے کر آتی ہوں " " " اچھا چلو۔۔ " " وہ دل میں اپنی پیاری نواسی کے لئے ڈھیر ساری دعائیں کرتی لاؤنج کی جانب بڑھ گئیں

" نانی ماں جلدی کریں میں لیٹ ہو رہی ہوں "

وہ اونچی اونچی بولنے کے ساتھ ساتھ اپنی گھڑی پر بھی نظر دوڑاتی جا رہی تھی۔ آج وہ کسی بھی حال میں لیٹ نہیں ہونا چاہتی تھی

" لا رہی ہوں بیٹا "

وہ کچن سے ہی بولی تھیں۔

" یہ لو تمہارا بریڈ اور آلیٹ "

" اوہ تھینک یو نانی ماں آپ بہت سویٹ ہیں "

" چلو اب جلدی کرو نہیں تو لیٹ ہو جاؤ گی "

جی بس ہو گیا " اس نے ایک پیس کھا کر اپنا بیگ اٹھا لیا تھا۔ "

سارا ختم کر کے جاؤ " جمیلہ بیگم عرصے سے بولیں تھیں۔ "

بس نہ کر لیا " عنایا نے روتی صورت بنا کر کہا تھا جب کے جمیلہ "

بیگم کی گھورتی نظروں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا اس لئے اسے

مجبور ہو کر ایک اور پیس لینا پڑا تھا۔

"حافظ - اوکے نانی ماں اب ہنس دیں - اللہ"

اپنے حکم کی تکمیل ہو جانے پی وہ مسکرائیں تھیں اور اس کے سر پے
ڈھیر ساری دعائیں پھونک کر اطمینان سے اپنا ناشتہ کرنے لگی تھیں۔۔

"السلام علیکم سر"

اس نے ریاض احمد کے کمرے میں داخل ہوتے ہی سلام کیا تھا۔ کل
کے برعکس دو اور لوگ بھی وہاں موجود تھے۔

وعلیکم سلام - آئی ایم امپریسڈ - آپ پورے ٹائم پے آئی ہیں "انھوں"
نے مسکرا کر اس کو دیکھا تھا جواب میں اس نے بھی ہلکی سی مسکراہٹ
ہونٹوں پے سجالی تھی۔

مس عنایہ احمد ان سے ملیں۔ یہ ہیں ہماری کمپنی کے مینیجر سید"
"احسن اقبال اور یہ ہیں مارکیٹنگ سپروائزر عقیل قریشی -

ریاض احمد نے وہاں پر موجود دو شخصیات کا تعارف کرواتے ہے کہا
تھا۔

اس نے دونوں کو سلام کیا تھا۔

آپ ان کے ساتھ جائیں۔ یہ آپ کو آپ کا روم دکھا دیں گیں اور " کام بھی سمجھا دیں گیں۔

اس نے ان دونوں سے ساری معلومات لے لیں تھیں اور اپنا کام اچھے سے سمجھ لیا تھا۔

اور اب اسے یہاں اپنی قابلیت کے ثابت کر کے رہنا تھا۔

وہ ریاض احمد کو فائلز دے کر آ رہی تھی جب کسی نے اسے اسکے نام سے پکارا تھا۔ وہ اپنا نام سن کر تعجب سے پیچھے مڑی تھی۔

عناہ "!!!! زرشالہ بھاگ کر اسکے گلے لگی تھی۔" کیسی ہو؟ یہاں کب آئی؟ مجھے بھی نہیں بتایا "اسکی بچپن کی سب" سے بہترین دوست اسکے سامنے تھی۔۔ جسے دیکھ کر اسکو خوشگوار حیرت کا احساس ہوا تھا۔

لڑکی سانس بھی لے لو۔ میں ٹھیک ہوں تم بتاؤ کیسی ہو؟ اور بس "

" جا ب ڈھونڈتے ڈھونڈتے یہاں آگئی

اس نے ہنس کر کہا تھا۔

" اوہ تو یہ بات ہے۔ چلو اب ہم ساتھ ہی ہوا کریں گیں "

ہاں تمہیں یہاں دیکھ کر تھوڑا اطمینان ہوا ہے۔ نہیں تو بلکل اجنبی "

" اجنبی لگ رہا تھا

وو گھبرائی ہوئی بولی تھی۔

" اچھا چلو کوئی نہیں۔ چلو تمہیں باقی اسٹاف سے ملوؤں "

زرشالہ نے اسے سب سے ملوادیا تھا۔ سب بہت اچھے تھے اور اسکے

ساتھ بہت پیار سے ملے تھے۔ وہ اپنے اسٹاف میں سب سے

جونیر تھی سب نے کام میں اسکی بہت مدد کی تھی۔

وہ اب اپنی روٹین کی عادی ہو گئی تھی۔ آفس میں سب سے جو نیئر ہونے ک باوجود وہ سب سے بہترین کام کر رہی تھی۔ قابل تو وہ بچپن سے ہی بہت تھی۔ بس اپنے ہنر کو ثابت کر کے دکھانا تھا۔

"مجھے تو یہاں کا ماحول اور اسٹاف سب ہی بہت اچھے لگے ہیں۔"

وہ کافی کا مگ اپنے لبوں سے لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بیٹا ابھی تم اس سٹریل سے نہیں ملی نہ اس وجہ سے کہہ رہی ہو"

زرشالہ نے گندا سامنہ بنا کر کہا تھا۔

"کونسا سٹریل مجھے بھی تو بتاؤ"

وہ سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔

"بس ایک بار مل لیا تو دوبارہ ایسی کوئی خواہش نہیں کروگی"

"دیکھ لوں گی ایسا بھی کون ہے"

اس نے لا پڑواہی سے کہا تھا۔

"اچھا چلو سر کو فائلز دینی تھیں۔"

ہاں چلو اور آج میں نانی ماں کو کہہ کر آئی تھی کے جلدی آ جاؤں"

"گی۔"

"تو سر سے لیو لے جاؤ اور نانی ماں ساتھ ٹائم سپینڈ کرو"

"ہاں چلو"

یہ کہتے ہوئے وہ دونوں ریاض احمد کے روم کی طرف بڑھ گئیں۔

وہ فائلز ہاتھوں میں تھامے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ ریاض احمد کا آفس اب چند قدموں کی مسافت پے تھا۔ کہ اچانک ایک بھاری وجود سے اس کا زبردست تصادم ہوا تھا۔ اسکا سر ایک دم سے گھوم گیا تھا۔ آنکھوں کے سامنے تارے ناچتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی چٹان سے ٹکرا گئی ہو۔ اس نے شدید غصے میں سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

"آنکھیں ہیں یا بٹن؟ دکھائی نہیں دیتا کیا آپ کو؟ بینائی کس کو؟"

"کرائے پر دے آئے ہیں؟"

وہ اپنے سامنے کھڑے اجنبی کو تیش بھری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔

جب کے مخالف سمت میں کھڑا وہ شخص گلابی حجاب کے حالے میں یہ حسین چہرہ دیکھنے میں مگن تھا۔ وہ بلاشبہ بہت حسین تھی۔ خوبصورت گرے آنکھیں جن میں کاجل کا نام و نشان بھی نا تھا پر اس کے بغیر بھی وہ بہت حسین لگتی تھیں۔ وہ انتہائی معصوم اور خوبصورت تھی گرے خوبصورت آنکھیں میں آشنا لوگوں کے لیے شرارت جبکہ غیر لوگوں کے لیے ایک عجیب سی سرد مہری ہوتی تھی گرے آنکھوں کو گھنی پلکوں کی جھالنے ڈھانپا ہوتا تھا سپید رنگت پر تیکھی ناک اور عنابی خوبصورت ہونٹ سجائے اپنے شفاف چہرے کے گرد گلابی حجاب لپیٹے وہ حسن کا چلتا پھرتا مجسمہ تھی۔۔۔

"اوہ ہیلو کہاں کھو گئے ہیں؟ فائلز پکڑا لے اب۔۔۔"

وہ حکم سنا رہی تھی۔

بدتمیز لڑکی ایک تو اتنی زور سے ٹکرائی ہو اور اس طرح مجھے آرڈر کر "رہی ہو۔۔۔ جانتی بھی ہو میں کون ہوں؟"

وہ شخص اس سے بھی زیادہ غصے سے بولا تھا۔

سوری کل کے اخبار میں میں نے آپ کی کوئی بھی خبر نہیں پڑھی۔"

"لہذا خود ہی بتا دیں کونسے سیارے سے آئے ہیں؟"

"نظر آ رہا ہوں؟ Alien کیا میں تمہیں"

اسکی بات پر وہ انتہائی جلا دینے والی مسکراہٹ لئے فائلز اٹھا کر آگے بڑھ گئی۔

جب کے زیان اس کے آگے آیا تھا اور کہا تھا

تمیز سے بات کرنا سیکھو لڑکی۔ مجھ سے آئندہ اس طرح بات کی تو"

"انجام کی تم خود ذمہ دار ہو گی۔۔"

یہ کہہ کر وہ رکا نہیں تھا بلکہ ہوا کی تیزی سے آگے بڑھ گیا تھا۔

سڑیل کہیں کا "وہ بڑبڑائی تھی۔"

سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔ حکم ایسے چلا کر گیا ہے جیسے یہ آفس اس"

"کے باپ کا ہو اور ہم اسکے ملازم ہوں۔"

وہ غصے سے پیچ و تاب کھا رہی تھی۔

یاد ویسے ایک بات کہوں؟ "زرشالہ نے اس کے عَصے سے سرخ" چہرے کی جانب دیکھتے ہوئے ڈرتے ڈرتے کہا تھا۔

ہاں بولو؟ "وہ پرانے انداز میں ہی بولی تھی۔"

یہ آفس سچ میں اسکا ہے۔ جس سے تم ابھی بحث کر کے آرہی ہو" "وہ ہمارے باس کا پوتا ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ پاگل کہ ریاض احمد اس کے دادا ہیں۔۔۔"

کیا سچی میں؟ "وہ شاید کنفرم کرنا چاہ رہی تھی۔"

نہیں نہیں مذاق کر رہی تھی۔ "زرشالہ نے اپنا سر پیٹا تھا۔"

"شکر ہے میں تو پریشان ہی ہو گئی تھی۔"

"پاگل عورت میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

"اف اب کیا ہو گا زری"

ہونا کیا ہے جب گئی تمہاری۔ تمہیں ابھی اس خبطی انسان کا پتا نہیں" "ہے۔"

"نکال کر دیکھے اسے بھی ابھی تک میرا پتا نہیں ہے۔"

" تم اس کو سیریس نہیں لے رہی۔ وہ واقعی کچھ بھی کر سکتا ہے۔ "

" کر تو میں بھی بہت کچھ سکتی ہوں۔ "

" کیا مطلب ہوا اس بات کا "

"Just Wait And Watch"

عناہ کیا کرو گی تم؟ "زرشالہ واقعی پریشان ہوئی تھی۔"

فکر نہیں کرو تم۔ میں ایسے ہی کسی کو پریشان نہیں کرتی بس کوئی"

مجھ سے پنگا لے تو ایسا جواب دیتی ہوں کے اگلے بندے کی دوبارہ

ہمت نہیں ہوتی۔ "عناہ نے تسکین آمیز مسکراہٹ ہونٹوں پے لئے

جواب دیا تھا۔

"چلو تم نے سر کو فائلز دینے نہیں جانا تھا؟"

اوہ ہاں اس کھڑوس کے چکر میں تو میں یہ بھول ہی گئی تھی۔ چلو"

" میں چلتی ہوں سی یو۔

" ہاں دھیان سے جانا کہیں دوبارہ نا ٹکرا جاؤ۔"

زرشالہ کہہ کر اپنے کیبن کا دروازہ بند کر چکی تھی۔ کیوں کہ عناہ کا

کوئی بھروسہ نہیں تھا وہ ادھر ہی اسکی شامت لے آتی۔

عنایہ بھی سر جھٹکتی ہوئی ریاض احمد کے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

وہ غصے سے انکے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔ کمرے میں پہلا قدم رکھتے ہی اسکا چہرہ غصے سے سرخ ہوا تھا کیوں کہ عنایہ کی بات وہ سن چکا تھا۔

سر آپ سیکورٹی گارڈ کو سخت تاکید کریں کہ وہ اپنی ڈیوٹی ٹھیک سے " کیا کرے پتا نہیں کیسے کیسے لوگوں کو آفس کے اندر بھیج دیتا ہے۔ اس کی بات سن کے زیان کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر وہ ساری بات سمجھ چکے تھے۔ اور اس وجہ سے انکے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

دادا آپ نے یہ کس کو صفائی والی رکھ لیا ہے۔ دیکھیں کتنی دھول " ہے یہاں۔

اپنے بارے میں ایسے الفاظ سن کر زیان حیرت سے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا پھر جواب دینا تو اسے بھی خوب آتا تھا۔ وہ بھلا کیسے پیچھے رہ سکتا تھا۔

"مسٹر میں یہاں جا کر رہی ہوں اور صفائی والے ہو گئیں آپ" عنایہ نے فوراً جواب دیا تھا۔
 بس کریں آپ دونوں۔"

Let me introduce both of you.."

ان کی لڑائی کو بڑھتا ہوا دیکھ کر ریاض احمد درمیان میں بولے تھے۔
 عنایہ یہ زیان ہے میرا پوتا اور زیان یہ عنایہ ہے ہمارے آفس کی نئی"
 "ورکر۔ اب آپ دونوں مجھے اس طرح سے بات کرتے نظر نا آئیں
 "یس سر"

عنایہ کہہ کر کرسی پر بیٹھ چکی تھی اور اس نے ایسے ظاہر کیا تھا جیسے وہ واقعی سامنے کھڑے شخص کو نہیں جانتی کے وہ کون ہے۔ زیان بھی اس کی برابر والی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔ وہ لوگ کمپنی کے نئے پروجیکٹ کے بارے میں گفتگو کرنے لگے تھے۔

"پر یار کیا ضرورت تھی اتنی بڑی پارٹی منظم کرنے کی؟"

عناویہ سخت جھنجھنلاہٹ کا شکار تھی۔ زرشالہ بھی آج اس کے گھر میں آئی ہوئی تھی۔

اف دیکھو وہ زیان احمد پہلی دفع اتنا بڑا پروجیکٹ کامیابی سے پورا کر کے آیا ہے اس خوشی میں سر نے یہ پارٹی رکھی ہے۔

زرشالہ نے اسے پیار سے سمجھایا تھا۔

"تو اس میں کونسی اتنی بڑی بات ہے؟"

وہ ابھی بھی نا جانے کے موڈ میں تھی۔

اس نے پہلی دفع کمپنی میں کوئی کام ٹھیک سے کیا ہے اور اب وہ اپنا "بزنس تھوڑا سنجیدہ ہو کے دیکھنے لگا ہے۔"

زرشالہ نے دوبارہ اسے سمجھایا تھا وہ پارٹی میں لازمی جانا چاہتی تھی اور عناویہ کے ساتھ ہی جانا چاہتی تھی۔ پر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اپنی اس دوست کو سمجھانا ایسے تھا جیسے پتھر سے سر ٹکرا نا۔

اوہ تمہارا مطلب وہ اب آ کر اس بزنس کو دیکھنے لگا ہے اور گزشتہ " " تمام سالوں سے سر ریاض ہی کام کر رہے ہیں؟ " " جی بلکل۔ "

" واٹ آ گریٹ مین "

اسکی آنکھوں میں ایک انوکھی سی چمک آئی تھی۔

" اب چلو گی کے نہیں؟ "

ہاں ٹھیک ہے اب تم اتنا ہی کہہ رہی ہو تو چلی جاتی ہوں ویسے بھی "

" گھر میں تو آج بور ہی ہونا ہے۔ "

" کیوں بھئی نانی ماں کہاں ہیں؟ "

" وہ انھوں نے آج اپنی بہن کے گھر جانا تھا۔ "

اوہ اچھا اچھا۔ اسی لیے گھر میں خاموشی ہے۔ چلو ریڈی ہو جاؤ "

" تھوڑی دیر میں نکلنا ہے۔ "

ہاں گھر میں بس ہم دو ہی تو لوگ ہیں۔ ایک نا ہو تو بلکل خاموشی "

" رہتی ہے۔ "

ہاں یہ بات تو ہے۔ "زرشالہ نے تائید کی تھی۔ "

چلو میں نہا لوں پھر۔ "عناہ نے اپنے کپڑے اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔"
 "جی بڑی مہربانی آپ کی"
 وہ ہنس کر ہاتھ روم چلی گئی تھی۔

ریاض احمد کے گھر کا لان بہت اچھے سے سجایا گیا تھا۔ ہر کونے پے
 غبارے لگائے گئے تھے۔ ہر سمت لگے ہوئے پھول بھی منظر کو مزید
 حسین بنا رہے تھے۔ ایسے میں مہمانوں کے لیے لان میں ہی کرسیاں
 لگوا دی گئیں تھیں۔

درمیان میں لمبا سا ٹیبل رکھا گیا تھا جس پے زیان احمد کے لیے کیک
 رکھا جانا تھا۔ چاروں اطراف میں لگائی گئیں کرسیوں کے درمیان بھی
 گول شکل کے میز رکھے ہوئے تھے۔ ہر کوئی پہلی نظر میں ہی ڈیکوریشن
 کو سراہ رہا تھا۔

لان میں لگے ہوئے رنگ بھرنگے پھولوں نے لان کی خوبصورتی کو
 مزید دو بالا کر دیا تھا۔

جو بھی مہمان آرہا تھا ریاض احمد انکا ویلکم کرتے جا رہے تھے۔ اچانک ان کی نظر مین گیٹ سے اندر داخل ہوتی عنایہ پر پڑی۔ مہرون کلر کی لونگ میکسی پر سلور کلر کی نفیس کڑھائی ہوئی تھی۔ یہ کلر اس پر بہت عمدہ لگ رہا تھا۔ نیچے سلور کلر کی کیپری پہنے اور پاؤں کو خوبصورت سلور کلر کی سینڈل میں قید کیے اور سلودر کلر کا حجاب اوڑھ کر وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ انہوں نے دل میں ماشاء اللہ کہا تھا۔ نا جانے وہ کیوں انھیں اپنے دل کے بہت قریب لگی تھی۔

اب وہ انکے قریب پہنچ چکی تھی۔

"السلام علیکم سر کیسے ہیں؟"

اس نے خوش اخلاقی سے سلام کیا تھا۔

وعلیکم سلام۔ مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا کہ ڈھیر ماہ میرے آفس میں "

کام کرنے والی یہ سادہ سی لڑکی تھوڑی سی تبدیلی سے اتنی پیاری بھی " لگ سکتی ہے۔

بس سر دیکھ لیں کبھی کبھی وہ ہو جاتا ہے جس کی ہم توقعہ نہیں کر "

رہے ہوتے۔

باتیں تو آپ ہمیشہ ہی بڑی بڑی کر جاتی ہیں۔ بہت گہری۔ "ریاض"
 احمد نے دل سے اس کی سچی اور گہری باتوں کی تعریف کی تھی۔
 "سر اب اندر بھی جانے دیں گیں یا نہیں؟"

پچھے سے زرشالہ سے بولی تھی۔

اوہ آپ بھی آئی ہیں؟ آپ کو کس نے انوائٹ کیا ہے؟ "ریاض"
 احمد شرارت سے بولے تھے۔

ہو ہائے کیا مطلب ہے کس نے انوائٹ کیا مجھے؟ آپ ہی نے تو کل "
 "میٹنگ روم میں سب کو انوائٹ کیا تھا۔
 "اچھا آپ بھی تھیں وہاں؟"

وہ اپنے اسٹاف کے سب ورکرز کے ساتھ ایسا ہی رویہ رکھتے
 تھے۔ کام کے وقت کام کو ترجیح دی جاتی تھی اور دوسرے موقع پر
 ہنسی مذاق بھی۔ وہ خصوصاً اسٹاف کی لڑکیوں کو اپنی بیٹیوں کی طرح
 سمجھتے تھے۔ شاید ماضی میں کی گئی اپنی سنگین غلطی کا مداوا کرنا چاہتے
 تھے۔

جی ہاں "اس نے ہاں پے زور دیتے ہوئے کہا تھا۔"

" اچھا اچھا بیٹا آپ دونوں اندر تشریف رکھیں۔ "

وہ کہہ کر آگے دوسرے مہمانوں کے پاس بڑھ گئے تھے۔



سب مہمان آچکے تھے۔ بس ایک وہ نہیں تھا جس کے لئے اتنی بڑی پارٹی رکھی گئی تھی۔

عناہ انجانے میں ہی سہی پر زیان کے سامنے آنے کا ویٹ کر رہی تھی۔ وہ اپنے بے چین دل کی حالت سمجھتے ہوئے بھی نا سمجھ بن کر بیٹھی ہوئی تھی۔ جب ایک دم سے سارے مہمان زیان احمد کے ویلکم کے لیے کھڑے ہو گئے تھے۔ مجبور ہو کر اسے بھی اٹھنا پڑا تھا۔ اس پر جاتی اسکی نظر وہیں رک گئی تھی۔ اور وہ دنیا جہاں سے بے خبر ہو کر اسے تنکے میں لگن تھی۔ وہ بلاشبہ ایک خبر و نوجوان تھا۔ وہ انتہائی سحر انگیز شخصیت کا مالک ہلکی بھوری آنکھیں اور بھورے بال جو پیچھے کو سلیقے سے سیٹ کیے رہتے تھے سرخ و سپید رنگت پر ہلکی ہلکی بڑھی ہوئی شیو اسے مزید جاذب بناتی تھی آنکھوں سے ہی غرور کی لہر

جھلکتی تھی آنکھوں کو ٹرانسپیرنٹ شیڈز سے ڈھکا ہوتا تھا جو صرف شوق کے لیے ہی تھی ورنہ نظر تو اس کی تیر کی طرح سیدھی تھی۔ وہ وہیں اس کی ذات میں گم تھی جب زرشالہ نے اسے کوہنی ماری تھی۔ اور اب اس کی خیر نہیں تھی۔ وہ جان گئی تھی کہ زرشالہ اب اس کا خوب ریکارڈ لگائے گی۔ پر فکر کسے تھی۔ وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی۔

پارٹی خوب زور و شور سے چل رہی تھی۔ ہر کوئی لطف اٹھا رہا تھا۔ لان کے ایک کونے پے بڑا سا میوزک سسٹم بھی سیٹ کیا گیا تھا۔ کھانا تناول کر لیا گیا تھا۔ سب کی نظریں اب زیان کی طرف اٹھی تھیں۔ جو مانگ کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اب اسے کیا ہوا؟ "عنایہ کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔ وہ اس سے بالکل خوف زدہ نہیں ہوئی تھی پر ایک گھبراہٹ طاری ہو گئی تھی۔ اور وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ زیان احمد اپنی تمام تر معصومیت لیے اعلان

کر رہا تھا "لیڈرز اینڈ جنٹلمین آئی نیڈ یور اٹینشن پلیز۔۔ عنایہ احمد کو تو آپ سب ہی جانتے ہیں۔ انہوں نے اپنی رضامندی سے ہمارے مارکیٹنگ سپروائزر عقیل قریشی کی ذمہ داریاں پورے ایک ہفتے کے لیے قبول کی ہیں۔ چونکہ عقیل صاحب ایک ہفتے کی لیو پر ہیں اس لیے عنایہ پورے ایک ہفتے کے لیے عقیل صاحب کی "ذمہ داریاں نبھائیں گیں۔۔"

اس کی بات سن کر سب کی نظریں اب عنایہ کی جانب تھیں۔ وہ سب اس کے اس عمل پر تالیوں کے ذریعے اسے داد دے رہے تھے۔ عنایہ نے خون خوار نظروں سے زیان کو دیکھا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے اٹھ کر زیان کا گلہ دبا دے۔ اس نے اسے اس قدر ذمہ داریاں سونپ دی تھیں کہ بندہ دن سے رات تک کام میں لگا رہے اور اسے سر کھجانے کی بھی فرصت نا ہو۔

"تمہیں تو میں دیکھ لوں گی۔"

اس نے اشارے سے زیان کو کہا تھا۔۔

"شوک سے دیکھو۔۔"

وہ بھی کہاں باز آنے والا تھا۔

پارٹی سے واپس آنے کے بعد سے وہ اپنے کمرے میں چکڑ لگا رہی تھی۔ اس کے دماغ میں بار بار زیان کا وہ اعلان آ رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کے ابھی زیان کو جا کر شوٹ کر دے۔ عَصّے سے اس نے اپنے بیڈ کا ایک تکیہ اٹھا کر زور سے پھینکا تھا۔ جو کے دروازہ کھولتیں جمیلہ بیگم کے قدموں کے قریب گرا تھا۔ انھوں نے حیرت سے پہلے تکیہ کو اور پھر عَصّے سے اپنی طرف دیکھتی عنایہ کو دیکھا تھا۔ کیا بات ہے بیٹے؟ جب سے وہاں سے آئی ہو خود کو کمرے میں بند؟

بس نانی ماں کیا بتاؤں آپ کو اس زیان کے بچے نے میرے ساتھ؟
"اچھا نہیں کیا"

عنایہ نے ان کا جھڑیوں والا ہاتھ تھام کر اپنے بیڈ پر بٹھایا تھا۔ اور خود انکی گود میں لیٹ گئی تھی۔

" یہ زیان کون ہے بیٹا اور اس طرح کیوں کہہ رہی ہو؟ "

" Alien بس نانی ماں ہے ایک "

" عنایہ بری بات بیٹا۔ بتاؤ شاباش۔ کیا ہوا ہے؟ "

عنایہ نے انھیں زیان احمد سے ہونے والی پہلی ملاقات سے لے کر پارٹی والا سارا واقعہ سنا دیا تھا۔

نانی ماں اب آپ ہی بتائیں اس بد تمیز انسان کو سزا نہیں ملنی چاہیے " کیا؟ "

بیٹا جب کوئی انسان آپ کو اس طرح تنگ کرتا ہے نہ اور آپ بدلہ لینے کی طاقت رکھتے ہوئے بھی اس شخص کو معاف کر دیتے ہو تو اللہ " کو یہ عمل بہت پسند ہے اور وہ اس سے خودی بدلہ لے لیتا ہے۔

" پر نانی ماں یہ انسان ہمیں تنگ ہی کیوں کرتے ہیں؟ "

" تاکہ ہمارا ضبط اور حوصلہ آزما سکیں "

" اوہ اچھا تو مجھے بھی اللہ پر یہ معاملہ چھوڑ دینا چاہیے؟ "

" بیشک اسی میں بھلائی ہے۔ "

اوکے نانی ماں " اس نے ان کے ہاتھ کا بوسہ لیا تھا۔ "

"جی میری جان اب آپ سو جاؤ"

"جی آپ کی میٹھی میٹھی باتیں سن کر نیند ہی آگئی ہے۔"

"چلو میں لائنس آف کر دیتی ہوں۔"

شب بخیر "اس نے انہیں جاتے دیکھ کر کہا تھا۔"

"شب بخیر پیٹا"

"زرشالہ جلدی بھی کرو ہم لیٹ ہو رہے ہیں میٹنگ کے لئے۔"

عناہ نے اب کی بار اس کی کمر پر زور کا تھپڑ رسید کیا تھا۔

"اف عنایہ رک جاؤ تھوڑی دیر"

"جلدی چلو نہیں تو میں جا رہی ہوں اکیلی۔ تم بعد میں آتی رہنا۔"

اس کی دھمکی کا اچھا اثر ہوا تھا۔

"بھی رہ گیا۔ Mascara اچھا چلو۔ تمہاری وجہ سے میرا"

اس نے گندا سامنہ بناتے ہوئے کہا تھا۔

"چلو کوئی نہیں تمہیں وہاں اتنے گور سے دیکھتا۔"

ہو سکتا ہے کسی کی نگاہیں مجھ پر ہی ٹھہر جائیں۔ "وہ خواب کی سی" کیفیت میں بولی تھی۔

تم رات کو کم سویا کرو دیکھو صبح بھی جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھ " رہی ہو۔

عناہ نے اس کا مذاق اڑایا تھا۔

"دیکھ لینا بیٹا پھر آج یہ خواب سچ ضرور ہوگا۔"

"ابھی فلحال تو تم میٹنگ روم چلو۔"

عناہ کہہ کر آگے بڑھ گئی تھی۔ جب کہ زرشالہ گندے گندے منہ بناتی اسی کے پیچھے چل رہی تھی۔

جی عنایہ تو نئی کمپنی کے ایمپلائز کے سامنے پریزنٹیشن آپ دیں گیں " ؟ اوکے؟ "

یس سر۔ میں تیار ہوں۔ پر مجھے اس پریزنٹیشن میں تھوڑی سی مدد" درکار ہے۔ کیوں کہ یہ والا پروجیکٹ ہمارے لئے بہت اہم ہے۔ اور "پریزنٹیشن جتنی ہو سکے بہترین ہونی چاہیے۔

عناہ نے اپنا مدعا بیان کیا تھا۔

جی تو ممبرز آپ میں سے کوئی ایسا جو اس پروجیکٹ کی پریزنٹیشن میں "عناہ کو اسسٹ کرنا چاہے۔؟

ریاض احمد کی آواز نے خاموش میٹنگ روم میں ارتعاش پیدا کیا تھا۔ میٹنگ روم میں موجود ہر شخص نے اپنا ہاتھ کھڑا کیا تھا سوائے ایک شخص کے اور وہ تھا زیان احمد۔

تو ڈیسیائیڈ ہو گیا زیان آپ اسسٹ کریں گیں انہیں "ان کی بات سن" کر عناہ نے کسی قسم کا کوئی بھی اظہار نہیں کیا تھا۔

"پر دادا میں نے تو ہاتھ ہی کھڑا نہیں کیا۔"

زیان اپنا نام سن کر سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔

"اسی لئے تو آپ کو کہا ہے بیٹا۔"

ریاض احمد ہلکا سا مسکرائے تھے۔

"سوری دادا میں یہ نہیں کر سکتا۔"

زیان نے بغیر کسی لحاظ کے انکار کر دیا تھا۔

"میں وجہ جان سکتا ہوں آپ کے انکار کی؟"

"بس دادا دل نہیں چاہ رہا میرا۔"

اس کو کوئی بھی بہانہ نہیں سوجھا تھا۔

اس کی بات سن کر وہاں موجود سب کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"خیر آپکا دل چاہے یا نا چاہے آپ اس پروجیکٹ میں عنایہ کو اسسٹ"

"کر رہے ہیں۔"

جی دادا۔ "اس نے مجبوراً مان لیا تھا۔"

تمہیں ہنسی آ رہی ہے اور ادھر میرا پریشانی سے برا حال ہے۔ یار"

پروجیکٹ اتنا امپورٹنٹ ہے۔ اور اس کی تیاری مجھے اس کے ساتھ کرنی

"پڑے گی۔"

جب سے وہ دونوں میٹنگ روم سے نکلیں تھیں زرشالہ ابھی تک ہنستی چلی جا رہی تھی۔ اور ساتھ ساتھ دونوں کافی سے بھی لطف حاصل کر رہی تھیں۔

مجھے تو سوچ سوچ کر ہنسی آ رہی ہے تم دونوں مل کر کیسی پریزنٹیشن "ریڈی کرو گے۔"

اب ایسی بات بھی نہیں ہے۔ کم از کم کام کرتے ہوئے کوئی پنگا نہیں "لیں گیں ایک دوسرے سے۔ ویسے بھی کام میں نو کمپرومائز عنایہ اپنی آنکھوں میں پختہ عزم لئے بولی تھی۔"

عین اس وقت عنایہ کو پیچھے سے دھکا لگا تھا شاید پیچھے سے آتا ہوا شخص کچھ جلدی میں تھا۔ اسی لئے بغیر پیچھے مڑے آگے بڑھ گیا تھا۔ یہ دیکھے بغیر کہ عنایہ کے ہاتھ میں موجود کافی جھٹکا لگنے کی وجہ سے اپنے سے چند قدم دور کھڑے کسی اجنبی شخص سے بات کرتے ہوئے زیان کی شرٹ پر اپنے نشان چھوڑ گئی ہے۔

گرم گرم کافی کی چھینٹیں محسوس کر کے زیان نے ہڑبڑا کر سامنے کی جانب دیکھا تھا۔ جب کہ عنایہ اس اچانک ہونے والے افتاد پر حیرت زدہ کھڑی تھی۔ جب کہ زرشالہ اپنے قہقہہ پر قابو ناکھ پائی تھی۔

"میری نئی شرٹ۔۔۔ دھیان سے نہیں چل سکتی تم۔"

زیان نے صدمے سے اپنی شرٹ کو دیکھا تھا جسے وہ کل ہی خرید کر لیا تھا۔ اور عرصے سے عنایہ کو مخاطب کیا تھا۔

"میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا سوری۔"

عنایہ نے اس سے معذرت کی تھی۔ پر وہ کہاں سننے والا تھا۔

"تمہاری تو ابھی شکایت لگاتا ہوں۔"

زیان اپنا پرانا لہجہ برقرار رکھتے ہوئے بولا۔

جاؤ جا کر لگا دو کہاناں کہ جان کر نہیں کیا۔ ایک بار میں بات سمجھ "

"میں نہیں آتی تمہارے۔"

عنایہ بھی اپنی پرانی ٹون میں واپس آ چکی تھی۔ جبکہ زیان کہ ساتھ کھڑا اجنبی بس یک ٹک ہو کر زرشالہ کو دیکھنے میں مگن تھا۔

زرشالہ نے خود پر نظروں کی تپش محسوس کر کے سامنے دیکھا تھا۔ اس کے اس طرح دیکھنے پر وہ کچھ سمجھلا تھا۔ وہ تھی بھی دیکھے جانے کے قابل۔ گہری بھوری آنکھیں جن پر گھنی پلکیں ہمیشہ سایہ فلگن رہتی تھیں۔ چھوٹی سی ناک کی ایک سائڈ پر چھوٹی سی نوز پن پہنی ہوئی ہوتی تھی جو ہمیشہ چمکتی رہتی تھی۔ باریک ہونٹ جو قدرتی طور پر ہی اتنے گلابی تھی کہ کسی قسم کی مصنوعی آرائش کی ضرورت نہ تھی۔

"تمہیں تو میں چھوڑوں گا نہیں۔"

دونوں کا دھیان زیان کی غصے سے بھری ہوئی آواز پر گیا تھا۔ اس کی اتنی اونچی آواز پر کئی ورکرز انکی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔

"زیان بس کرو اب۔ کوئی بات نہیں چلو یہاں سے۔"

سفیان اس کے کان کے قریب آ کر کہہ رہا تھا۔

"تو میں کونسا اس انسلٹ پر تمہیں معاف کرنے والی ہوں۔"

عناہ بھی اسی غصے سے اس کے ساتھ بولی تھی۔

"عناہ چھوڑو تم آؤ چلیں ہم۔"

زرشالہ بھی اس کے قریب آئی تھی۔

"ہاں چلو مجھے بھی اس شخص کے منہ لگنے کا کوئی شوک نہیں۔"
وہ عتصے کے اظہار میں پاؤں پٹھکتی وہاں سے جا چکی تھی۔ جب کے
زیان باقی ورکرز پر بھی دھاڑا تھا۔

"جائیں آپ سب جا کر اپنا کام کریں۔"

"زیان بس کر یار اتنا عتصہ بھی اچھا نہیں ہوتا۔"
سفیان نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔

دیکھا نہیں تم نے وہ اپنی غلطی ماننے کی بجائے کس طرح بحث کر
"رہی تھی۔"

زیان ابھی بھی نارمل نہیں ہوا تھا۔
ویسے یار اس نے مان لی تھی اپنی غلطی اور سوری بھی کی تھی۔ پر تم
"سنتے تب ناں۔"

"اچھا تمہارا دھیان اس کی طرف بھی تھا کمال ہے۔"

زیان معذرت کا سن کر تھوڑا پر سکون ہوا تھا۔

"کیا مطلب ہے تیرا بھائی؟"

سفیان نے اٹک اٹک کر کہا تھا۔

مطلب وہی ہے جو تجھے سمجھ آ گیا ہے مگر پھر بھی انجان بن رہا"
"ہے۔"

زیان نے ہنس کر کہا تھا۔

"مجھے تو پتا ہی نہیں تم کس بارے میں بات کر رہے ہو۔"

سفیان اپنا گلہ صاف کرتے ہوئے بولا تھا۔

اچھا میں سمجھا دیتا ہوں۔ جس وقت تمہیں اپنے دوست کے حق میں"

آواز اٹھانی چاہیے تھی اس وقت تم میری دشمن کی دوست کو گھورنے

"میں مصروف تھے۔ اب خود ہی بتاؤ یہ کہاں کا انصاف ہے۔

زیان نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

ایک منٹ تمہارے کونسے حق چھینے گئے ہیں جو مجھے تمہارے حق میں"

آواز اٹھانی چاہیے تھی۔؟ اور یاد پتا نہیں کیا ہو گیا تھا وہ بڑی معصوم

"سی لگی مجھے۔

سفیان نے صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔

ہا ہا وہ صرف تمہیں ہی معصوم لگیں ہیں وہ بھی اس لئے کے پہلی"

"ملاقات تھی۔ آگے آگے دیکھو ہوتا ہے کیا جناب۔

"دیکھ لیں گیں۔ ابھی تو چل مجھے پارٹی دینی تھی تو نے۔"

"ہاں ہاں چل بھوکے انسان۔"

میرے بعد کس کو ستاؤ گے۔۔۔

مجھے کس طرح سے مٹاؤ گے۔۔۔

میرے بعد کس کو ستاؤ گے۔۔۔

مجھے کس طرح سے مٹاؤ گے۔۔۔

وہ میوزک کی دھن میں خود بھی کہیں کھوسا گیا تھا۔ کسی کا دھندلا سا

عکس اسے اپنے دماغ کی سکریں میں نظر آیا تھا۔ آج اس نے کتنا غلط

کیا تھا اسے اس لمحے اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ وہ جانتا

تھا کہ عنایہ نے جان بوجھ کر کافی نہیں گرائی تھی۔ پر اسے ستانا اسے

لطف دیتا تھا۔ پر آج اس کے زور زور سے چلانے کی وجہ سے پورا

اسٹاف اکھٹا ہو گیا تھا۔

وہ تو شکر کے ریاض احمد میٹنگ کے لیے گئے ہوئے تھے۔ نہیں تو اس کی اچھی خاصی کلاس لگ جانی تھی۔

سٹیرنگ پے ہاتھ رکھے وہ سگنل کے کھل جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر ٹیکسی رکواتی ہوئی عنایہ پر پڑی تھی۔ لاشعوری طور پر وہ اٹھا اور کچھ ہی سیکنڈز میں عنایہ کے سر پر کھڑا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

وہ اس کے کان کے قریب آ کر بولا تھا۔ عنایہ جو ٹیکسی والے سے کرائے کی بات کر رہی تھی ٹھٹکی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔

"پھول بیچ رہی ہوں۔"

عنایہ کا اس کی اس قسم کی فضول بات پر اپنا سر پیٹنے کا دل چاہا تھا۔

"ضروری ہے کہ ہر بات کا جواب فضول ہی دینا ہے آپ نے"

زیان تھوڑا سخت لہجے میں بولا تھا۔

"تو آپ کیا دیکھ نہیں رہے کہ ٹیکسی ہائر کر رہی ہوں۔"

عنایہ نے بھی ترکی با ترکی جواب دیا تھا۔

"آئیں میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں۔"

وہ پہلے تو اس کی آفر پر حیران ہوئی تھی مگر پھر ذرا سمجھل کر بولی۔

"نہیں شکریہ آپ کا میں چلی جاؤں گی۔"

"ایک بار کہی گئی بات آپ کو سمجھ نہیں آتی۔"

زیان نے درشتگی سے اس کی بات کاٹی تھی اور گویا ہوا تھا۔ اس کے لہجے میں نا جانے ایسا کیا تھا کہ عنایہ فوراً اپنے ہاتھ میں موجود شاپنگ بیگز لئے اس کے پیچھے چلنے لگی تھی۔ اسی پل زیان مڑا تھا۔ ان کی ٹکر ہوتی ہوتی بچ گئی تھی۔ دونوں کو ایک پل کے لئے اپنی پہلی ملاقات یاد آئی تھی۔ زیان نے ہاتھ آگے کیا تھا۔ اور عنایہ نے بغیر کسی مروت کے بیگز اسے پکڑا دیے تھے۔

ہاں تو اتنی رات گئے یہاں موجود ہونے کی وجہ جان سکتا ہوں میں؟"

"

زیان نے کار سٹارٹ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"بلکل بھی نہیں۔"

عنایہ کے بغیر کسی لحاظ کے انکار کر دینے پر زیان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی تھی۔

جسے عنایہ نے حیرت سے دیکھا تھا۔

"چلیں مرضی آپ کی۔"

وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا تھا۔

بتا تو رہی ہوں۔ وہ دراصل آج میری نانی ماں کی برتھ ڈے ہے۔" انکے لئے کچھ گفٹس اور کیک لینا تھا۔ شاپنگ کرتے ہوئے ٹائم کا بلکل "بھی اندازہ نہیں ہوا اس لیے اب گھر ہی جا رہی تھی۔

"واؤ انٹر سٹنگ۔۔"

اتنا کہہ کر زیان خاموش ہو چکا تھا۔ شاید صبح والی حرکت پر معذرت کرنے کے لئے الفاظ جمع کر رہا تھا۔ یا پھر عنایہ کو بولنے پر اکسا رہا تھا۔

سوری "زیان نے بلاآخر ہمت جما کر لی تھی۔۔۔"

اس نے حیرت سے سر اٹھا کر ڈرائیونگ کرتے ہوئے زیان کی جانب

دیکھا تھا۔ وہ واقعی اس سڑیل انسان سے ایسا کچھ سننے کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ اس لیے اس نے کنفرم کر لینا مناسب سمجھا تھا۔

"کیا کہا آپ نے؟"

"وہی جو آپ نے سن لیا۔"

وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔ پر عنایہ اس کی مسکراہٹ نہیں دیکھ پائی تھی۔ وہ ابھی تک اس کے سوری کرنے پر حیران تھی۔

کس لئے؟ میرا مطلب ہے آپ یوں مجھ سے سوری کیوں کر رہے؟

"ہیں؟ مجھے تو اس کی کوئی وجہ بھی یاد نہیں آ رہی۔"

عنایہ کے لہجے سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ کس قدر الجھی ہوئی ہے۔

آپ اتنی جلدی صبح والی بات بھول بھی گئیں۔ ذرا اپنے خالی دماغ پے؟

زور ڈالیے۔ ہو سکتا ہے کچھ یاد آ جائے۔ نہیں تو میں اپنی معذرت

"واپس لے لوں گا شکایت نہیں کرنی پھر۔"

زیان گویا اس کو ایک آخری چانس دے رہا تھا۔

تھوڑا سا یاد کرنے پر اسکو زیان کی صبح والی حرکت یاد آگئی تھی۔ اس نے غصے سے اپنا چہرہ گھوما لیا تھا۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس نے چہرہ زیان کی جانب کر کے کہا تھا۔

"اٹس اوکے۔۔"

زیان نے اس کی جانب یوں دیکھا تھا جیسے تصدیق کر رہا ہو کے اس نے اپنے کانوں سے جو سنا وہ بالکل ٹھیک ہے۔

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں تمہارا یہ عمل میری توقع کے بالکل برعکس ہے۔"

آپ کو چاہیے تھا کہ مجھ سے پہلے ہی کوئی توقع وابستہ نہ رکھتے۔ خیر"

"آپ نے کیا توقع کی تھی؟"

عناہ نے گہرا سانس لے کر کہا تھا۔

یہی کہ میرے سوری کرنے پر تم سوری قبول نہیں کرو گی۔ اور مجھے"

ہی باتیں کرو گی کہ پہلے غصہ کرتا ہوں اور بعد میں معذرت کرنے آ

"جاتا ہوں۔"

اس کی بات پر وہ اپنے اچانک اٹھ آنے والے قہقہے پر قابو نہ رکھ سکی تھی۔ زیان یک ٹک اس کا مسکراہٹ والا سرخ ہوتا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ پر جلدی ہی اس نے خود کو قابو کر لیا تھا نہیں تو اپنا ایکسیڈنٹ کروا بیٹھتا اور اگر عنایہ اسے یوں خود کو محویت سے تکتا ہوا دیکھ لیتی تو اسے گاڑی سے باہر پھینک دینے میں ذرا دیر نہ لگاتی۔

"تم اس بات پر ہنس رہی ہو میں نے واقعی یہی سوچا تھا۔"

اب تک عنایہ بھی خود کو کنٹرول کر چکی تھی۔

"نہیں میں ایسا ہر گز نہیں کرتی جانتے ہیں کیوں؟"

زیان نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

جب ہم کوئی غلطی یا گناہ کر بیٹھتے ہیں خواہ وہ کبیرہ ہو یا صغیرہ۔ ہم "اگر اپنے اس عمل پر شرمندہ ہوں تو اپنے رب سے معافی طلب کرتے ہیں۔ تاکہ وہ ہمیں معاف کر دے۔ کیا کبھی اس لمحے ہم یہ سوچتے ہیں کے ہمارا خدا ہمیں معاف کریگا بھی یا نہیں؟ کیا ہم اپنی غلطیوں اور گناہوں کو وزن کر کے دیکھتے ہیں کے یہ کتنے بھاری گناہ کر بیٹھے ہیں؟ نہیں۔۔ پتا ہے کیوں؟ کیوں کہ اس وقت ہم اللہ کی رحمت کے

خزانوں پہ امید لگائے ہوئے ہوتے ہیں جو کے بہت وسیع و عریض ہیں۔ ہمیں اللہ کے غفور اور رحیم ہونے پر یقین ہوتا ہے۔ تو جب وہ ہمارے اتنے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما دیتا ہے تو ہم معمولی سے انسان کون ہوتے ہیں ایک دوسرے کی غلطیوں کا بدلہ لینے والے؟ جب ہم اپنے عملوں پر خدا سے معافی کی امید لگائے ہوتے ہیں تو کیا ہمیں نہیں چاہیے کہ جو شخص ہم سے وہ امید لگائے بیٹھا ہے اس کو بھی معاف کر دیں اور خدا کو خوش کریں۔ خدا معاف کرتا ہے اور معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ تو کیا اس کے پسندیدہ بندے بننے کے لیے جس کی خواہش ہر مومن کرتا ہے۔ اس کے لئے ہم اتنا "بھی نہیں کر سکتے؟"

وہ اس کی باتوں کی گہرائی اور سچائی پر دل سے متعرف تھا۔ جس لڑکی کو وہ معمولی سی جھگڑالو اور بدتمیز سمجھتا تھا وہ اتنی دانائی کی باتیں کر سکتی ہے اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔

گاڑی میں کچھ دیر خاموشی کا راج تھا۔

بہت خوب۔ میں نے کبھی یہ بات نہیں سوچی تھی۔ پر تم جیسی " بد تمیز لڑکی سے اس طرح کی باتیں سن کر مجھے واقعی جھٹکا لگا ہے۔ عنایہ اس کی بات سن کر ذرا سا مسکرائی تھی۔

دراصل ہر انسان کی کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جو دنیا سے مخفی ہوتی " ہیں۔ وہ بس اس کا اور اس کے رب کا معاملہ ہوتا ہے۔ "اوہ ریلی؟"

"یس۔ اب یہاں سے دائیں طرف۔"

وہ ساتھ ساتھ اس کو ایڈریس گاٹیڈ کرتی رہی تھی اور دس منٹ میں وہ عنایہ کے گھر کے دروازے کے باہر کھڑے تھے۔ وہ جلدی میں اتری تھی۔

"آرام سے لڑکی۔"

عنایہ نے بس مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

گاڑی سے سامان نکال کر زیان بھی گاڑی کے دروازے سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ عنایہ نے نیل دی۔ دروازہ کھولتی زرشالا شدید حیرت کا جھٹکا کھا کر رہ گئی تھی۔ اور شرارتی مسکراہٹ سے عنایہ کو دیکھ رہی

تھی۔ عنایہ نے اس کی نگاہوں کو اگنور کر کے زیان کی طرف رخ کیا تھا۔

"تھینک یو سو مچ"

"بڑی بے مروت لڑکی ہو بھئی۔ اندر آنے کا نہیں کہو گی۔"

زیان نے مسکراہٹ ہونٹوں پہ دباتے ہوئے کہا تھا۔

عنایہ جو دل میں اس کے جانے کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ اس کی بات سن کر اس کے اندر جاتے قدم وہیں رک گئے تھے۔ اس نے بے چینی سے زرشالا کو دیکھا تھا۔

"ارے اس کو چھوڑیں سر۔ میں لے کے چلتی ہوں۔"

وہ جو سوچ رہی تھی کے زرشالا زیان کو بہانہ بنا کر بھیج دے گی۔

زیان کو لئے اندر جا چکی تھی۔ اس نے لمبا سانس لیا اور سامان اٹھا کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

اچانک ان کی نظر لاؤنج میں داخل ہوتے اجنبی شخص پر پڑی تھی۔ وہ شخص اب آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ان کے قریب آ رہا تھا۔ نا جانے کیوں انہیں لگا کے یہ وہی چہرہ ہے جسے دیکھنے کے لئے وہ بیس سال سے تڑپ رہی ہیں۔ یہ چہرہ انہیں جانا پہچانا سا تھا۔ اس چہرے کے خدوخال آنکھیں ناک سب کچھ انہیں ماضی میں لے گیا تھا۔ کتنے ہی سائے ان کے چہرے پر سے گزر گئے تھے۔ وہ ماضی کی بدترین یادوں میں کہیں گم ہو گئیں تھیں۔ سلام کی آواز انہیں ہوش میں لائی تھی۔ وہ شخص اپنے چہرے پے مسکراہٹ سجائے ادب سے سلام کرتا اپنا سر جھکا رہا تھا۔ زرشالانے اسکا تعرف کروا دیا تھا۔ اپنی حالت خود سمجھنے سے قاصر جمیلہ بیگم نے نم آنکھوں سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔ اس لمحے ان کی نام آنکھوں میں ایک چمک تھی لب مسکرا رہے تھے۔ جسے دیکھ کر لاؤنج میں داخل ہوتی عنایہ کو شدید حیرت نے آگھیرا تھا۔ پر یہ بات بعد میں نانی ماں سے پوچھنے کا فیصلہ کر کے رونی صورت بناتے ہوئے کہا تھا۔

بس ٹھیک ہے۔ سرپرائز میں تیار کروں۔ گفٹس بھی میں خریدوں۔"
 ڈیکوریشن بھی میں کرواؤں اور انعام ان کو دے رہی ہیں نانی ماں۔
 " بات نہیں کروں گی اب آپ سے میں۔"

انہوں نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا اور پھر اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا
 تھا جسے اس نے نرمی سے تھام لیا تھا۔

میری جان یوں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ناراض نہیں ہوتے۔ جانتی ہو"
 جب ہم ناراض ہوتے ہیں نہ تو ناراضگی میں ہم کئی ایسے لمحات ضائع
 کر دیتے ہیں جو بعد میں ہماری یادیں کہلاتی ہیں۔ اس لئے ذرا سی بات
 "پر ناراض نا ہوا کرو۔"

نانی ماں پیار سے اسے سمجھا رہی تھیں۔ اور وہ چھوٹے بچوں کی طرح
 چہرے پے معصومیت لیے سن رہی تھی۔ جس کو دیکھ کر زرشالا اور
 زیان بھی مسکرا رہے تھے۔

پر نانی ماں ہم ناراض بھی ان سے ہی تو ہوتے ہیں جن سے ناراض"
 " ہونا ہم اپنا حق سمجھتے ہوں۔"

اس نے معصومیت سے پوچھا تھا۔

"ہاں ہاں پر ہر وقت ناراض بھی نہیں ہوتے۔"

"اوکے اوکے۔ نانی ماں اب کیک کاٹ لیں"

"چلو آؤ پھر۔"

انہوں نے بلاخر کیک کاٹ لیا تھا۔ اور عنایہ زرشالا اور زیان نے تالیاں بجا کر انھیں دس کیا تھا۔ پھر نانی ماں نے سب کو اپنے ہاتھ سے کیک کھلایا تھا۔ کیک کھا کر زیان تو معذرت کر کے جا چکا تھا۔ عنایہ نے اس کے جانے پے شکر کیا تھا جب کہ زرشالا کو اپنی آنے والی شامت سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

"یہ کیا حرکت کی ہے تم نے؟"

عنایہ نے کچن میں آتے ساتھ زرشالا کی خبر لینا ضروری سمجھا تھا۔ کون سی حرکت؟ "وہ پوری طرح معصوم بننے کی اداکاری کرتے ہوئے" کہہ رہی تھی۔

"یہ جو زیان کو بھی شامل کیا تھا پارٹی میں۔"

عناہ غصے سے بولی تھی۔

تو یار ہم تین ہی تو تھے بس میں نے سوچا اس کو بھی ایڈ کر لیں"

"گیں تو زیادہ مزہ آئے گا

"آگیا تمہیں مزہ پھر؟"

ہاں ویسے مجھے اتنی حیرانگی ہوئی تھی تمہیں اس کے ساتھ دیکھ"

"کر۔ کیا تم نے اس سے لفٹ لی تھی؟

نہیں یار میں نے کیوں اس غصیل سے لفٹ لینی ہے خود آفر کر رہا"

"تھا سو میں نے لے لی۔

"اوہ سہی سہی۔ اچھا یار ایک بات پوچھوں؟"

زرشالا نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا کیوں کہ عنایہ کا موڈ خراب ہونے

میں دیر نہیں لگتی تھی۔

ہاں؟ "وہ ساتھ ساتھ برتن سمیٹ رہی تھی۔"

کیا نانی ماں ہر بندے سے یوں ملتی ہیں؟ آئی مین تمہاری فیملی میں"

"باقی سب سے؟

"کیا مطلب کس سے؟"

یار جیسے آج وہ زیان سے ملیں مجھے ان کے ملنے کا سٹائل تھوڑا انوکھا"
"لگا۔ مطلب انھیں اتنا پیار دینے کی کیا ضرورت تھی؟

عناہ نے یہ بات خود بھی بڑی گہرائی سے محسوس کی تھی۔ اس کی فیملی میں کوئی نہیں تھا۔ ماں باپ کے پیار کے لیے تو بچپن سے تڑپتی رہی تھی اور رہی بات ددھیال کی تو آج تک اس نے ان کے بارے میں کبھی نہیں نانی ماں سے پوچھا تھا۔ ایک بار خود جمیلہ بیگم نے اسے بس یہ کہا تھا کہ اس کی زندگی کا واحد خونی رشتہ وہ ہی ہیں۔ اس لیے دوبارہ اس بارے میں بات کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ بس نانی ماں کے کچھ ملنے والے تھے۔ اس نے یہ بات نانی ماں سے علیحدگی میں کرنے کا سوچا تھا۔ پر اسے ابھی زرشالا کو بھی مطمئن کرنا تھا۔ نہیں یار ایسی بات نہیں ہے۔ وہ تو سبھی سے اتنے پیار سے ملتی ہیں۔" تمہیں ایسے ہی لگا ہوگا۔ "عناہ نے اسے کندھوں سے پکڑ کر کہا تھا۔ اور وہ بھی سمجھتے ہوئے سر ہلا گئی تھی۔

"چلو اب کام سمیٹیں ٹائم کافی ہو گیا ہے۔"

عناہ یہ کہہ کر باقی کام کرنے لگی تھی۔ زرشالا کے گھر والے شہر سے باہر گئے ہوئے تھے۔ اس لیے وہ نانی ماں کی سالگرہ کے لیے رک گئی تھی۔ اس کے گھر میں اور تھا ہی کون بس وہ اور اسکی ماں۔ کچھ سال پہلے کینسر کی بیماری کی وجہ سے اسکے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ تب سے وہ جا ب کر رہی تھی۔ اس کی ماما اپنی بہن کے گھر ان کے بیٹے کی منگنی کے سلسلے میں گئیں ہوئی تھیں۔ اس لیے آج رات اس نے عنایہ کی طرف ہی رکنا تھا۔

"زیان بیٹا آپ کے لیے دودھ"

وہ ابھی فریش ہو کر لیٹا تھا کہ بوا اس کے کمرے کے اندر داخل ہوئیں تھیں۔ ماں کی گود میں رہنا تھوڑے لمحے کے لیے ہی اسے نصیب ہوا تھا۔ پر جب سے وہ پاکستان آیا تھا بوا اس کا بہت اچھا خیال رکھ رہی تھیں۔

"بوا آج موڈ نہیں پلیز آج رہنے دیں۔"

نہیں بیٹا دودھ پینے سے ہڈیاں مضبوط ہوتی ہیں اور جسم میں طاقت " آتی ہے چلو شاباش جلدی پیو۔

وہ رسائیت سے اسے سمجھتے ہوئے کہہ رہیں تھیں۔

بوا یہ سب باتیں چھوٹے بچوں کو کہتے ہیں۔ اب میں ۲۵ برس کا ہو گیا ہوں یار آج بھی آپ مجھے ہڈیاں مضبوط کرنے کے نسخے بتا رہی ہیں۔

زیان نے ہنس کر کہا تھا۔

بیٹا ماں باپ کے لیے ان کے بچے ہمیشہ چھوٹے ہی رہتے ہیں۔ ہاں تم مجھے ماں نہیں سمجھتے یہ اور بات ہے۔ "وہ ناراضگی آنکھوں میں لیے بولی تھیں۔ اور کمرے سے باہر جانے لگی تھیں۔ زیان فوراً اٹھا اور انکا ہاتھ پکڑ کر انہیں بیڈ پر بٹھایا۔

" بوا ادھر دیکھیں میری طرف۔"

اس نے ان کا چہرہ اپنی جانب کیا تھا۔

آئینہ کے بعد ایسے نہیں کہیے گا۔ آپ جانتی ہیں میں واقعی آپ کو اپنی ماں نہیں سمجھتا۔ کیوں کے آپ میری ماں ہیں ہی نہیں۔ پر آپ

وہ ہیں جو مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ میری ماں سے بڑھ کر ہیں آپ میرے لیے۔ کتنی آسانی سے اپنے یہ کہہ دیا ناں کے میں آپ کو ماں نہیں سمجھتا۔ کیا یہ کہنے سے پہلے آپ نے ایک بار بھی میرے جذبات کے بارے میں سوچا؟ نہیں کیوں آپ جانتی ہیں کے آپ کے یوں مجھے جذباتی کر دینے سے آپ کو مزہ آئے گا اور مجھے "مجبوراً دودھ پینا پڑیگا۔ دیں ادھر گلاس۔"

اپنی بات سنجیدگی سے کہتا ہوا وہ آخر میں تھوڑا شریر ہوا تھا۔ اور 2 سیکنڈز میں دودھ کا گلاس انہیں تھا دیا تھا۔

ڈرامے باز۔ "دودھ کا گلاس اس سے لیتیں اس کے سر پے چپت" لگاتیں وہ باہر نکل گئیں تھیں۔

وہاں سے آنے کے بعد وہ عجیب سی بچپنی کا شکار تھا۔ نا بیٹھے چین آ رہا تھا نالیٹے۔ تنگ آ کر وہ اپنے کمرے کی وسیع بالکونی میں آ گیا تھا۔

ان کے پیار کرنے کا انداز اسے بہت دلفریب لگا تھا۔ آج تک کسی نے اس کو اس طرح اپنایت سے نہیں چوما تھا۔ وہ تو بس عنایہ کو وہاں ڈراپ کر کے واپس آ جانا چاہتا تھا۔ پر ایک عجیب سی کشش تھی جو اس کو اپنی طرف کھینچ رہی تھی۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی چلا گیا تھا۔ اور اندر جو ہوا وہ اس کی توقعات کے برعکس تھا۔ یہ لمس اس نے پہلے بھی زندگی میں کہیں محسوس ضرور کیا ہے۔ نجانے اسے ایسا احساس بار بار کیوں ہو رہا تھا۔ بار بار ایک ہی خیال آنے سے وہ کچھ الجھ سا گیا تھا۔ اور سر جھٹک کے اپنے لیے کافی بنانے کے ارادے سے نیچے کچن کی جانب چل دیا۔

ہائے اللہ زرشنی بڑا ڈر لگ رہا ہے مجھے۔ کیا کروں پورا دن پرینٹیشن "ریڈی کرنے کے لیے اس سٹریل کے ساتھ رہنا پڑیگا۔"

عنایہ کے چہرے پے نمودار ہونے والے ننھے ننھے پسینے ک قطرے اس کے دل کی پریشانی اور گھبراہٹ واضح کر رہے تھے۔

"اف لڑکی تم پریشن کیوں ہو رہی ہو۔ کچھ نہیں کہتا وہ تمہیں۔"

زرشالا نے ہلکے سے اس کے کندھے پر دباؤ ڈالا تھا۔

"یار سر کو ایک وہی ملا تھا جو مجھے اسسٹ کرے۔ اف کیا کروں۔"

وہ پریشانی سے بولی تھی۔

تو تم کچھ ایسا کر دینا جس سے سر کبھی تم دونوں کو اکٹھے کوئی کام ہی

"نادیں۔"

زرشالا ہونٹوں پے شریر مسکراہٹ لیے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

بد تمیز لڑکی۔ دوبارہ کام کرنے کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ کیونکہ سر مجھے ہمیشہ کے لیے جاب سے نکال دیں گیں۔ تم ایسے فضول مشورے اپنے پاس ہی رکھو۔ "یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئی تھی جب کے پیچھے سے زرشالا کی آواز سنائی دی تھی۔

اب Alien تو نا مانگا کرو میرے مشورے۔ دیکھ لیتے ہیں تم دونوں

"کونسا نیا کارنامہ انجام دیتے ہو۔"

پے زور دیتے ہوئے کہا تھا جسے سن کر عنایہ عنصے Alien اس نے
سے واپس مڑی تھی۔

کہو مجھے دل کی گہرائیوں سے Alien کیا کہا؟ اس کو بھلے ہی تم "
"قبول ہے پر خبردار مجھے اس کی کمیونٹی میں شامل کیا تو
زرشالا کا اس کی بات سن کے ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا تھا اسی لمحے
سفیان کی اینٹری ہوئی تھی۔

"ہیلو بیوٹیفیل لیڈیز"

دونوں نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"تم ہو گے انکل بڈھے کہیں کے۔"

عنایہ نے ترخ کر جواب دیا تھا۔

"جی۔۔۔؟ پر میں نے آپ کو ایسا کیا کہہ دیا؟"

سفیان حیرت کا مجسمہ بنا کھڑا تھا۔

"تم نے ابھی تو کہا لیڈیز"

"تو آپ لیڈیز نہیں ہیں کیا؟"

اس نے ایک ابرو اچکا کر پوچھا تھا۔

اس کی بات کا جواب زرشالا نے دیا تھا۔
 دیکھو لیڈیز عورتوں کو مخاطب کرنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ اور ہم "
 "لیڈیز نہیں ہیں لڑکیاں ہیں معصوم سی۔
 وہ ابھی تک انکی لاجک سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب عنایہ نے کہا
 تھا۔

"اوکے زرشالی میں جا رہی ہوں پھر ملتے ہیں۔"
 یہ کہہ کر وہ چلی گئی تھی۔ جب کے سفیان نے زرشالا کو مخاطب کیا
 تھا۔

"کیا میں آپکا نام جان سکتا ہوں؟"
 یہ کہتے ہوئے اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا ہوا تھا۔
 زرشالا نے پہلے ایک نگاہ اس کے وجود پر ڈالی تھی۔ 6 فٹ تک آتا لمبا
 قد چوڑا سینہ اور بالوں کا سٹائل ایسا کے دور تک لوگ اسے اپنی
 نظروں کے حصار میں رکھتے تھے۔

صاف رنگت اور زیان کی طرح اس نے بھی ہلکی سی داڑھی رکھی ہوئی تھی جو اس کو مزید پرکشش بناتی تھی۔ زیان کا دوست بھی اسی کی طرح حسن اور وجاہت کی دولت سے مالا مال تھا۔

"کیا ہوا میڈم نام ہی پوچھا ہے۔؟ ایسے کیا غور سے دیکھ رہی ہیں؟" اس نے زرشالا کے سامنے چٹکی بجائی تھی۔

خوبصورت "وہ بے دھیانی کی کیفیت میں بول گئی تھی۔" نائیس۔ "وہ مسکرایا تھا۔"

جی؟ "وہ واپس ہوش کی دنیا میں واپس آئی تھی۔"

میں نے کہا خوبصورت ہے آپکا نام آپ کی طرح۔ پر وہ آپ کی "دوست آپ کو زرشالی کیوں کہہ کے گئیں ہیں؟"

"کیوں کے میرا نام زرشالا ہے بھئی۔"

ابھی تو آپ نے کہا کے آپ کا نام خوبصورت ہے؟ "وہ الجھ کر بولا" تھا۔

"ہاں وہ تو ایسے ہی۔ اچھا مجھے کچھ کام ہے پھر ملاقات ہوگی۔"

زرشالا یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئی اب وہ خود کو کوس رہی تھی کے
اس شخص کو اتنے بھی غور سے دیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔

"یہ میرا فون کیوں نہیں اٹھا رہے؟ اتنی دفعہ کال کر چکی ہوں۔"
وہ اونچی آواز میں بڑبڑا رہی تھی۔ اس کا رخ اب زیان کے روم کی
جانب تھا۔ اس نے اجازت لینے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی اور روم
میں داخل ہو گئی تھی۔ اندر پہلا قدم رکھتے ساتھ ہی اسے مسلسل فون
کے بجنے کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر زیان کا فون
اٹھایا۔ فون کو دیکھتے ہی وہ غم سے نڈھال ہو گئی تھی۔ مجبوراً سہارے
کے لیے کرسی کو تھامنا پڑا تھا۔ زیان نے اس کا نمبر "چڑیل" کے نام
سے سیو کیا تھا۔ عنایہ کو اپنے لیے یہ نام بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔
اسی لمحے ہاتھ روم کا دروازہ کھلا تھا اور زیان اندر داخل ہوا تھا۔ وہ اپنی
آنے والی شامت سے بے خبر ہی تو تھا۔ عنایہ کے چہرے کی تاثرات دیکھ
کر اس کے چہرے کا رنگ فق ہوا تھا۔

"کیا ہوا آپ کو؟"

اس نے گھبراتے ہوئے پوچھا تھا اور ساتھ ہی عنایہ کے ہاتھ سے اپنا موبائل پکڑا تھا۔ اب فون کے بجنے کی آواز نا بند ہو گئی تھی۔ اس نے فون کو ایک نظر دیکھا۔ مسڈ کالز چیک کر کے اب وہ کچھ کچھ سمجھ چکا تھا۔

کہیں کے۔ میرا نمبر چٹیل Alien آپ سمجھتے کیا ہیں خود کو ہاں؟"
 "کے نام سے کس خوشی میں سیو کیا تھا؟
 وہ اسے دیکھ کر ایک دم غصے میں آئی تھی۔
 "میرا موبائل میری مرضی۔"

لبوں پے شریر مسکراہٹ سجائے چمکتی ہوئی گہری براؤن آنکھوں کے ساتھ وہ دو قدم آگے آیا تھا۔ عنایہ اس کی اس حرکت پر مزید خفا ہوئی تھی۔

"دور ہٹیں اور ابھی اس کو چینج کریں۔"

وہ کسی شہزادی کی سی آن بان سے حکم سنا رہی تھی۔

ہاں جیسے تم نے کہہ دیا اور میں کر دوں گا۔ اوہ میڈم جا کر اپنا منہ " دھو کر آئیں۔

زیان نے اپنے خاص انداز میں کہا تھا۔

" آپ ایسے نہیں مانیں گیں رکیں ذرا۔"

عنایہ نے یہ کہتے ساتھ زیان کی ٹیبل پر رکھا ہوا پانی سے بھرا ہوا جگ اٹھا کر اس کے منہ پے گرا دیا۔ اس کے ایسا کرنے سے زیان کے کپڑوں کے علاوہ جدید طرز کا بنا ہوا اس کا کمرہ بھی گیلا ہو گیا تھا۔ اپنے گھر کے کمرے کے علاوہ اس نے ہونے آفس کا کمرہ بھی جدید سہولتوں سے آراستہ کروایا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ہاتھ میں موجود مہنگا ترین فون جسے خریدے ہوئے بمشکل کچھ ہی دن گزرے ہوں گے وہ بھی پانی کی وجہ سے گیلا ہو چکا تھا۔

" دھل گیا اب منہ؟"

عنایہ نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا۔

" تمہیں تو میں۔۔۔"

اس کے باقی کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے کیوں کے آفس کا
چپڑا سی اندر آیا تھا۔

"سر۔۔؟"

وہ حیرت سے اپنے سر کو اور اس کی حالت کو تک رہا تھا۔ زیان کی
آواز اسے ہوش میں لائی تھی۔

"ہاں بولو غلام محمد؟"

"سر وہ آپ کو سر ریاض بلا رہے ہیں"

"اوکے تم چلو میں آتا ہوں۔"

"تمہیں تو میں آکر بتاتا ہوں۔"

اسے دھمکی دیتا ہوا وہ ریاض صاحب کے کمرے کی جانب چل دیا۔

"زیان یہ تم نے اپنی کیا حالت بنائی ہوئی ہے؟"

ریاض احمد نے جب اپنے ہر وقت تیار رہنے والے پوتے کو اس حال
میں دیکھا تو انکا دماغ بھک سے اڑا تھا۔

" وہ کچھ نہیں دادا جان بس ایسے ہی آپ بتائیں کیوں بلایا تھا؟ "

زیان نے بات کا رخ بدلہ تھا نہیں تو شامت عنایہ اور زیان دونوں کی
 آنی تھی اور وہ فلوقت ایسا نہیں چاہتا تھا۔

ہاں وہ عثمان اینڈ کمپنیز کل ہی آرہے ہیں اس لیے تم دونوں کو آج "

" ہی سارا پروجیکٹ کمپلیٹ کرنا ہے۔

" اوکے ہم ابھی ہی کام شروع کرتے ہیں۔ "

" گڈ۔ "

زیان اور عنایہ صبح سے لے کر رات کے 7 بجے تک مسلسل کام میں
 لگے رہے تھے۔ اب وہ فارغ ہوئے تھے۔ پریزنٹیشن کی ساری تیاریاں
 مکمل ہو چکی تھیں۔ ان دونوں کو اب بھوک کا شدت سے احساس ہو
 رہا تھا۔

کیا کھاؤ گی؟ " زیان نے نارمل انداز میں پوچھا تھا۔ "

نہیں تھنک یو مجھے گھر جانا ہے۔ نانو نے بنایا ہوگا کھانا۔ "وہ یہ کہتے"
ہوئے ساتھ ساتھ اپنا بیگ اور ضروری سامان اٹھا رہی تھی۔

"ہاں گڈ آئیڈیا۔ وہیں سے کھالیں گیں۔"

عنایہ نے اس کی بات کے آخری الفاظ سن کر جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟"

وہ ایک ابرو اچکائے پوچھ رہی تھی۔

"ارے بھئی جلدی کرو کہیں کھانا ٹھنڈا نا ہو جائے۔"

وہ جانتا تھا کہ عنایہ کو زیان کو اپنے گھر لے کر جانا بالکل پسند نہیں

تھا اس لیے وہ جان کر اسے چڑا رہا تھا۔ پر آج لا شعوری طور پر اس کا

اپنا دل بھی وہاں جانے کو کر رہا تھا۔ ایک عجیب سی کشش تھی وہاں

جو اسے اپنی جانب کھینچتی تھی۔ رات کے کوئی 8 بجے وہ وہاں پہنچے

تھے۔ ان کی امیدوں پے پورا اترتے ہوئے جمیلہ بیگم عنایہ کا انتظار کر

رہیں تھیں۔

زیان کو بھی ساتھ آتے دیکھ کر انہیں خوشگوار حیرت اور مسرت ہوئی تھی۔ ان سب نے ایک ساتھ کھانا کھایا کھانے کے دوران ہلکی پھلکی گپ شاپ بھی ہوتی رہی۔

نانی ماں کافی کی شدید طلب ہو رہی ہے مجھے۔ "زیان نے معصومیت" کے تمام تر ریکارڈ توڑ دے تھے۔

ارے بیٹا مجھے تو یہ کافی بلکل نہیں پسند اس لیے بنانی بھی نہیں آتی " ہاں یہ عنایہ کو کہتی ہوں۔

اور ساتھ ہی انہوں نے کچن میں موجود عنایہ کو آواز دی۔
"جی نانو؟"

بیٹا زیان کو ایک کپ کافی تو بنا دو تم نے یقینی طور پر اپنے لیے بھی " بنانی ہوگی اس کے لیے بھی بنا دینا۔

انہیں تو بس وہ جی ہی کہہ سکی تھی جب کے زیان کو غصے سے دیکھ کر واپس کچن چلی گئی تھی۔

" ایسے تو اس نے اپنے گھر جانا نہیں ابھی بتاتی ہوں۔ "

اس نے بڑبڑا کر کہتے ہوئے اس کی کافی میں چینی بہت زیادہ ڈال دی تھی۔

"اب آئے گا مزہ"

وہ ٹرے میں دو کپ کافی کے رکھ کر باہر لاؤنج میں آگئی تھی۔ زیان کو پہلے ہی عنایہ سے کسی الٹی سیدھی حرکت کی توقع تھی اس لیے اس نے عنایہ کو ٹشو لانے کے لیے اندر بھیجا اور عنایہ کا کپ اپنی جانب جب کے اپنا والا عنایہ کے سیٹ کے آگے رکھ دیا تھا۔ عنایہ کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کی شرارت اسی پر الٹی بھی پر سکتی ہے۔ جمیلہ بیگم اس دوران واش روم گئیں تھیں اس لیے زیان کی یہ حرکت دیکھ نا پائی تھیں۔ عنایہ نے آ کر اپنا کپ اٹھایا اور آنکھوں میں شرارت لیے زیان کو دیکھنے لگی۔

زیان بھی اطمینان سے اپنا کپ اٹھا کر کافی پینے لگا۔ عنایہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"اس ڈھیٹ کو اثر کیوں نہیں ہوا۔"

یہ سوچتے ہوئے اس نے پہلا گھونٹ لیا ہی تھا کہ اسے بری طرح اچھو لگ گیا تھا۔ وہ لگاتار کھانستی جا رہی تھی۔ اور اٹھ کر پانی پینے چلی گئی تھی۔ پیچھے سے جمیلہ بیگم حیرت سے اسے دیکھ رہیں تھیں۔ جب کے زیان نے اپنی مسکراہٹ کو ہونٹوں سے لگا کر روکی تھی۔

جب عنایہ واپس آئی تو اس کی آنکھیں سرخ ہو رہیں تھیں۔ اس نے ایک ناگوار نظر زیان پر ڈالی اور اپنا کپ اٹھا کر کچن کی جانب چل دی۔

"چھوڑوں گی نہیں تمہیں۔"

اس نے عتصے سے کچن کی کھڑکی سے مسکرا کر بات کرتے ہوئے زیان کی جانب غصیلی نگاہ ڈال کر کہا تھا۔

زیان کی وجہ سے اس کا سارا موڈ آف ہو چکا تھا۔

اپنی تمام تر گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے وہ میٹنگ روم کے اندر داخل ہوئی تھی۔ وہاں موجود تمام لوگ اسی کی آمد کے منتظر تھے۔ اس نے

ڈائیس پر کھڑے ہو کر لمبا سانس لیا تھا۔ اس کے ذہن میں نانی ماں کے الفاظ گونج رہے تھے۔

بیٹا وہ اللہ بڑا مہربان ہے۔ وہ کبھی کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ بس "اللہ کے بعد اپنی محنت پر یقین رکھنا اور پورے کانفیڈینس سے پریزنٹیشن دینا۔ ہمیشہ یاد رکھنا کہ وہ بندے کی محنت کا صلہ جلد یا بدیر دے ہی دیتا ہے۔ جاؤ اللہ تمہیں کامیاب کرے امین۔"

زیر لب بسملہ پڑھتے ہوئے اس نے پریزنٹیشن کا آغاز کیا تھا۔ وہ اپنی خوبصورت آواز کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے بول رہی تھی۔ لب و لہجہ اتنا دل نشین تھا کہ لوگ اس کی آواز میں کھوئے ہوئے تھے۔ ایک سحر سا طاری تھا۔ جب عنایہ کی آواز آنا بند ہو گئی تو وہاں موجود تمام افراد نے تالیاں بجا کر اس کی حوصلہ افزائی کی تھی۔ ریاض احمد نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا انکے لب ستائشی انداز میں کھلے تھے۔

"ویری گڈ مس عنایہ۔ یو مے ہیو سیٹ ناؤ"

وہ سر کو ہلکا سا خم دیتے ہوئے اپنی نشست پر جا بیٹھی تھی۔ اپنا سارا دھیان سینئرز کی گفتگو کی طرف کرتے ہوئے اسکی نظر زیان پر پڑی تھی۔ جو ہلکا سا مسکراتے ہوئے سب سے نظریں چھپا کر اسی کی طرف دیکھنے میں مگن تھا۔ عنایہ نے ایک ابرو اچکاتے ہوئے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔ جیسے پوچھ رہی ہو

"کیا ہے؟ کیوں ایسے گھور رہے ہو؟"

جواباً اس نے بھی دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کو انگھوٹے سے ملا کر بہت خوب "کہا تھا۔ عنایہ نے مسکرا کر اس کی تعریف وصول کی"

تھی۔

"واہ یار آج تو کمال ہی کر ڈالا۔"

زرشی دھڑلے سے اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ عنایہ ابھی تک اس کے آنے کے انداز پر حیران تھی جبھی زرشلا بھاگ کر اس کے گلے لگی تھی۔

"اوہ ہو زرشى بس کرو کیا چاہیے تمہیں جو اتنا پیار آ رہا ہے؟"

عنایہ نے زبردستی اسے خود سے دور کیا تھا۔ اور گھورتے ہوئے پوچھا تھا۔ وہ یقیناً ایسا ہر گز نا کرتی اگر اس کی نیچر سے بخوبی آگاہ نا ہوتی۔

زرشى نے پہلے تو انتہائی معصوم شکل بناتے ہوئے اس کے سامنے اپنے دانتوں کی نمائش کی تھی پھر اس کے کان کے قریب آ کر بولی تھی۔

"پی سی میں آج رات ڈنر"

وہ ہنوز چہرے پر معصومیت سجائے بولی تھی۔

شرم کر لو تھوڑی سی۔۔ ابھی اس ماہ کی پے نہیں ملی ہے اور تمہیں"

"ڈنر چاہیے واہ"

وہ خفگی سے بولی تھی۔

تم میری خوشی کے لیے اتنا نہیں کر سکتی۔ میں تو تمہارے لیے جان"

"بھی دینے کو تیار ہوں۔ بس کبھی مانگنا مت"

رونی شکل بنائے وہ بڑی معصومیت سے کہی جا رہی تھی۔ آخری لائن

اس نے بہت دھیرے سے کہی تھی۔ پر عنایہ اچھی طرح سن چکی تھی۔

تم سے کینڈی مانگ لو تو مفلسی کے ایسے ایسے قصے سناتی ہو کے " میرے تو کان پک گئے ہیں سن سن کر۔ جان کہیں تم دے ہی نا دو وہ بھی میرے لئے۔ " وہ پھر سے خفگی سے بولی تھی۔

اف عنایہ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ آج تو موڈ فریش رکھو۔ " وہ بھی " ناراض نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

" پتا نہیں عجیب بیچنی ہو رہی ہے۔ "

" کس قسم کی بیچنی؟ "

اس نے بولنے کے لیے لب کھولے ہی تھے کہ اس کے روم میں زیان اور سفیان کی انٹری ہوئی تھی۔

ہیلو لیڈیز۔ " زیان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا جب کے پیچھے سے "

سفیان نے اس کے لیڈیز کہنے پر بڑی مشکل سے اپنے قہقہے کا گلہ گھونٹا ہوا تھا۔

" کیا کہا زیان بھائی؟ لیڈیز؟ "

زرشالا زیان کو بھائی کہہ کر ہی مخاطب کرتی تھی۔ کیوں کے عنایہ کے گھر نانی ماں کی برتھڈے والی رات وہ اچھے خاصے بے تکلف ہو گئے تھے۔

"کیوں کوئی اعتراض میری چھوٹی بہن کو؟"

عنایہ اور سفیان تعجب سے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ جو بغیر کسی جھجک کے گفتگو کرنے میں مصروف تھے۔ اور ان دونوں کو مکمل نظر انداز کیے ہوئے تھے۔

اہم اہم۔۔۔ "سفیان نے کھانستے ہوئے ان کی توجہ اپنی طرف کی" تھی۔ زیان تو چپ کر کے اسے دیکھنے لگا تھا جب کے لیڈیز اور لڑکیوں میں فرق بتاتی ہوئی زرشالا نے اسے ایک زبردست گھوری سے نوازا تھا۔

"ہاں کیا ہوا؟ پانی چاہیے؟"

زیان نے لہجے میں معصومیت سموتے ہوئے کہا تھا۔

نہیں بھائی ہم بھی ہیں یہاں۔ اور شاید تو یہاں آنے کا مقصد بھول" "گیا ہے۔"

اس نے زیان کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔ اور ساتھ ہی اپنے یہاں موجود ہونے کا مقصد یاد کرایا تھا جسے شاید وہ فراموش کر چکا تھا۔ پر یہ صرف سفیان کا وہم تھا۔

عنایہ جو ان اب کو نظر انداز کیے نانی ماں کو آج کی پریزنٹیشن کے بارے میں بتا رہی تھی۔ وہ بھی اب فون بند کر کے ان کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔

"ہاں بھئی عنایہ کیا کھلا رہی ہو؟ ٹریٹ تو بنتی ہے ناں"

زیان کے اس طرح فرینک ہو کر اسے مخاطب کر کے دیکھنے پر وہ تلملا ہی تو اٹھی تھی۔

"کس بات کی ٹریٹ؟"

وہ انجان بنتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ جس پر زیان نے ایسی نظروں سے اسے دیکھا تھا جیسے کہہ رہا ہو

"اوہ تو یہ بات ہے ابھی بتاتا ہوں۔"

جو کل صبح سے لے کر رات تک اپنا آرام سائیڈ پر کر کے تھیں

اتنی تیاری کروائی اس کی ٹریٹ۔ اور آج کو اتنی تالیوں کی آواز میٹنگ

روم میں گونج رہی تھیں اس کا آدھے سے زیادہ کریڈٹ تو مجھے جاتا ہے۔"

زیان یہ کہتے ہوئے اس کی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔
 "اوہ خوشفہمیاں تو دیکھو اپنی۔ کوئی ٹریٹ نہیں ملنی کسی کو۔"
 وہ آنکھیں سکیڑ کر بولی تھی۔
 "ہم تو آج لے کر جائیں گیں پھر۔"

سفیان بھی درمیان میں آیا تھا۔ اتنی دیر میں زیان کو میسج رسید ہوا تھا۔ اس نے سفیان اور زرشالا کو اشارہ کیا تھا جنہوں نے فوراً کمرے سے باہر کی راہ لی تھی۔ اب کمرے میں صرف زیان اور عنایہ ہی موجود تھے۔ زیان ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھا تھا۔ اور اگلے ہی لمحے وہ عنایہ کے بالکل قریب کھڑا تھا۔ عنایہ کو دو قدم پیچھے ہونا پڑا تھا۔
 "کیا مسئلہ ہے آپ کے ساتھ؟"

مجھے تو کوئی مسئلہ نہیں ہے مس عنایہ احمد ہاں ابھی چند منٹوں میں"
 "تمہیں ضرور مسئلہ ہونے والا ہے۔"

وہ ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ لئے بولا تھا۔

"آپ کی غلط فہمی ہے مسٹر زیان احمد"

وہ بھی جواب دینے میں ماہر تھی۔ اسکی یہ ادا دیکھ کر زیان کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی تھی۔ عنایہ کی نظر اس کی مسکراہٹ پر ٹک گئی تھی۔ کوئی تو بات تھی اس شخص میں جو وہ اسے اپنی طرف دیکھنے پے مجبور کر دیتا تھا۔ اس کی زندگی میں کوئی مرد نہیں تھا۔ ماں کے ساتھ ساتھ اس کا باپ بھی اس کی پیدائش سے پہلے ہی یہ فانی دنیا چھوڑ کر جا چکا تھا۔ نانی ماں سے جب بھی اس نے ان دونوں کی وفات کے بارے میں پوچھنے کی کوشش کی تھی وہ ہمیشہ اسے یہ کہتے ہوئے ٹال دیتی تھیں۔

بیٹا انسان کی موت کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ جتنی سانسیں اللہ نے اس کے نصیب میں لکھی ہوتی ہیں وہ اتنی ہی لے سکتا ہے۔ تم بھی اپنے "رب کے فیصلوں پے سر کو جھکا دو۔ اور اس کی رضا میں راضی رہو۔ وہ بھی ہمیشہ اچھے بچوں کی طرح ان کا کہنا مان کر اپنے ماں باپ کی وفات کو قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیتی تھی۔ بندے کے پاس گلہ یا شکوہ کرنے کا اختیار بھی کہاں ہوتا ہے۔ اسے تو اس صورت حال سے

بھی گزرنا پڑتا ہے جس کا اس نے تصور بھی نہیں کیا ہوتا۔ اور یہ رب کی آزمائش ہی تو ہوتی ہے۔ جو اللہ اپنے پسندیدہ بندوں پر ہی ڈالتا ہے تاکہ وہ مشکل لمحات میں صبر کر کے اللہ کے مزید قریب ہو جائیں۔ یہ آزمائشیں ہی تو ہوتی ہیں جو ہمیں زندگی گزرنے کا ہنر سیکھتی ہیں۔ ہمیں اندر سے مضبوط بنا دیتی ہیں۔ اور ہمارے ایمان کی مضبوطی کا امتحان بن کر آتی ہیں۔

دروازہ کھلنے پر اس کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تھا اور ساتھ ہی اپنی طرف یک ٹک دیکھتی عنایہ کو دیکھتے ہوئے زیاں کو بھی ہوش آیا تھا۔

"لو بھئی تم ٹریٹ دو یا نا دو ہم نے تو لے لی۔"

زرشالا شرارتی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں لارج سائز کے پیزا کا ڈبہ تھا اس کے پیچھے سفیان چلا آ رہا تھا اس کے ہاتھ میں کولڈ ڈرنکس موجود تھیں اور ان دونوں کے پیچھے ایک خادم کچھ برتن ٹرالی میں لیے آ رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ عنایہ کی آفس ٹیبل برتنوں سے بڑھ گئی تھی۔ درمیان میں پیزا رکھا گیا تھا جسے عنایہ نے کاٹ کر سرو کرنا تھا۔ زرشالا نے چار گلاس میں کولڈ

ڈرنک ڈال دی تھی۔ عنایہ کو ان سب کی یہ حرکتیں مشکوک لگ رہی تھیں۔ اور وہ اچھبے سے ان سب کو دیکھ رہی تھی۔ جو چہروں پے مسکراہٹ سجائے اس ہی کو دیکھ رہے تھے۔

کیا ہوا اب پیزا کاٹ بھی لو۔ تم نے تو ٹریٹ دینی نہیں تھی اب ہم" سب نے کلکیشن کر کے یہ تمہارے لیے منگوا یا ہے۔ تمہاری خوشی بھی " تو منانی تھی نا۔۔

زیان نے مسکرا کر کہا تھا جس کی آنکھیں آج بے تحاشا چمک رہی تھیں۔ عنایہ کو کسی انجانے خوف نے آگھیرا تھا۔ پر اس نے اپنے دماغ میں گردش کرتے سارے سوالوں کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی نشست سمجھالی تھی اور ان سب کی بھرپور تالیوں میں پیزا کاٹ ہی دیا تھا۔ اب سب کو پیزہ پلیٹس میں سرو کر دیا گیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں انہوں نے ٹیبل پر موجود ساری کھانے والی چیزوں کا صفایا کر دیا تھا۔

"تھینک یو سو مچ عنایہ بہت مزہ آیا۔"

سفیان یہ کہتے ہوئے جلدی سے باہر بھاگا تھا۔

عنایہ کو شدید حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔ اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

ہاں تھینک یو عنایہ اس گدھے کو کچھ زیادہ ہی جلدی تھی۔ تمہیں " تھوڑا سا خوشی کا احساس تو ہونے دیتا۔ خیر چلو کوئی بات نہیں۔ پھر " ملتے ہیں۔

زیان بھی یہ کہتے ہوئے باہر کی جانب بھاگا تھا اب وہاں صرف زرشالا بچی تھی وہ بھی بھاگنے کی تیاری میں تھی پر ایسا ہونے سے پہلے ہی عنایہ نے اسے گھیر لیا تھا۔

" زرشالی مجھے سچ بتا دو کیا کیا ہے تم لوگوں نے؟ "

" کچھ بھی تو نہیں۔ وہ مجھے سر ریاض نے بلایا تھا شاید میں چلتی ہوں۔ " وہ بھی یہ کہتے ہوئے عنایہ کو با مشکل سامنے سے پیچھے کر کے بھاگی تھی۔ اسی لمحے عنایہ کو ایک میسج رسید ہوا تھا۔ وہ اپنے فون کی جانب لپکی تھی۔ میسج بھیجنے والا زیان تھا۔

جیسے جیسے عنایہ میسج پڑھتی جا رہی تھی اس کی آنکھیں حیرت اور غصے کی زیادتی کی وجہ سے مزید کھلتی جا رہی تھیں۔

ڈیر عنایہ احمد۔۔ ہمیں پتا تھا تم اتنی کنجوس ہو ہمیں ٹریٹ بلکل نہیں " دو گی۔ اس لیے ہم نے خود لے لی۔ رکو کیسے لے لی وہ بھی میں تمہیں بتاتا ہوں۔ میں اور سفیان تمہارے روم میں آنے سے پہلے ہی آرڈر دے آئے تھے۔ زرشالا بھی ہمارے پلان کا حصہ تھی۔ تمہارے روم میں بیٹھے ہوئے ہی مجھے ڈیلیوری آجانے کا میسج آیا تھا۔ میری اور تمہاری بحث کے دوران سفیان اور زرشالا تمہارے بیگ میں سے پیسے نکال چکے تھے۔ وہ دونوں چپکے سے کمرے سے نکلے تھے کے تمہیں بلکل بھی شک نا ہوا۔ لیکن ڈیلیوری کے پیسے سفیان مجھ سے نکلوا چکا ہے۔ سو یہ ٹریٹ میری اور تمہاری دونوں کی طرف سے ہوئی۔ خیر "یہ سب چھوڑو یہ بتاؤ مزہ آیا ناں؟ چلو اب منہ تو بند کر لو۔ اس کا منہ واقعی کھلا ہوا تھا اس نے پہلے منہ بند کیا تھا اور اب اسے سمجھ آئی تھی کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے۔ پر اب وہ کیا کر سکتی تھی۔ ان سب پر دو حرف بھیج کر وہ سر ریاض کے روم کی جانب چل دی۔

ان کے کمرے میں آتے ہی ان تینوں کو پہلے سے موجود دیکھ کر اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔

اکیلے بس ان تینوں کو ٹریٹ دے دی آپ نے؟ ہمیں بھی تو انوائٹ " "کیا جا سکتا تھا نا۔

وہ نروٹھے انداز میں بولے تھے۔ ان تینوں نے اچانک اٹھ ابے والی مسکراہٹ پر بڑی مشکل سے قابو کیا تھا۔

سر اگر مجھے پتا ہوتا کہ میں ٹریٹ دے رہی ہوں تو ضرور انوائٹ " "کرتی۔

عناویہ نے بظاہر مسکرا کر کہا تھا۔ پر اس کے لہجے کی تپش محسوس کر کے ان تینوں کا قبہہ بے ساختہ تھا۔ جسے عناویہ نے غصے سے دیکھا تھا۔ "کیا معاملہ ہے؟ کوئی ہمیں بھی تو کچھ بتائے"

انکے اتنا کہنے پر زرشالا نے آج کی ساری روداد سمیت چٹپٹی مریچ اور مسالے کے سنائی تھی۔ اس دوران عناویہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ان تینوں کو اٹھا کر باہر کسی ایسی جگہ پھینکے جہاں سے ان کی واپسی کا کوئی چانس نا ہو۔

پر ہائے اس کی یہ معصوم خواہش۔۔۔

ان لوگوں کو ریاض احمد نے آفس آتے ہی اپنے روم میں آنے کو کہا تھا۔ عنایہ اور زرشالا آج اکھٹے آفس آئے تھے اس لیے ان کے روم میں بھی ایک ساتھ ہی داخل ہوئی تھیں۔

"مے وی کم ان سر؟"

عنایہ نے کمرے کا دروازہ ہلکا سا بجایا تھا۔

یس۔ "اندر سے ریاض احمد کی آواز آئی تھی۔ اور وہ دونوں اندر"

داخل ہو گئیں تھیں۔ کمرے میں موجود تمام نفوس نے مڑ کر انہیں دیکھا تھا۔

السلام علیکم "انہوں نے یک آواز ہو کر سلام کیا تھا۔ سب نے ان کے سلام کا جواب دیا تھا ریاض احمد نے انہیں ان کے لیے چھوڑی گئیں نشستوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ دونوں اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ چکی تھیں اور ریاض احمد کی طرف توجہ کر چکی تھیں۔

جی تو آپ سب اس بات سے ہر گز لا علم نہیں ہوں گیں کے پچھلے " ہفتے مس عنایا نے سلمان انڈسٹریز کے کچھ ایمپلائز کو پریزنٹیشن دی تھی۔ مجھ سمیت دیگر لوگ ان کے جیسی بڑی انڈسٹری کے ساتھ کام کرنے کے خواہشمند ہیں۔

ہمارا کام ان کے پروڈکٹس لے کر پاکستان سپلائی کرنا ہے۔ اب انہوں نے اپنے آفیشل آفس جو دبئی میں واقع ہے وہاں ہمیں آنے کی دعوت دی ہے۔ ہمارے آفس کے کچھ ایمپلائز وہاں جا کر تفصیل سے پروڈکٹ کی ڈیٹیل اور ان کی انڈسٹری سے باقاعدہ الحاق کریں گیں۔ چونکہ اس ہفتے میں کچھ لوکل کمپنیز کے ساتھ ڈیکنگ کرنے میں مصروف ہوں۔ اس لیے زیان آپ وہاں میری نمائندگی کریں گیں۔ آپ کے ساتھ سفیان بھی وہاں جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ احسن آپ بتائیں اور کسے " بھیجنا چاہیے؟

احسن اقبال نے ایک نگاہ کمرے میں موجود تمام افراد پر ڈالی اور پھر بلا جھجک اپنا مشورہ دیا۔

سر میرے خیال سے عنایہ کو وہاں جانا چاہیے کیوں کے اتنے کم " عرصے میں انھوں نے اپنی قابلیت استعمال کر کے خوب کامیابی حاصل کی ہے۔ اس کے علاوہ مس زرشالا کو بھی وہاں ہونا چاہیے کیوں کہ "وہ اچھی ڈیکنگ کر لیتی ہیں۔ باقی جیسے آپ کی مرضی۔"

اپنا نام سن کر جہاں زرشالا کا سر فخر سے بلند ہوا تھا تبھی عنایہ کو ایسے لگا تھا جیسے اس نے بجلی کی ننگی تاروں کو چھو لیا ہو۔ ابھی وہ سر کو منع کرنے ہی والی تھی کہ ریاض احمد نے بات ہی ختم کر ڈالی تھی۔

تو بس تہ ہو گیا آپ چاروں ہی جا رہے ہیں دبئی اب میں کسی کا بھی جو نیئر ہونے یا کسی قسم کا دوسرا کوئی بہانہ نہیں سننا چاہتا۔ دو سے تین روز میں اپنے پاسپورٹ اور پیپرز سب چیزیں دیکھ لیں اور پھر ٹکٹس "آپ کو ہماری کمپنی کی طرف سے ملیں گیں۔ ناؤ یو کین لیو"

وہ اتنا کہہ کر چپ ہو گئے تھے۔ اور دونوں ہاتھوں کو منہ کے نیچے

رکھے کونٹیوں کو میز پر ٹکائے سب کو دیکھ رہے تھے جو اب ان کے

روم سے جانے کے چکڑوں میں تھے۔ اسی لمحے ان کی نظر عنایہ پر

پڑی تھی۔ جو انہی کے انداز میں بیٹھی تھی اور گہری سوچ میں گھم

تھی۔ اب تک انکا کمرہ خالی ہو چکا تھا اب بس وہ اور عنایہ رہ گئے تھے۔

"کیا بات ہے بیٹا۔؟ کہاں کھو گئیں ہیں؟"

وہ شفقت بھرے لہجے میں بولے تھے۔

"اوہ کچھ نہیں سر۔ سوری میں اپنے ہی دھیان میں تھی۔"

جب اس نے کمرہ خالی پایا تو شرمندگی نے اسے آگھیرا تھا۔ وہ اب جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"عنایہ بیٹھ جائیں۔"

ریاض احمد عنایہ کو کرسی سے اٹھتا دیکھ کر بولے تھے۔

یس سر۔ "کافی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولی تھی۔"

مجھے پہلی بار پوچھنے پر آپ نے نہیں بتایا کہ آپ کی پریشانی کی وجہ "

کیا ہے۔ میرے خیال سے میری آپ کی نظر میں اتنی اہمیت تو ہونی

چاہیے کہ آپ بلا جھجک اپنا مسلہ بتا سکیں۔ لیکن اگر آپ بتانا نہیں

"چاہتیں تو کوئی بات نہیں۔"

وہ پر سکون لہجے میں بول رہے تھے۔

"نہیں سر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

وہ شرمندگی سے سر نہیں اٹھا سکی تھی۔

"پھر کیسی بات ہے؟ بتا دیں اگر آپ کی مرضی ہو تو۔"

سر وہ دراصل میرا اس دنیا میں واحد خونی رشتہ میری نانو ہیں۔ بچپن

سے آج تک ماں کی ممتا اور باپ کی شفقت سے محروم رہی ہوں۔ میں

آج بھی نہیں جانتی کہ میرے ماں باپ کی وفات کیسے ہوئی۔ میں نے

نانو سے جب بھی پوچھا ہے وہ مجھے ٹال دیتی ہیں۔ لہذا میں کبھی اپنی

نانو سے ایک دن کے لیے بھی کہیں دور نہیں گئی اور یہ تو دبئی ایک

دوسرے ملک جانے کی بات ہو رہی ہے۔ اور یہ بھی نہیں معلوم کے

واپسی کب تک ہوگی میں نانو کو کیسے بتاؤں گی اور اتنے دن انکے بغیر

"کیسے رہوں گی ابھی سے سوچ کر پریشان ہوں۔"

وہ اسکی معصوم باتوں پر مسکرا دیے تھے۔

عناویہ دیکھیں کچھ پانے کے لئے کچھ کھونا بھی تو پڑتا ہے نا۔ اب"

وہاں کامیابی حاصل کرنے کے لیے آپ کو تھوڑے دنوں کے لیے نانو

سے دوری برداشت کرنی پڑیگی۔ یقیناً آپ کی نانو آپ کو کامیاب دیکھنا

چاہتی ہیں۔ اور یہ انکا خواب ہوگا کے آپ بڑا آدمی تو خیر نہیں بڑی
"عورت"

"عورت نہیں لڑکی"

عناویہ نے انہیں درمیان میں ٹوکا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ غلط حرکت
ہے پر خود کے لیے کسی کا عورت لفظ استعمال کرنا اسے بالکل نہیں پسند
تھا۔ ریاض احمد اس کی بات پر ہنس دیے تھے اور دوبارہ سے اپنی بات
شروع کی تھی۔

"ہاں تو بڑی لڑکی بنیں۔ ایسا ہی ہے؟"

انہوں نے اس سے تائید کرنا ضروری سمجھا تھا۔ عناویہ نے سر اثبات
میں ہلا دیا تھا۔

تو بیٹا یہ بھی جان لیں کہ خوابوں کی تعبیر کے لیے بہت کچھ برداشت
کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں یہ مشکل ضرور لگتا ہے پر یہ ناممکن نہیں ہوتا۔
ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا جیسا ہم چاہتے ہوتے ہیں۔ اکثر ہمیں حالات کے
مطابق خود کو ڈھالنا پڑتا ہے۔ پر خواب دیکھنا چھوڑ نہیں دیے جاتے۔

بلکہ خوابوں کی تعبیر کے لیے ہم اور بھی ہمت و حوصلہ سے کام لیٹے
"ہیں۔"

وہ ان کی بات پر سر ہلا کر اٹھ گئی تھی اور چہرے پے مسکراہٹ لاتے
ہوئے انہیں شکریہ ادا کر کے کمرے سے نکل گئی تھی۔ پر اسے کیا خبر
پچھے سے وہ ریاض احمد کو کس شش و پنج میں چھوڑ گئی ہے۔

نانو کے پاس رہنا۔۔۔ چہرے پے اتنی مشابہت۔۔۔

بات کرنے کا انداز اور کانفیڈنس اپنے باپ جیسا۔۔۔ جسکے نرم دلی میں
اپنی ماں جیسی۔۔۔ یا اللہ کیا میں ٹھیک سمجھ رہا ہوں۔۔۔ یہ عنایہ وہی
تو نہیں۔۔۔ کیا یہ سب تیری طرف سے اشارے ہیں۔۔۔ کیا میں جس
کی تلاش میں پچھلے بیس سالوں سے در بدر کی خاک چھان رہا ہوں یہ
وہی لڑکی ہے۔۔۔ کیا وہ زندہ ہے۔۔۔ کیا اسے تو نے زندگی دے دی
تھی یا اللہ۔۔۔ کیا میری توبہ میری دعائیں قبول ہو گئیں ہیں۔۔۔ یا اللہ
مجھے اس الجھن سے نکال دے۔۔۔ جو بھی سچ ہے اسے آشکار کر دے
میرے مولا۔۔۔ مجھ میں اب ہمت ختم ہوتی جا رہی ہے۔۔۔

وہ سر کرسی کی بیک سے لگائے آنکھیں موندے گہری سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔

"بیٹا میں تمہارے بغیر کیسے رہوں گی۔"

عنایہ نے جب سے آکر انہیں اپنے جانے کی اطلاع دی تھی۔ تب سے وہ ایک ہی بات کی جا رہیں تھیں۔

اف نانو میں کوئی ہمیشہ کے لیے نہیں جا رہی بس کچھ دنوں کی بات ہے۔ پلیز نانو۔

بیٹا تم نہیں سمجھو گی جب کوئی اپنا دور جاتا ہے یا اپنے سے دور جانا پڑتا ہے تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

وہ مسلسل آنسو بہا رہی تھیں۔ اور عنایہ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ انہیں کیسے سمجھائے۔

نانو پلیز۔ میں بھی تو آپ سے دور جا رہی ہوں تو میرے جذبات اور"

"احساسات اس موقع پر آپ سے مختلف تھوڑی ہیں

وہ انکے کندھے تھام کر لاڈ سے بولی تھی۔
 میں اب مزید کسی کو کھونا نہیں چاہتی۔ مجھ میں اب اتنی ہمت نہیں"
 "ہے۔"

اف نانی ماں آپ کسی کو کھو بھی نہیں رہیں۔ پلیز بس کچھ دنوں کی"
 "بات ہے۔"

کافی دیر تک انکو سمجھانے میں وہ کامیاب ہو گئی تھی۔ عنایہ کے
 پاسپورٹ کا کوئی مسئلہ نہیں تھا کیوں کہ اسنے کچھ عرصہ پہلے ہی
 پاسپورٹ بنایا تھا۔ ابھی اسکو زرشالا نے فون کر کے خبر سنائی تھی کہ
 وہ دو دنوں کے بعد کی فلائٹ سے دبئی جا رہے ہیں۔۔

ایئرپورٹ پر نانو اس کو چھوڑنے نہیں گئی تھیں کیونکہ اس نے زرشالا
 کے ساتھ جانا تھا۔

ایئرپورٹ پر زیان اور سفیان پہلے سے ہی موجود تھے ان کے ہمراہ
 ریاض احمد بھی موجود تھے۔ انکو آتے دیکھ کر وہ لوگ سب سے مل کر

اور بیسٹ آف لاک کی وٹنر لے کر بورڈنگ کر وانے اندر چلے گئے تھے۔ بورڈنگ کروا کر اب وہ چاروں وٹینگ ایریا میں موجود تھے۔

"سفی سنو ناں مجھے کافی پینی ہے ابھی۔"

زرشالا سفیان کے کان کے قریب ہو کر بولی تھی۔

زرشالا سب سے بہت جلدی گھل مل جاتی تھی اور عنایہ پر وہ ٹریٹ والا پریٹک کرنے کے بعد وہ تینوں ایک دوسرے کے بہت اچھے دوست بن گئے تھے۔ بلاشبہ عنایہ بھی ان کے گینگ کا ایک لازمی حصہ تھی پر وہ ابھی تک ان سے اس پر کیے جانے والے پریٹک پر ناراض تھی۔ کون جانے کے آنے والے وقت میں یہ ایک دوسرے کے گھرے دوست بن جائیں اور لوگ ان چاروں کی دوستی کی مثالیں دیں۔ انہیں آتا دیکھ کر لوگ اپنا منہ چھپاتے پھریں اور مجبور ہو کر راستہ بدل لیں۔ انہیں شرارت کے چلتے پھرتے نمونے سمجھا جائے۔ اور ان کی حرکتوں اور پریٹکس کی وجہ سے ان سے دور بھاگ جائیں۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے کیا تمہارا فلائٹ مس کرواؤ گی تم۔"

نہیں پاگل زیان نے بتایا ہے کے فلائٹ میں ابھی ایک گھنٹہ ہے سو"
 "میں آرام سے کافی پی سکتی ہوں۔ چلو اب پلاؤ مجھے
 "چلو بھوکی عورت"

سفیان نے یہ کہتے ہوئے ہونٹوں پے مچلنے والی مسکراہٹ کو بری مشکل
 سے قابو کیا تھا۔

"پھر سے عورت"
 زرش نے اسے غصیلی گھوری سے نوازا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ اسکے
 مضبوط بازو پر مکا بھی رسید کیا تھا۔
 "شرم کر لو تھوڑی تم۔"

سفی نے گویا اسے شرم دلائی تھی۔ پر اس پر ذرا برابر اثر نہیں ہوا تھا
 بلکہ اسکے ایسا کہنے پر اس نے اپنے دوپٹے کا پلو چہرے کے آگے کر
 کے پھیلایا تھا اور پھر اسکا ایک کونا منہ میں دبا کر نظریں نیچے کی جانب
 کی تھیں۔ سفی تو اس کی اس ادا پر گھائل ہی ہو گیا تھا۔ وہ وارفتگی سے
 زرش کو دیکھے جا رہا تھا جب زرش بولی تھی
 "لو کر لی شرم اب چلیں۔"

یہ لڑکی میری جان لے کر ہی دم لے گی۔ وہ اپنی سوچ پر ہنس دیا۔ اب وہ دونوں کھڑے ہو چکے تھے۔ اور کافی ٹیریا کی جانب چل دیے۔

کنیٹین سے پانی لے کر آتی عنایہ نے انتہائی ناگوار نظر ان دونوں پر ڈالی تھی۔ وہ دو لڑکے چلیے سے ہی بدمعاش نظر آتے تھے اور اب عنایہ کا راستہ روکے کھڑے تھے۔

"کیا مسئلہ ہے؟ راستے سے ہٹیں آپ دونوں"

جس پر وہ دونوں انتہائی گھٹیا انداز میں ہنسنے لگے۔

پہلے ہمیں پانی کی بوتل تو دے دو تا کہ جو آگ تو نے اپنی حسن سے " ہمارے دلوں پے لگائی ہے اسے بھجا دیں یہ نا ہو کے یہاں ہی کوئی "سین بن جائے۔"

ان میں سے ایک لڑکا آگے بڑھا تھا اور عنایہ کو آنکھ مارتے ہوئے اس نے اپنا جملہ پورا کیا تھا۔

اس سے پہلے کے عنایہ اس کے اپر پانی کی پوری بوتل انڈیل دیتی زیان وہاں آیا تھا اور بلکل عنایہ کے آگے کھڑا ہو گیا تھا۔ عنایہ کا وجود اس کے چھوڑے بدن کے پیچھے بلکل چھپ گیا تھا۔ عنایہ کو آج زندگی میں پہلی بار ایک نیا احساس ہوا تھا جو تحفظ تھا اور یہ احساس اسے دینے والا زیان احمد تھا۔ وہ وہاں بیٹھا موبائل استعمال کر رہا تھا جب اچانک اس کی نظر عنایہ اور اسکے قریب جاتے ان دو اوباش پر پڑی تھی۔ اب وہ عنایہ کے پاس جا کھڑے ہوئے تھے اس بات پر زیان کے ماتھے پر بل ڈلے تھے۔ اب ان میں سے ایک لڑکا عنایہ کے قریب ہوتا ہوا آنکھ مارتا کچھ کہہ رہا تھا جو عنایہ لب بھنچے سن رہی تھی۔ اس کے چہرے پے غصہ صاف نظر آرہا تھا۔ غصے سے اس کی رگیں تن گئیں تھیں۔ وہ ایک لمحے میں عنایہ کے آگے کھڑا ہوا تھا اور پھر ان لڑکوں کے چہروں پر نیل چھوڑتا ہوا عنایہ کو واپس لیے آ بیٹھا تھا۔ یہ سارا منظر زرشکی اور سفی نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ سفی زیان کے کان میں گھستے ہوئے بولا تھا۔

"سہی کہتے ہیں محبت میں اگر جیلیسی نا ہو تو محبت کا وہ لطف کہاں۔"

آہستہ آہستہ سورج کی روشنی بادلوں کو چیرتے ہوئے زمین پر پڑتی جا رہی تھی۔ اندھیرا بھی دھیرے دھیرے ہٹتا جا رہا تھا۔ نیم اندھیرے اور اجالے کا منظر بہت دلنشین تھا۔ ایسے میں چار لوگ گاڑی سے اترے تھے۔ ان سبھی کے چہروں پر تھکن کے آثار صاف ظاہر تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے بہت لمبی مسافت سے تھک ہار کر یہاں تک پہنچے ہوں۔ ان میں دو لڑکیاں اور دو لڑکے شامل تھے۔ لڑکیوں نے اپنے ہاتھ میں ہینڈ بیگز پکڑ رکھے تھے۔ لڑکیاں آگے بنی خوبصورت بڑی سی عمارت کی طرف چل دیں۔ جب کے پیچھے سے دونوں لڑکے اپنے ساتھ ساتھ ان دونوں لڑکیوں کا بھی سامان سمجھالتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ رہے تھے۔

انہوں نے ایک اپارٹمنٹ اپنے یہاں آنے سے پہلے ہی بک کروا لیا تھا۔ بک کروانا کوئی اتنا بڑا مسئلہ بھی نہیں تھا کیوں کہ ریاض احمد کام کے سلسلے میں یہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ جدید طرز کا بنا یہ اپارٹمنٹ بہت خوبصورت تھا۔ اس کی آرائش دیکھنے والے کو مبہوت کر

دیتی تھی۔ یہ عوام الناس کے لیے ریٹ پر ہر گز نہیں دیا جاتا تھا۔ یہاں آنے والے وی آئی پی سے ہر گز کم تصور نہیں کے جاتے تھے۔ اپارٹمنٹ میں داخل ہوتے ہی چھوٹی سی راہداری تھی۔ دائیں جانب کو ایک اوپن کچن بنا ہوا تھا جو ہر طرح کی جدید سہولیات سے آراستہ تھا۔ کچن کے آگے ہی دو بیڈ رومز بنے ہوئے تھے۔ ان کی خوبصورتی اور سجاوٹ بھی قابل ستائش تھی۔ کمروں اور کچن کے آگے کھلا سا لاؤنج بنایا گیا تھا۔ لاؤنج میں سوفا سیٹ رکھا گیا تھا جس سے لاؤنج کی خوبصورتی مزید دو بالا ہو گئی تھی۔ عنایہ اور زرشالا منہ کھولے اپارٹمنٹ کا جائزہ لے رہی تھیں جب زیان اور سفیان کی انٹری ہوئی تھی۔ چلو لڑکیوں بڑی بھوک لگ رہی ہے۔ فوراً کچن میں جاؤ اور کھانے کا "کچھ بندو بست کرو۔"

زیان نے آتے ساتھ صوفہ پر نیم دراز ہوتے ہوئے ادھ کھلی آنکھوں سے ان پر حکم صادر کیا تھا۔

سفیان بھی اس کے ساتھ کچھ ایسی ہی حالت میں لیٹ چکا تھا۔ عنایہ تو ان کو اگنور کر کے سنگل صوفہ پر بیگ رکھ کر بیٹھ چکی تھی۔ پر زرشالا ساری تھکن بھولائے ان کو گھورنے میں مصروف تھی۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟ ہاں؟ تم یہاں ہم پر حکم چلاؤ گے ٹھہر جاؤ"

"ابھی ریاض سر کو فون ملاتی ہوں۔

اس کی بات سن کر سفیان نے بمشکل آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔

"ریاض سر کو بتاؤ گی کیسے؟"

اس نے ہونٹوں پے شریر مسکراہٹ سجائے کہا تھا۔

"ابھی تمہارے سامنے بتاتی ہوں انہیں دیکھنا تم۔"

ان دونوں کی گفتگو کے دوران عنایہ اور زیان خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے یا پھر شاید دونوں ان کی گفتگو سن ہی نہیں رہے تھے۔

عنایہ نے بھی سر صوفہ کی بیک پے ٹکایا ہوا تھا اور آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔

"ہاں ہاں کرو کرو۔"

سفیان نے اسے اور اکسایا تھا۔ زرشالا نے اسے گھورنے کے بعد ریاض حمد کو فون ملایا تھا پر افسوس فون لگ ہی نہیں رہا تھا اور لگ بھی کیسے سکتا تھا۔

"ہاں پھر ہو گئی بات؟"

سفیان نے اسے مزید چڑانے کے لیے ایسا کہا تھا۔ جس پر زرشالا نے صوفہ پر رکھا پلو اس کو کھینچ کر مارا تھا۔
"زیان اٹھ۔"

اس نے تقریباً سوتے ہوئے زیان کو جھنجھوڑ ڈالا تھا۔ وہ ہڑبڑا کر آنکھیں ملتے ہوئے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا ہے اب؟"

زیان غنودگی میں بولا تھا

زیان دیکھو نہ ریاض سر کو کال بھی نہیں جا رہی جب کے میں نے"
"یہاں آنے سے پہلے ہی بیلنس کروایا تھا۔"

زیان نے اسے ایسے دیکھا تھا جیسے کھوج رہا ہو اس کے اوپر والے پورشن میں دماغ نامی چیز موجود بھی ہے یا نہیں۔

اف زرشنی تم اپنا دماغ بھی کبھی استمال کر لیا کرو۔ پاکستانی سم یہاں "

"دہئی میں کیسے چلے گی؟ حد کرتی ہو تم بھی

عنایہ بھی ان کی اونچی آواز کی وجہ سے اٹھ بیٹھی تھی۔

"اوہ ہاں یہ تو میرے دماغ میں ہی نہیں آیا۔"

اس نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

"دماغ ہوگا تو آئے گا نہ"

سفیان اسے کہہ کر رکا نہیں تھا اس نے ایک بیڈروم کی جانب دوڑ لگا

دی تھی۔ زرشالا نے اس کی جانب ایک پلو اچھالا تھا پر وہ پلو دروازے

سے ٹکرا گیا تھا کیوں نے سفی نے پہلے ہی اندر جا کر دروازہ بند کر دیا

تھا۔

"اٹھ جاؤ لڑکی کب سے اٹھا رہی ہوں میں تمہیں۔"

عنایہ نے اب کی بار زچ ہوتے ہوئے کہا تھا۔ وہ کب سے زرشالا کو

اٹھانے کی کوشش کر رہی تھی مگر بے سود۔ وہ تو جیسے گدھے گھوڑے

سارا کچھ ہی بیچ کر سو گئی تھی۔ اور اب اٹھنے کا نام بھی نہیں لے رہی

تھی۔ عنایہ نے تنگ آ کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا پانی سے لبالب بھرا جگ
اس کے اپر الٹ دیا تھا۔

"بچاؤ بچاؤ میں سمندر میں ڈوب رہی ہوں۔ بچاؤ مجھے کوئی تو بچاؤ۔"

لو جی اوور ایکٹنگ شروع ہو گئی اس کی "

"زرشتی اٹھ جاؤ کونسے سمندر میں ڈوب رہی ہو تم

عنایہ اب اس کی حرکتوں سے مکمل بیزار ہو گئی تھی۔ اس لیے اس
کے اوپر سے کمبل اتار کر اسے ہوش کی دنیا میں واپس لائی تھی۔

"یار کیا ہو گیا ہے سونے بھی نہیں دیتی تم مجھے "

ٹائم دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ میں نے فجر کی نماز پڑھ لی ہے تم نے نہیں "

"پڑھنی کیا اٹھ جاؤ۔ کوئی بھی نہیں اٹھا اب تک تم تینوں میں سے

"اچھا"

وہ اتنا کہ کر دوبارہ کمبل میں گھس گئی تھی۔

عنایہ اسے ایسے ہی چھوڑ کر باہر لاؤنج میں آگئی تھی۔ کچھ ہی سیکنڈز

بعد زیان بھی بالکل فریش نک سک تیار ہو کر باہر نکلا تھا۔ بلیک کلر

کا ٹراؤزر اور لوز سی گرین کلر کی ٹی شرٹ پہنے وہ بہت خوبرو لگ رہا

تھا۔ پاؤں میں جو گرز پہن رکھے تھے۔ بالوں کو اچھی طرح سیٹ کیے
 آج اس نے چشمہ نہیں لگایا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی کہیں
 جانے کے لیے تیار ہو۔ عنایہ کو وہاں پہلے سے موجود دیکھ کر حیران
 ہوا تھا۔

"تم یہاں؟ اتنی جلدی اٹھ گئی؟"

"جی وہ نماز پڑھ کے نیند نہیں آتی اس لیے۔ آپ کہیں جا رہے ہیں؟"
 عنایہ نے اس سے پوچھا تھا۔

ہاں وہ یہاں پاس میں ہی ایک بہت بڑا پارک ہے وہیں جا رہا ہوں"
 "جو گنگ کرنے۔"

وہ کہہ کر گیا نہیں تھا وہیں رک گیا تھا۔ شاید دل میں شدت سے جنم
 لیتی خواہش کو لبوں تک رسائی دینا چاہتا تھا۔ پر ہمت نہیں کر پا رہا
 تھا۔ کچھ یہی حال عنایہ کا بھی تھا پر اپنے منہ سے اس کے ساتھ چلنے
 کا کہنا اسے معیوب لگ رہا تھا۔ کیسے کہوں یا نا کہوں کے درمیان دل
 اور دماغ کی جنگ میں دونوں وہیں کھڑے ایک دوسرے کو دیکھ رہے

تھے۔ تبھی ایک ہی لمحے میں دونوں نے اپنی اپنی خواہش کو لفظوں میں بیان کیا تھا۔ ایک نے سوال کیا تھا دوسرے نے جواب دیا تھا۔
 "میں بھی چلوں آپ کے ساتھ؟"

"تم بھی چلو میرے ساتھ؟؟؟"

دونوں ہی اپنی اپنی بات کے ایک ہی مفہوم پر ہنس دیے تھے۔ دونوں ہی تنہائی کی وجہ سے دوسرے کا ساتھ چاہتے تھے۔ تھوڑے دیر کے لیے ہی سہی پر دونوں ایک ہی چاہ کر رہے تھے۔
 "اوکے دو منٹ رکیں میں ریڈی ہو کر آتی ہوں۔"

زیان نے سر ہلا دیا تھا۔ اور وہیں صوفہ پر بیٹھ گیا تھا اسے فیس بک پر پڑھا ہوا لطیفہ یاد آیا تھا۔

عورتوں کا دو منٹ میں ریڈی ہو کر آنا سب سے بڑا جھوٹ اور مذاق "ہے۔"

چلو آج ہم بھی دیکھ لیتے ہیں۔ کیا سچائی ہے اس بات میں وہ سوچتے ہوئے ہنس دیا تھا۔ پورے دو منٹ کے بعد ہی اسے عنایا آتی ہوئی دکھائی دی تھی۔ پیچ کلر کا گھٹنوں تک آتا ہوا کرتا اور ساتھ بلیک کیپری

میں وہ بے پناہ حسین لگ رہی تھی۔ پاؤں کو کینوس شوز میں قید کیے اور سر پر بلیک ہی کلر کا حجاب اوڑھے وہ باہر جانے کے لیے تیار کھڑی تھی۔ حجاب اس نے پہلے بھی لیا ہوا تھا۔ نماز کے بعد اس نے کھولا ہی نہیں تھا۔ پر اب پنز کے ساتھ سیٹ کر کے باہر آئی تھی۔ وہ پورے دو منٹ میں باہر آئی تھی۔ جس پر زیان بہت تعجب سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟ کیا ٹھیک نہیں لگ رہی؟"

اپنی طرف زیان کو یوں دیکھتے ہوئے وہ پریشاں ہو گئی تھی۔

"نہیں نہیں بلکل پرفیکٹ لگ رہی ہیں۔ چلیں؟"

عنایہ نے مدہم مسکراہٹ کے ساتھ سر اقرار میں ہلایا تھا۔ اور دونوں باہر کی جانب چل دیے۔

"آپ کو کیسے پتا یہاں پارک ہے؟"

وہ قدم بہ قدم ساتھ چلتے ہوئے ہلکی پھلکی گپ شپ کرتے ہوئے چہل قدمی کر رہے تھے۔

"لاسٹ ٹائم جب آیا تھا تو کافی جگہ گھوم کر گیا تھا۔ اس لیے"

اوہ "وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی تھی۔"

ابھی بھی دونوں کے درمیان تکلف اور جھجک کی ایک دیوار حائل

تھی۔ جس نے وقت کے ساتھ ساتھ خودی ڈھے جانا تھا۔

"تم واک کرتی ہو روز؟"

زیان نے اس سے پوچھا تھا۔

جی جب تک نانو کو جوڑوں کا مسئلہ نہیں تھا ہم دونوں روز صبح"

فجر کی نماز کے بعد واک کے لیے جایا کرتے تھے۔ پر اب ان سے گھر

میں چلنا ہی مشکل ہو گیا ہے اس لیے میں اکیلی بھی نہیں جاتی۔ زرش

"کے ساتھ جا تو سکتی ہوں مگر وہ اٹھے تو نہ

اس نے اینڈ پے گندا سا منہ بنایا تھا جسے دیکھ کر زیان کے لبوں پے

مسکراہٹ بکھڑی تھی۔

"آپ نے آج گلاسز نہیں لگائیں؟"

نہیں وہ تو بس میں شوق کی وجہ سے لگاتا ہوں نظر تو الحمد للہ بالکل"

"ٹھیک ہے میری۔"

عنایہ نے بس سر ہلانے پر اکتفا کیا تھا۔

"ایک بات کہوں مانو گی؟"

وہ اچانک اس کے سامنے آ کر بڑے مان سے پوچھ رہا تھا۔

"جی؟"

تم مجھے آپ نا کہا کرو۔ قسم سے مجھے اپنے اور دادا کی عمر میں فرق "

"ہی نہیں فیل نہیں ہوتا پھر۔

عنایہ اس کی بات سن کر بے ساختہ ہنس دی تھی۔

ہنس کیوں رہی ہو؟ زرشالا بھی تو مجھے اور سنی کو تم کہہ کر ہی بلاتی "

"ہے تو تم بھی ہمیں ایسے مخاطب کر سکتی ہو

اس نے ہنسی روک کر اسے دیکھا تھا۔

ہاہا سنی کو میں بھی تم کہہ کر ہی بلاتی ہوں۔ بس آپ کو آپ کہتی "

"ہوں پر آج اس بات کا پتا چلا آپ کو عزت نہیں اس

وہ دوبارہ سے بے تحاشا ہنسنے لگی تھی۔ پر اس بار اس کے قہقہہ میں

زیان کا قہقہہ بھی شامل تھا۔

"کہاں گئی تھی طوطا مینا کی جوڑی"

ان کو اپارٹمنٹ میں داخل ہوتا دیکھ کر سفیان نے وہیں سے بیٹھے بیٹھے
آواز لگی تھی۔

"تجھے کیوں بتائیں پاکستان کے سوئے مستقبل؟"

"اوہ ہو بتانے لائک نہیں کے کہاں سے آرہے ہو۔۔ نو پرابلم"

اس نے ایک آنکھ دباتے ہوئے کہا تھا۔

جس پر عنایا نے کہا تھا۔

"جب بھی بولنا فضول ہی بولنا تم تو"

"ہی ہی"

عنایہ کے ایسا کہنے پر سفیان نے دانتوں کی نمائش کی تھی۔ اور اس کی

اس حرکت پے زیان نے اس کے منہ پر ہی مکا رسید کیا تھا۔

"ہائے منہ توڑ دیا تو نے"

وہ کراہتے ہوئے کہ رہا تھا۔ اسی لمحے دروازہ کھلا تھا اور فریش سی

زرشالا لاؤنج میں آئی تھی۔ ان سبھی نے نظریں گھما کر پہلے زرشالا کو

دیکھا تھا پھر وال کلاک کو اور پھر سب نے صوفے سے دو دو پلو اٹھا

کر زرشالا کی طرف پھینکے تھے۔ وہ اس افتاد پے حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ پر وہ کہاں باز آنے والی تھی اس نے بھی سارے پلو ان کی طرف دوبارہ اچھالے تھے۔ اور یہاں ایک جنگ شروع ہوئی تھی جس میں ہتھیار خنجر اور تلواروں کی بجائے پلو تھے۔ اور یہ دنیا کی پہلی جنگ تھی جس میں مخالف دشمن نہیں دوست تھے۔ اور اس میں جانی نقصان کیا کسی کو ہلکی سی کھڑوچ بھی نہیں آئی تھی۔

"عنا یہ وہ دیکھو زیان اور سفیان آ رہے ہیں۔"

وہ دونوں بالکنی کی ریکنگ سے ٹیک لگائے زیان اور سفیان کا انتظار کر رہیں تھیں۔ جو ناشتہ لے کر آنے کا کہہ کر نا جانے کہاں چلے گئے تھے۔ ایک گھنٹہ ہو گیا تھا ان کا انتظار کرتے ہوئے اور وہ اب آتے دکھائی دیے تھے۔

"اچھا چلو پھر نیچے جا کر برتن لگاتے ہیں"

"میں بس پاس کھڑی رہوں گی تم لگا دینا"

زرشالا نے اس کے گال کھینچتے ہوئے بڑے لاڈ سے کہا تھا۔
 ٹھیک ہے پھر جب ہم ناشتہ کریں گیں تب بھی تم پاس بیٹھی رہنا"
 "اوکے

عنایہ نے بظاہر تو بڑے پیار سے کہا تھا پر اس کی بات کا مفہوم جان
 کر زرشالا نے اس کے کندھے پے تھپڑ رسید کیا تھا۔
 "عنایہ کی بچی رکو ذرا"

عنایہ بھی اس کے تھپڑ کے جواب میں اس کے سارے بال خراب کر
 کے بھاگ گئی تھی جنہیں سیٹ کرنے میں اسے ایک گھنٹہ لگا تھا۔
 وہ یونہی چیختی چلاتی ہوئی سیڑھیاں اتر رہی تھیں جب سامنے سے
 زیان اور سفیان آتے دکھائی دیے۔

لگتا ہے یہاں تیسری جنگِ عظیم چل رہی ہے۔ چل زیان ہم غلط"
 "ایڈریس پر آگئے ہیں۔

سفیان نے ایک نظر انہیں دیکھ کر زیان کو کہا تھا وہ بھی ان دونوں کو
 دیکھنے کم گھورنے میں زیادہ مصروف تھا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟"

وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ آواز تھوڑی اونچی تھی۔
 "تمہیں کیا ہوا ہے جاتے وقت تو بالکل ٹھیک تھے؟"

زرشالا نے اس کے قریب آتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کچھ نہیں اسے کیا ہونا ہے"

سفیان نے ناشتے کا شاپر عنایہ کو پکڑتے ہوئے کندھے اچکا کر کہا تھا
 "کچھ تو ہوا ہے"

اب کی بار عنایہ نے ناشتے والا شاپر اوپن کچن کی شیلف پر رکھتے ہوئے
 کہا تھا۔

کچھ نہیں بیچارہ سیریس ہونے کی پریکٹس کر رہا ہے تھوڑی دیر تک "
 میٹنگ میں بھی تو جانا ہے اب ہم سب ساتھ ہوں تو بمشکل زیادہ سے
 زیادہ ایک منٹ تک فل سیریس رہ سکتے ہیں۔ اب وہاں ہمارا سینئر بن کر
 "ساری ڈیلنگز اسی نے تو دیکھنی ہیں۔ اس لیے پریکٹس ہو رہی ہے۔"

بات پوری کر کے سفیان ہنس پڑا تھا۔ عنایہ اور زرشالا بھی ہنستے ہوئے
 اسے دیکھ رہی تھی۔ جس کا ضبط سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

"اوہ ہو تو یہ بات ہے۔"

عناہیہ نے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

چل اب بس بہت برداشت کر لیا ہے تو نے۔ ہنس لے چہرہ دیکھ اپنا"
"ٹماٹر لگ رہا ہے تو۔

سفیان نے اس کے چہرے کو باغور دیکھتے ہوئے کہا تھا۔
نا کر یار جیسی ہماری حرکتیں ہیں ہم لوگ وہاں کچھ الٹا سیدھا کر آئیں"
"گیں۔

نہیں اب کام کے معاملے میں تو ہم تھوڑی دیر تک سیریس رہ ہی لیں"
"گیں۔

عناہیہ نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"ہاں ہم رہ سکتے ہیں پر یہ دونوں نہیں"

زیان نے انہیں دیکھ کر نفی میں سر ہلایا تھا جو ناشتے کے شاپر میں ہاتھ
ڈال کر اوپر اوپر سے ہی کھانے میں مصروف تھے۔

چلو پہلے ناشتہ کر لیتے ہیں اس سے پہلے کے یہ دونوں سارا ہی ختم کر"
"دیں۔

زیان نے بھی اس کی بات کی تائید کی تھی اور ہاتھ دھونے واشروم چلا گیا تھا۔

"ہم وہاں کے لیے کتنے بجے نکلیں گیں؟"

زرشالا نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ لوگ ناشتے سے فارغ ہو کر پریزنٹیشن ریڈی کر رہے تھے جس میں ان کی اپنی کمپنی کی بیسک ڈیٹیلز تھیں۔ پریزنٹیشن کا سارا کام عنایہ سفیان اور زیان نے کمپلیٹ کیا تھا زرشالا کا اس کام میں کوئی کنسرن نہیں تھا اس لیے وہ ان سب سے تھوڑا سا دور صوفے پر بیٹھی موبائل پر گیمنز کھل رہی تھی۔ اب وہ موبائل یوز کرتے کرتے بور ہو گئی تھی۔ اس لیے انہیں مخاطب کیا تھا۔

بجے وہاں پہنچنا ہے۔ سلمان حیدر کا آفیشل آفس یہاں سے تھوڑا 4" دور ہے اس لیے ہمیں 3 بجے یہاں سے نکلنا ہوگا تاکہ ٹائم سے وہاں پہنچ جائیں۔

اچھا تو پھر اب 1 بج گے ہیں ہم لوگ ریڈی ہو جاتے ہیں۔ تم لوگوں " کا کتنا کام رہ گیا ہے ؟

اب سفیان بھی اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جبکہ عنایہ کا سارا دھیان پریزنٹیشن کی طرف تھا۔ جسے وہ فائنل ٹچ اپ دے رہی تھی۔

"ہاں تم تو ابھی جا کر فیس پینٹ کر لو۔"

اس کی بات سن کر زرشالا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا پر سفیان اور زیان کے ساتھ ساتھ لیپ ٹاپ پر انگلیاں پھیرتی ہوئی عنایہ کا بھی جاندار قہقہہ نکلا تھا۔

میک اپ یار میک اپ جس کے بغیر ہم دونوں کا ایون کے عنایہ کا " بھی گزارا ہو جاتا ہے۔ پر تمہارا نہیں ہو سکتا

سفیان یہ کہہ کر دوبارہ ہنسنے لگا تھا۔ اس کی بات سمجھ کر زرشالا نے عرصے سے دانت بھینچے تھے۔

"رکو ذرا تم تو۔"

زرشالا یہ کہتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔ جب کے زیان نے دونوں کو ہی اگلی مار کٹائی والی پیش قدمی کرنے پر روک دیا تھا۔

آج ہمارے لیے یہ بہت امپورٹنٹ ایونٹ ہے۔ ہم اپنی کمپنی کی "نمائندگی کر رہے ہیں۔ سو کوئی گڑبڑ نہیں ہونی چاہیے۔ سب کی "ڈریسنگ ایک فارمل ڈنر کے لیے ہونی چاہیے ڈیسنٹ سی۔

زیان نے ان سب کو مخاطب کر کے سمجھایا تھا کیوں کہ ان سبھی سے کسی بھی موقع پر کچھ بھی توقع کیا جا سکتا تھا۔

پر یار میں تو سوچ رہا تھا کہ ایسے تیار ہو کر جاتے ہیں جیسے ہماری "پھوپھی کا ولیمہ ہو انھیں بھی تو پتا چلے کہ پاکستان کا کلچر کیا ہے۔

"بہت مزہ آئے گا۔"

سفیان نے جوش میں اونچی آواز سے کہا تھا۔

"پتا تھا مجھے تیرے اٹے دماغ کا اسی لیے پہلے ہی بتا دیا ہے میں نے۔"

اس کی بات سن کر سفیان نے دانت نکالے تھے۔

جبکہ عنایہ اور زیان ہنس دے تھے۔ زرشالا منہ پھلا کر بیٹھی ہوئی تھی

جو اس بات کا اظہار تھا کہ وہ ان سبھی سے ناراض ہے۔

بلیک کلر کی گھٹنوں تک آتی فراک جس میں گولڈن کلر کا ہلکا پھلکا نفیس کام ہوا تھا۔ اس کے نیچے گولڈن کیپری اور پاؤں میں خوبصورت سی گولڈن ہی سینڈل پہنے وہ کسی حور سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ سر پر گولڈن دوپٹے کا ہی حجاب کیا ہوا تھا۔ چہرے پر صرف مسکارا اور ہلکی سی پنک لپسٹک لگائے وہ دنیا تسخیر کرنے کی صلاحیت رکھتی تھی۔ اس کے روشن سفید چہرے پر اتنے سے میک اپ سے وہ کوئی آپسرا ہی معلوم ہوتی تھی۔ اپنے سراپے کو آخری بار شیشے میں دیکھ کر پوری تسلی کر کے وہ بیڈ کے قریب آئی تھی۔ جہاں زرشالا بریسلٹ پہننے میں مصروف تھی پر وہ اس سے بند نہیں ہو رہا تھا۔

"لاؤ میں ہیلپ کر دوں؟"

عناہ نے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا حسین تو بلاشبہ وہ بھی بہت لگ رہی تھی۔

گرے کلر کی فراک کے نیچے بلیک کلر کی ٹائٹس پہنے بالوں کو کرل کر کے پیچھے کو کیا ہوا تھا۔ آنکھوں پر عنایہ ہی کی طرح صرف مسکارا لگایا تھا۔ جس سے اس کی آنکھیں مزید حسین لگ رہیں تھیں۔ زرشالا نے تو

سموکی آئی میک اپ کرنے کی بہت ضد کی تھی مگر عنایہ نے بہت مشکل سے اسے ایسے کرنے سے باز رکھا تھا۔ کیوں کہ وہ سب وہاں ڈیسنٹ ڈریسنگ کر کے جانا چاہتے تھے۔ پر میک اپ کی شوقین زرشالا کو میک اپ کرنے سے دور رکھنا جان جو کھوں کا کام تھا اور یہ کام فلوقت عنایہ کے ذمہ تھا۔ زرشالا نے ہونٹوں پر ڈارک پنک کالر کی لپسٹک لگائی تھی۔ لپسٹک لگاتے وقت عنایہ چیخ کرنے واشروم گئی تھی نہیں تو اسے ایسا کرنے ہر گز نا دیتی۔ جب عنایہ نے اسے لپسٹک ہلکی کرنے کا کہا تھا تو زرشالا نے انتہائی معصوم شکل بنا کر عنایہ کو بتایا کہ وہ محترمہ تو میٹ لپ گلووز لگا چکی ہیں۔ جس پر عنایہ نے اسے دیکھ کر نفی میں سر ہلایا تھا۔ اس نے پاؤں کو بلیک کالر کی سینڈل میں قید کیا ہوا تھا۔ وہ دونوں انتہائی خوبصورت لگ رہی تھیں۔ وہ دونوں مکمل ریڈی ہو کر باہر نکلیں تو زیان اور سفیان موبائل میں سیلفیاں لینے میں مصروف تھے۔ ان دونوں کی طرف ان کی پشت تھی۔

"ہمارے بغیر ہی شروع ہو گئے ہو تم دونوں؟"

دونوں ہاتھ کمر پر رکھے زرشالا نے غصے سے انہیں دیکھا تھا۔ اس کی آواز سن کر ان دونوں نے پیچھے مڑ کر انہیں دیکھا تھا جو جانے کے لیے بالکل ریڈی تھیں۔ جب چاڑوں کی نظریں ملیں تو جیسے وقت کے ساتھ ساتھ انکی سانسیں بھی تھمیں تھیں۔ زیان نے بھی بلیک چمکتے جوتوں کے اوپر بلیک کلر کا ٹو پیس پہن رکھا تھا۔ دوسری طرف سفیان بھی بلیک اور گرے کلر کے کنٹراسٹ میں ٹو پیس پہنے ہوئے تھا۔ وہ دونوں بلاشبہ بہت وجیہ مرد تھے۔ ان سب کے درمیان خاموشی کو زرشالا کی آواز نے توڑا تھا۔

ہاں بھئی سفیان بتاؤ تم نے کب ہماری آج کی ڈریسنگ کے پلانز سنے " تھے؟ سچ سچ بتاؤ تم میری اور عنایہ کی باتیں چھپ چھپ کر سنتے ہو "نہ؟ اسی لیے تم دونوں نے ہماری نقل کی ہے

وہ منہ پھلائے کہہ رہی تھی۔ اس کی بات سن کر سفیان کو چکڑ آیا تھا اور باقی دونوں نے اپنی مسکراہٹ چھپائی تھی۔

اوہ بی بی کس خوشنہمی میں ہو تم؟ ہم بھلا کیوں تم دونوں کی نقل " کرنے لگے؟ بلکہ تم یہ بتاؤ تم نے میری اور زیان کی پلاننگ کب سنی تھی ہاں؟

سفیان نے بھی برابر کا جواب دیا تھا۔ جس پر زرشالا نے غصے سے اسے دیکھا تھا۔

بجائے اس کے کہ تم اپنی غلطی مان لو الٹا مجھ پر چڑھائی کر رہے ہو " بدتمیز انسان

زرشالا غصے سے بولی تھی۔

"غلطی ہوتی تو ضرور مان لیتا"

اس نے بھی گھور کر جواب دیا تھا لبوں پر مچلتی شرارتی مسکراہٹ صاف واضح تھی۔

"تم ایسے نہیں مانو گے رکو ذرا"

زرشالا یہ کہتے ہوئے آگے بڑھنے لگی تھی اسی لمحے سفیان نے اس کو بازوؤں سے پکڑ کر گھوما ڈالا تھا زرشالا ابھی اس کی عقل ٹھکانے لگانے والی تھی پر سامنے کا منظر دیکھ کر اسے سفیان کی کاروائی کا مقصد سمجھ آ

گیا تھا۔ ان دونوں کو جھگڑتا دیکھ کر زیان نے عنایہ کو اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا تھا جس پر عنایہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

زیان نے اسے دوبارہ بلایا تھا عنایہ اس بار بغیر کچھ کہے اس کے قریب چلی آئی تھی۔ زیان نے اپنا لمبا ہاتھ اونچا کیا تھا۔ اور موبائل کے کیمرے میں ان دونوں کی سیلفی لی تھی۔ اس ایک سیلفی کے بعد ایک کے بعد ایک سیلفی لی جا رہی تھی جس میں مختلف پوز بنائے جا رہے تھے۔ وہ دونوں ہم رنگ کپڑوں میں ایک خوشحال شادی شدہ جوڑا لگ رہے تھے۔ ان دونوں کو یوں مگن انداز میں سیلفیاں لیتے دیکھ کر زرشالا اور سفیان نے دل میں ماشاء اللہ کہا تھا وہ دونوں ساتھ کھڑے بہت اچھے لگ رہے تھے۔ پھر دونوں نے تالیاں بجا کر ان کی توجہ اپنی طرف کروائی تھی۔ عنایہ تو ان دونوں کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر نظریں گھوما گئی تھی۔ جب کے زیان بغیر کوئی اثر لیتے ہوئے بولا تھا۔

ہو گیا تم دونوں کا مسئلہ حل؟ کہ کس نے نقل کی ہے اور کس نے"

پلاننگز سنی ہیں؟ چل سنی میرے بھائی ہماری ایک تصویر تو لے دیکھ بلر

"نا ہو۔ بلکل پرفیکٹ آنی چاہیے۔"

اس کی بات سن کر جہاں عنایہ کو جھٹکا لگا تھا وہیں زرشالا اور سفیان نے انہیں شرارتی نظروں سے دیکھا تھا۔ اب منظر کچھ یوں تھا کہ زیان اور عنایہ ایک ساتھ کھڑے کیمرے کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ اور زرشالا سفیان کے کان میں گھس کر اسے الٹے سیدھے مشوروں سے نواز رہی تھی۔

"چلو بس ہو گئیں؟"

وہ کب سے ایک ہی پوزیشن میں کھڑے رہ کر تھک گئے تھے۔

"ہاں ہاں"

زیان اس سے موبائل لے کر تصویریں دیکھنا چاہتا تھا۔ پر سفیان نے اسے یہ کہہ کر نہیں دیا تھا

"یار ابھی گروپ سیلفی تو رہتی ہے"

اس کے بعد انہوں نے ڈھیر ساری گروپ تصویریں بنائی تھیں۔ ایک کے بعد ایک سبھی تصویریں بہت اچھی آئی تھیں۔

"چلو اب ٹائم کافی ہو گیا ہے ہمیں نکلنا چاہیے"

زیان نے اپنی رسٹ واپس دکھاتے ہوئے انہیں وقت کی کمی کا احساس دلایا تھا اور وہ سب نیچے کار پورچ کی جانب بڑھ گئے تھے۔

اس کے خوبصورتی سے پالش کیے ہوئے جوتوں پر ایک نوکیلی چیز چبھی تھی۔ اس سے پہلے کے وہ درد سے چیختا بالوں کو کرل کیے ہوئے ایک لڑکی باہر نکلی تھی۔ جو اسی کے ہم رنگ لباس میں موجود تھی۔ سفیان کو اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ بڑی جاندار مسکراہٹ لبوں پر لائی تھی۔ اور اپنی سینڈل کی ہیل اس کے جوتے سے ہٹائی تھی۔ اور اسکو پیچھے دھکیلتے ہوئے آگے بڑھی تھی۔ سفیان نے غصے سے اس کی پشت کو گھورا تھا۔ اور اگلے ہی لمحے اس کے سامنے آ کر کھڑا ہوا تھا۔

"کیا بد تمیزی ہے یہ؟"

وہ غصے سے بولا تھا۔ نظریں ہنوز اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں جو آج معمول سے بڑھ کر حسین لگ رہا تھا۔

"کونسی بد تمیزی؟"

اس نے تو جیسے معصومیت کے سارے ریکارڈ طور کے گنیز بک آف ورلڈ ریکارڈز میں اپنا نام لکھوا لیا تھا۔

یہ جو تم نے میرے جو توں کو اپنی ہیل سے زخمی کیا ہے وہ والی "بد تمیزی۔"

اوہ تو تمہیں کس نے کہا تھا کہ گاڑی سے اتر کر وہیں جم جاؤ ہم نے "بھی تو نکلنا تھا کے نہیں؟" اس نے تڑخ کر جواب دیا تھا۔

اوہ میں یہ بات کیوں بھول جاتا ہوں کے پاکستانی عورتیں کبھی اپنی "غلطی نہیں مانتیں"

مان بھی لیں تو دس سیکنڈز کے بعد ہمیں احساس دلاتی ہیں کے غلطی ہماری ہی ہے وہ تو جنت کی حوریں ہیں ان سے تو غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔"

اس نے اپنے بالوں کو سیٹ کرتے ہوئے کہا تھا چہرہ دوسری جانب کیا ہوا تھا اس لیے زرشلا نے اس کے چہرے پر موجود شرارتی مسکراہٹ نہیں دیکھی تھی۔

"تم نے مجھے پھر سے عورت کہا"

وہ غصے سے زیادہ ہی اونچی آواز میں بولی تھی جسے سن کر زیان اور عنایہ نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔

زرشی بس بھی کرو۔ اسکا کام ہی فضول بولنا ہے چھوڑو تم اسے آؤ ہم' چلیں"

عنایہ اسے ڈانٹ کر کہتی اسکا ہاتھ پکڑ کر بلڈنگ کی طرف چل دی تھی۔ سفیان کا اسے غصے سے منہ پھلا کر جاتے دیکھ کر قہقہہ نکلا تھا۔

"شرم کر ہمیشہ اسے ستانا رہتا ہے تو"

زیان نے اسے شرم دلائی تھی پر اسے کیا پتا تھا کہ وہ تو آئی فون خریدنے کے چکڑ میں شرم ہی بیچ آیا تھا۔

"تو بھی تو ایسے ہی کرتا تھا سیمبل کے ساتھ۔ بھول گیا ہے کیا تو؟"

"اسے کیسے بھول سکتا ہوں میں۔ آ رہی ہے وہ بھی پاکستان"

اس کی آنکھوں میں سیمل کا ذکر کر کے چمک آئی تھی۔ جو ان کی جانب آتی عنایہ کی نظروں سے چھپنا سکی تھی۔ اس کو ایک دم پچھینی نے آگھیرا تھا اور اپنی اس بدلتی کیفیت کو سمجھ کر بھی انجان بنتے ہوئے اس نے زیان کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے سفیان کو مخاطب کیا تھا۔

"چلیں اب اندر یا باہر کیمپ لگا دوں تمہیں؟"

اس کا لہجہ تپا ہوا تھا صاف ظاہر تھا کہ یہاں آتے ہوئے اسکا موڈ جتنا خوشگوار تھا اب اس کے موڈ میں نمایاں تبدیلی آئی تھی۔

نہیں کیمپ فائر بھی لگا دو بلکہ ایسا کرو تم ہی پاس بیٹھ جاؤ آج تو سہی"

"فائر لگ رہی ہو۔"

سفیان کی بات سن کر اس نے طیش بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا اور رخ موڑ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"ارے میرا مطلب تھا کہ لہجہ آگ برس رہا ہے اس لیے"

اس نے اپنے منہ کے تقریباً سارے دانتوں کی نمائش کی تھی۔ پر عنایہ کا جواب سن کر وہ دونوں ساکت ہو گئے تھے۔

ہاں بس آج کل لوگوں کو یہ نظر آتا ہے کہ ہم آگ ہیں اور تباہی " مچا دیتے ہیں پر کوئی فرض شناس یہ کیوں نہیں دیکھتا کہ جسے ہم آگ کہہ رہے ہوتے ہیں اس کا پورا وجود آگ کی تپش میں جھلس رہا ہوتا ہے۔ ہم بس اپنا نفع و نقصان دیکھتے ہیں۔ کسی کی تکلیف تڑپ کا ہم اندازہ بھی نہیں لگاتے اور بڑے فخر سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ ہم محسوس کر سکتے ہیں تمہارا درد۔ کیا ایسے لوگ واقعی درد محسوس کر سکتے ہیں؟ نہیں ہر گز نہیں جب تک آپ ایک صورتحال سے گزرے نا ہوں آپ کیسے اس کیفیت کو محسوس کر سکتے ہیں؟؟ میں ایسے لوگوں " کی اس بات سے مکمل اعتراض کرتی ہوں۔

اپنی بات مکمل کرتے ہوئے اسکی آنکھوں سے دو موتی ٹوٹ کر گرے تھے۔ اس سے پہلے کے کوئی اس کے اچانک سے بے حد سنجیدہ ہونے کی وجہ پوچھتا یہ انہیں پیچھے سے ہاتھ کے اشارے سے اندر آ جانے کا کہہ گئی تھی۔

"کیا ہے یا لڑکی؟ ایک سیکنڈ میں اس کا موڈ بدلتا ہے۔"

زیان نے حیرت سے دور جاتی ہوئی عنایہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ کیوں کہ عنایہ کے چھپانے کے باوجود وہ اس کے آنسو دیکھ چکا تھا۔

"اوہ ہو تو بڑا سمجھنے لگا ہے اسے۔ خیر ہے بھائی؟"

سفیان اس سے استفسار کر رہا تھا۔

اوہ ہیلو تو اپنی والی پر دھیان دے کب سے تیرے سے ناراض ہو کر اندر گئی ہوئی ہے وہ اور تجھے ذرا فکر نہیں۔ اور مجھ پر کم ہی نظر رکھا

"کر۔"

تجھے بڑا پتا ہے مجھ پے کتنی نظر رکھ رہا ہے تو اور مجھے معاف ہی رکھ

کیسے کہہ دیا تو نے یہ اس نے سن لیا تو تیرا میرا ایک ساتھ قتل

"کر گئی۔"

اس نے خفگی سے کہا تھا۔ جس پر زیان کا جاندار قہقہہ نکلا تھا۔ اور اپنا مختصر سا سامان اٹھا کر وہ آگے کی جانب بڑھ گئے تھے۔

"زرشی"

زرشالا کا دل کیا تھا ایک بار تو اسے ضرور دیکھے اس کے لبوں سے
 زرشئی کتنا اچھا لگ رہا تھا اس کا دل کر رہا تھا کہ وہ بولتا جائے اور وہ
 سنتی جائے۔

"زرشئی سنو تو پلیز"

زرشالا ناراضگی کی وجہ سے اسے مکمل نظر انداز کر رہی تھی پر سفیان
 کی التجائی آواز سن کر اسے چہرہ موڑ کر اسے دیکھنا پڑا تھا۔
 "ہاں کیا ہے؟"

وہ سرد آواز میں بولی تھی۔

دیکھو وہ ریسپشن پر کتنی خوبصورت لڑکی ہے ایسا کرتے ہیں میں وہاں"
 ریسپشن پر جاتا ہوں اور تم تھوڑی دیر بعد آ کر مجھے سر کہہ کر بلانا اور
 بتانا کہ میری آج کی ورک لسٹ میں میٹنگ کا ٹائم ہو رہا ہے اوکے؟
 "پلیز نہ؟"

زرشالا پہلے تو اس کی بے تکی فرمائش پر صاف انکار کرنے والی تھی پر
 کچھ سوچ کر مسکرا دی تھی

"ہاں ہاں تم جاؤ میں پورے پندرہ سیکنڈز کے بعد ادھر ہوں گی"

وہ اس کی طرف مسکرا کر ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کہہ رہا ہو میں تمہارا یہ احسان کیسے اتاروں گا۔ پر کون جانے وہ کیا کرنے والی تھی۔ زرشالا سے کچھ اچھے کی امید رکھنا بیوقوفی تھی۔ وہ سفیان کو پنک کلر کی شرٹ اور بلیک جینز پہنے ریسپشن پر بیٹھے اس لڑکی کے پاس جاتا دیکھ رہی تھی۔ اب وہ مسکرا کر سفیان سے کوئی بات کر رہی تھی جس پر سفیان ایک دو قدم اور آگے بڑھا تھا زرشالا کے پندرہ سیکنڈز اب پورے ہو گئے تھے۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھی اور تیز تیز قدم اٹھاتی ان تک پہنچی تھی۔ سفیان اسے دیکھ کر فارمل ہوا تھا وہ یوں ایکٹ کر رہا تھا جیسے اسکا کوئی ملازم اس سے کسی طرح کی اجازت طلب کرنے آیا ہو۔ وہ بہت مغرور سٹائل میں بولا تھا۔

"ایس؟"

سفیان جو اس خوشفہمی میں تھا کہ ابھی زرشالا مؤدب ہو کر کہی گی کے سر آپ کی میٹنگ کا ٹائم ہو گیا ہے اس کی بات سن کر بھونچکا کر رہ گیا تھا۔

"ڈرائیور جا کر گاڑی سے سامان نکال کر لاؤ"

اس نے اتنا اونچی ضرور بولا تھا کہ وہ لڑکی سن سکے۔ سفیان اس کی بات سن کر غصے سے دانت بھینچتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ اب وہاں کھڑے رہنے کا مقصد بھی باقی نہیں بچا تھا۔ کیوں کہ زرشالا کے آنے سے پہلے وہ ایک کمپنی کے اونر کی حیثیت سے اپنا تعرف کروا چکا تھا۔

میٹنگ بخیر و عافیت ہو گئی تھی جس پر زیان اور عنایہ نے سکون کا سانس لیا تھا۔ کیوں کہ زرشالا اور سفیان سے کسی قسم کی کوئی گڑبڑ کی ہی امید تھی پر اس کے برعکس انہیں شام کو پیزا کھلانے کا وعدہ کر کے زبردستی چپ کروایا ہوا تھا۔ سلمان حیدر نے انہیں میٹنگ برخاست ہوتے ہی بڑا زور دے کر دعوت پر انوائٹ کیا تھا۔ زیان نے بہت مزاحمت کی تھی مگر انھوں نے اس کی ایک بھی نہیں سنی تھی اور اب وہ ان کے گھر موجود تھے۔ جسکی خوبصورتی وہاں کے رہنے والوں کے اعلیٰ ذوق و شوق کی گواہی دیتی تھی۔ کھانا لگا دیا گیا تھا۔ سبھی ہلکی

پھلکی گپ شپ کے درمیان خوشگوار ماحول میں کھانا کھا رہے تھے۔

جب سلمان زیان کی جانب جھکے تھے

"یہ حجاب والی لڑکی آپ کی وائف ہیں؟"

ان کی بات سن کر جہاں زیان کا پانی پیتا ہاتھ رکا تھا وہیں دوسری طرف ان کی دوسری سائیڈ پر بیٹھی عنایہ کی بھی سانسیں اٹکی تھیں۔ وہ ان کی بات سن چکی تھی۔

"نو نو سر شی اس نوٹ مائے وائف"

زیان نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا تھا اور ایک نظر اس حسین لڑکی کو بھی دیکھا تھا جو نظریں نیچے کیے اپنے تاثرات چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ کھانا کھا کر عنایہ سلمان حیدر کی مسز جب کے زیان سلمان حیدر کے ساتھ گپ شپ میں مگن تھے۔ زرشالا اور سفیان واک کے بہانے ان کے گھر کے وسیع لان میں آگئے تھے۔

"سفیان کیا اب ہم یہاں سے چلے جائیں گیں؟"

ہاں تو جس لیے ہم یہاں آئے تھے وہ مقصد ہی ختم تو اب ہمارا کیا"
"کام رہ گیا؟"

وہ جینز کی پاکٹ میں ہاتھ ڈالتا ہوا اس کے ساتھ ساتھ قدم ملا کر چل رہا تھا۔ اسی لمحے اس کا فون بجا تھا

"Excuse me"

وہ فون اٹھاتا ہوا اس سے تھوڑا آگے جا کر سائیڈ پر ہو کے بات کر رہا تھا۔ سلمان حیدر کا بیٹا جو بگڑا ہوا نواب زادہ تھا اس کو اکیلا وہاں دیکھ کر اس کے قریب چلا آیا تھا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑا تھا

"سنی یہ کیا بد تمیزی ہے چھوڑو میرا ہاتھ"

روشنی کم ہونے کی وجہ سے وہ پہچان ناپائی تھی۔ پر دوسری جانب سے کوئی اثر نہیں ہوا تھا بلکہ اس آوارہ لڑکے نے ایک جھٹکے سے اسے اپنے قریب کرنے کی کوشش تھی۔ یہ منظر دیکھ کر سفیان کا خون کھول اٹھا تھا۔ وہ فون بند کر کے پیچھے کو مڑا تھا جو منظر اس کی آنکھوں کے سامنے تھا اسے دیکھ کر اس کی رگیں تن گئیں تھیں۔ اس نے آج تک ناخود سے اپنی محبت کا اعتراف کیا تھا نازر شالا کے سامنے اس کا اظہار کیا تھا۔ آج تک خود اس نے اپنی محبت کو چھوا تک نہیں تھا اور وہ سمجھتا تھا کہ یہ حق اس کو ابھی حاصل بھی نہیں ہے اور وہ سہی سمجھتا

تھا۔ وہ بھاگا تھا اور ایک پل میں اس لڑکے کی گرفت سے زرشالا کو آزاد کیا تھا۔ وہ لڑکا اچانک اس کی آمد سے شرمندہ ہو گیا تھا اور اس سے پہلے کہ وہ بھاگ کر اندر کا رخ کرتا اس کے چہرے پر سفیان کا مکا پڑا تھا جو اس کے چہرے پر نیل اور گہرا سرخ نشان چھوڑ گیا تھا۔ وہ فوراً اپنا آپ اس جنونی لڑکے سے بچا کر گھر کے اندرونی حصے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ پیچھے سے زرشالا روتی چلی جا رہی تھی۔ اور سفیان اسے دلا سے دے رہا تھا کہ تمہاری کوئی غلطی نہیں۔ ریلاکس رہو انہوں نے زیان اور عنایہ کو اس بات سے لاعلم رکھا تھا۔

"یہ بہت غلط بات ہے"

سفیان ناراضگی سے کہہ رہا تھا۔

"ہاں جب کھلانا نہیں تھا تو کہا کیوں تھا"

زرشالا بھی منہ پھولائے کہہ رہی تھی۔

میں نے تو کھانا بھی پورا نہیں کھایا کہ زیان ہمیں آج پیزا کھلا رہا"
"ہے۔"

وہ نروٹھے انداز میں بولا تھا۔

"تو اور کیا اب میرا اتنا موڈ تھا پیزا کھانے کا"

زرشالا بھی روٹھی آواز میں بولی تھی۔

"بس کر جاؤ تم دونوں۔ ایک پیزا کے لیے اتنا لڑ رہے ہو"

عنایہ نے سرد آواز میں کہا تھا۔

"تمہیں کیا پتا عنایہ اس نے ہمیں کھلانا تھا اب یہ مکر گیا ہے"

سفیان نے سچ بتایا تھا۔

دیکھو میں نے کھلانا تھا میں مانتا ہوں پر میں نے شام کو کھلانے کا"

"وعدہ کیا تھا اور اب رات ہو گئی ہے"

زیان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"تو کیا ہوا اس سے کیا فرق پڑتا ہے"

زرشالا اسی لمحے بولی تھی۔

سفیان بھی اپنی رائے دینے ہی لگا تھا کہ اس کے فون میں ریاض احمد کی کال آنے لگی تھی۔

"زیان پہلے ہماری پینلٹی پوری کر"

"جلدی بولو یار مجھے دادا کی کال رسیو کرنی ہے"

ان کی پینلٹی سن کر زیان نے تو تھمبزاپ کا سگنل دے دیا تھا اس کے نزدیک یہ تو کوئی بڑا مسئلہ ہی نہیں تھا۔ پر عنایہ کو ضرور ان کا یہ پلان ناگوار لگنا تھا۔ عنایہ ابھی ان کے پاس موجود ہوتی تو ان کے سر ابھی تک سلامت نا ہوتے پر افسوس وہ ان کی بے تکی گفتگو سے بچنے کے لیے نماز پڑھنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

اس نے ہلکے سے دروازہ ناک کیا تھا پر دو تین بار کرنے پر بھی جب اندر سے کوئی جواب نا ملا تو اس نے دروازہ کھول دیا تھا۔ سامنے ہی وہ جائے نماز پر بیٹھی آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے نظر آئی تھی۔ سفید کمر کے حجاب میں اس کا اجلا چہرہ اور بھی روشن لگ رہا تھا۔ وضو کے نور

کے ساتھ اس کے چہرے کا نور بھی زیان کے ہوش اڑا دینے کو کافی تھا۔ پر اس وقت وہ ایک ایسے مشن کے لیے یہاں آیا تھا جس میں کسی بھی پل اس کی شہادت متوقع تھی۔ اس کی دعا کے مکمل ہونے کے انتظار میں وہ وہیں بیڈ کے ایک کنارے بیٹھ گیا تھا۔ وہ جائے نماز نہ کر کے پیچھے مڑی تو زیان کو وہاں بیٹھے دیکھ کر ٹھٹکی تھی۔

"تم یہاں؟ خیریت؟"

"ہاں ہاں ایک بات پوچھوں؟"

زیان نے ہلکا سا مسکرا کر پوچھا تھا۔

"ہاں؟"

وہ بھی جواباً مسکرائی تھی۔

"تم اتنی دیر سے دعا میں کیا مانگ رہی تھی؟"

ویسے تو یہ آپ کا اور آپ کے رب کے درمیان کا معاملہ ہوتا ہے پھر"

بھی میں تمہیں بتا دیتی ہوں۔ میں اس نئی کمپنی سے الحاق کو ہماری

کمپنی کے حق میں بہتر ہونے کی دعا کر رہی تھی۔ اور کچھ ایسی دعائیں

"جو میری ہر نماز میں شامل ہوتی ہیں۔"

زیان نے سر اٹھا کر حیرت سے اس پاکیزہ لڑکی کو دیکھا تھا۔ اور دل میں اٹھتے سوال کو لفظوں میں بیان کیا تھا۔

پر عنایہ بحثیت ور کر تمہیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے کے ہماری کمپنی" کا فائدہ ہو یا نقصان۔ تمہیں تو تنخوا ملتی ہی رہے گی چاہے فائدہ ہو رہا "ہو یا نقصان۔"

عنایہ نے افسوس سے اسے دیکھا تھا وہ کیسے اس مخلص لڑکی کے جذبات کو تکلیف دے رہا تھا۔

دیکھو زیان مجھے کمپنی سے اپنی مخلصی لو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں" ہے۔ اور ہاں کچھ تعلق دنیاوی فائدے یا پیسے کے لیے نہیں بلکہ قلبی "ہوتے ہیں۔ تم نہیں سمجھو گے۔"

اور وہ واقعی نہیں سمجھ سکتا تھا جو چیز آپ کو وراثت میں مل جائے یا ایسی چیز جسے حاصل کرنے کے لیے آپ کو محنت نا کرنی پڑے آپ کبھی بھی اسکی قدر نہیں کرتے۔ قدر تو ہمیشہ لا حاصل چیزوں کی ہوتی ہے۔ اور ہمیں بغیر سوچے سمجھے کبھی بھی کسی کی بھی مخلصی پر شک نہیں کرنا چاہیے۔

"اچھا آئی ایم سوری۔"

وہ شرمندہ ہو گیا تھا۔ غلطی کا احساس ہو جانا بھی بہت بڑی بات ہوتی ہے۔ اور اپنی غلطی تسلیم کر لینا ایک بہت اچھی بات ہے۔ غلطی کی معافی مانگنا بھی اللہ کی توفیق سے ہوتا ہے اور وہ بلاشبہ اعلیٰ طرف لوگوں کی نشانی ہے۔

"کوئی بات نہیں اس کی ضرورت نہیں۔"

وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

"وہ تم سے بات کرنی تھی"

زیان اب السلام مدعے پر آیا تھا۔

"ہاں کرو"

اس نے اپنا حجاب درست کیا تھا۔ اور زیان دل میں زرشالا اور سفیان کو بد دعاؤں سے نواز رہا تھا جنہوں نے اسے اس خطرناک مشن پر زبردستی بھیجا تھا کیوں کہ ان کا مشترکہ خیال تھا کہ وہ زیان کی بات کو انکار نہیں کر سکے گی۔ ہمت اکھٹی کرتا وہ ایک ہی سانس میں بول گیا تھا۔

وہ عنایہ ہم جس مقصد سے یہاں آئے تھے وہ تو آج الحمد للہ مکمل ہو" گیا اب ہم سوچ رہے تھے کہ یہ گولڈن دن ہمارے پاس ہیں تو کیوں "نا ان کو بھرپور طریقے سے گزاریں

یقیناً تمہارے ہم میں وہ دونوں خلائی مخلوق بھی شامل ہیں اب بتا دو" "کیا الٹی حرکت کی ہے تم لوگوں نے؟

اس کے چہرے کے تاثرات سے زیان کچھ اندازہ نہیں لگا پایا تھا یہی کے ہم ایک دو دن یہیں رکیں گیں ایک دو جگہ کی سیر کریں" "گیں اور اچھا ٹائم ساتھ سپینڈ کریں گیں؟ تم۔۔ تمہارا کیا خیال ہے؟ تو جب سب فیصلے ہو گئے اور سر ریاض سے بھی اجازت لے لی ہے" "تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟

زیان حیرت کا شدید جھٹکا کھا کر رہ گیا تھا اسے کیسے معلوم کے ہم نے دادا سے اجازت لے لی ہے یا اللہ بچا لے پلیز۔۔

خیر انجوائے کرنے پر میرا بھی پورا حق ہے تو اگر تم نے اچھی اچھی" "جگہ ہمیں نہیں گھمایا تو تمہاری خیر نہیں

عناہ نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا اور اس کی حالت دیکھ کر ہنس پڑی تھی۔ اس کے ہنسنے پر جہاں زیان پر سکون ہوا تھا وہیں دروازا ہلکا سا کھول کر انہیں دیکھتے زرشالا اور سفیان نے بھی ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی ماری تھی۔

احساس تحفظ کے علاوہ ایک اور احساس نے بھی اسے آگھیرا تھا۔ کیا واقعی صرف دوست ہونے کی وجہ سے وہ اسکی اتنی حفاظت کر رہا تھا نہیں۔ دوستی بلاشبہ ایک انمول رشتہ ہے۔ دوستوں کی سنگت میں اپنے غم بھی انسان بھول جاتا ہے۔ اور انہیں اگر کوئی غم ہو تو اپنی خوشیاں بھی قربان کرنے پر راضی ہو جاتا ہے۔ ایک عجیب سا رابطہ ہوتا ہے دوستوں کے دلوں میں۔ چوٹ ایک کو لگے تو اذیت سارے محسوس کرتے ہیں۔ چہرے سے دل کا حال معلوم کر لیتے ہیں۔ خوش قسمت ہوتے ہیں وہ جنہیں ایسے دوست نصیب ہوتے ہیں۔ اس کے

دل کو گمان ہوا تھا کہ وہ محض احساس تحفظ نہیں تھا اس نے ایک نئے احساس سے خود کو روشناس ہوتا محسوس کیا تھا۔

"نہیں میں یہ بلکل فضول چیزیں سوچ رہی ہوں"
دماغ نے اپنی بات کہی تھی۔

شروع شروع میں محبت فضول ہی لگتی ہے۔ بعد میں تم خود محسوس کرو گی اور دل سے مانو گی کہ یہ ایک خوبصورت جذبہ ہے۔ اور دل کو ایک نئے انداز دھڑکننا سیکھاتا ہے۔ دل میں جو بس جائے اس کو پھر "بھٹلانا اور بھولنا دنیا کا سب سے دشوار کام ہوتا ہے۔"

دل بھی اپنی بات کہنے سے باز نا آیا تھا۔

"نہیں یہ بس وقت کا ضیاع ہے"

دماغ ماننے کو تیار نا تھا۔

"کتنے خوبصورت لمحے محبوب کو سوچنے میں لگا دیے جاتے ہیں۔"

دل اسے محبت کے احساس سے مانوس کر رہا تھا۔

"اففف یہ کیا ہو گیا ہے مجھے"

زرشالا نے سر دونوں ہاتھوں سے تھاما تھا۔

اس دن زیان نے بھی تو عنایہ کو ایسے ہی ان لڑکوں سے بچایا تھا۔ اسکا مطلب یہ تو ہر گز نہیں کے وہ عنایہ سے محبت کرتا ہے۔ اور ضروری تو نہیں حفاظت صرف اس کی جاتی ہے جس سے محبت کرتے ہوں۔

"میں پاگل ہو جاؤں گی۔ یا اللہ"

اس نے دماغ اور دل کی بحث سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے لپ ٹاپ پر مووی لگالی تھی۔ مائیکرو ویو میں پاپ کارن بنا کر وہ لاؤنج میں صوفے پر پرسکون انداز میں بیٹھ گئی تھی۔

باہر سے آتی آوازوں کی وجہ سے اس کی نیند میں خلل پڑا تھا۔ اس کی آنکھ لگے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی ابھی اس کی نیند کچی ہی تھی۔ دوبارہ نیند آنا تھوڑا نہیں بہت مشکل تھا اس کے لیے۔ اس لیے دوبارہ سونے کا ارادہ ترک کر کے اس نے ایک نظر وال کلاک کو دیکھا تھا۔ جو رات کے ڈھائی بج رہی تھی اس نے تعجب سے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا تھا۔ پاؤں میں جوتے ڈالے بغیر ہی دبے پاؤں وہ

لاؤنج کی جانب بڑھا تھا۔ لائونج میں پہلا قدم رکھتے ہی اس نے جو دیکھا اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ حیرت کی زیادتی کی وجہ سے اسکی آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں تھیں۔ زرشالا صاحبہ گود میں لیپ ٹاپ رکھے مووی دیکھنے میں مگن تھیں۔ ایک ہاتھ میں پاپ کارن کا باؤل پکڑا ہوا تھا۔ جس میں پاپ کارن تقریباً ختم ہو چکے تھے۔ صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے وہ ارد گرد سے بے خبر آنسوؤں کے ساتھ رو رہی تھی۔ نظریں ابھی ابھی لیپ ٹاپ کی سکرین پر مرکوز تھیں۔

او خدایا۔۔۔ زرشالی کیا کر رہی ہو تم یہاں؟ اور رو کیوں رہی ہو اس "طرح؟"

وہ آہستہ مگر غصے سے بولا تھا۔

"نظر نہیں آ رہا مووی دیکھ رہی ہوں۔"

"وہ تو نظر آ رہا ہے پر مگر چھ کے آنسو کس خوشی میں بہا رہی ہو؟"

وہ تعجب سے بولا تھا۔

اتنی ایموشنل مووی چل رہی ہے۔ ابھی تنگ نہیں کرو بس اینڈ ہونے"
"والا ہے

اس نے گویا اسے جانے کی اجازت دی تھی۔

"ٹھیک ہے میں بھی ساتھ میں دیکھتا ہوں اینڈ"

زرشالا کا ذہن ابھی مووی میں ہی کہیں اڑکا ہوا تھا اس لیے سفیان کو
آسانی سے ساتھ میں مووی دیکھنے کی اجازت مل گئی تھی۔

محبت کی نہیں جاتی بس ہو جاتی ہے۔ اور جب یہ محبت ہو جاتی ہے"
ناں تو انسان انسان نہیں رہتا۔ اس کی خواہشات بدلنے لگتی ہیں۔ محبت
اسے خود غرض نہیں بناتی بلکہ یہ تو ایک بے لوث جذبہ ہے۔ محبت انسان
کو بچہ بنا دیتی ہے۔ وہ بچہ جسے اپنی پسند کا کھلونا ناملے تو ضد لگائے
تب تک بیٹھا رہتا ہے جب تک اسے وہ مل نا جائے۔ پر اصل محبت تو
وہ ہوتی ہے جس میں بدلے کی چاہ نا ہو۔ محبوب ملے یا ناملے محبت
"قائم رہتی ہے۔

مووی کے کردار یہ الفاظ ادا کر رہی تھے پر دونوں کو یوں محسوس ہو
رہا تھا جیسے ان کے دلوں میں نئے نئے محبت کے احساس کی ترجمانی کی

جا رہی ہو۔ دونوں کو ہی ایک لمبی چپ لگ گئی تھی۔ اس گہری خاموشی کو عنایہ کی غصے سے بھری آواز نے توڑا تھا۔

شرم نہیں آتی تم دونوں کو؟ ادھی رات کو بھی سکون نہیں ہے؟ یہ "

"کونسا وقت ہے مووی دیکھنے کا؟

"میں بھی تو اسے یہی کہنے آیا تھا"

سفیان نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے والا سحر کہیں غائب ہو گیا تھا۔

"جھوٹے انسان تم خود آئے تھے میرے پاس"

زرشالا بھی غصے سے بولی تھی۔

"ہاں تو تمہیں سمجھانے آیا تھا تم نے مجھے ہی ساتھ ملا لیا"

سفیان نے اسے ساتھ منہ چڑایا تھا۔ جسے عنایہ نے دیکھ لیا تھا۔

"بس کرو تم دونوں۔ موقع ملنا چاہے بس لڑنے کا تم دونوں کو"

کیا شور ڈالا ہوا ہے تم سب نے؟ دو گھڑی بھی سکون نہیں لینے "

"دیتے۔"

زیان کی نیند سے مخمور لہجے میں آواز آئی تھی۔ اپنی نیند خراب ہو جانے کی وجہ سے وہ ناگواری سے ان سب کو دیکھ رہا تھا۔

"یہی تو میں ان دونوں کو کہنے آئی تھی"

عناہ نے اپنی سائیڈ کلسیر کی تھی۔

"اور میں بھی یہی زرشکی کو سمجھنے آیا تھا۔"

سفیان نے تو سارا ملبہ زرشکی کے سر پر گرا دیا تھا اور خود سائیڈ پہ کھڑا ہو گیا تھا۔

"ہاہ ہائے بہت ہی کوئی فضول آدمی ہو تم سنی۔ شرم آنی چاہیے تمہیں"

"اب میں نے کیا کیا؟"

وہ انتہائی معصوم ہونے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔

تم سے تو بات کرنا ہی فضول ہے۔ تم سے بات کرنے کا مطلب ہے"

"اپنا وقت برباد کرنا"

زرشکی غصے سے بول کر لیپ ٹاپ اٹھا کر پاؤں پٹھکتے ہوئے اپنے روم کی جانب بڑھ گئی تھی۔ عنایہ بھی ایک غصیلی نگاہ اس پر ڈال کر زرشکی کے پیچھے گئی تھی۔

"ویسے آج کل تو زیادہ ہی زرشی کے آس پاس نظر نہیں آتا؟"
 وہ پلر سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
 "نہیں تیری نظر خراب ہو گئی ہے"

وہ صوفے پر بیٹھتا ہوا بچے ہوئے پاپ کارن کھا رہا تھا۔

"اور تیری نیت"

"بکواس نہیں کر"

اس نے اپنا منہ دوسری جانب کر لیا تھا تاکہ اس کی اچانک اٹڈ آنے
 والی مسکراہٹ پر زیان کی نظر نا پڑ جائے
 سن یار مجھے تجھ سے بات کرنی ہے۔ مجھے لگتا ہے میں زرشی کے لیے"
 "کچھ زیادہ پوسیسویو ہو کر سوچنے لگا ہوں"

وہ آگے بھی دل کی بات اپنے جان سے پیارے دوست کو بتانے کا
 ارادہ رکھتا تھا۔ مزید بولتا رہتا اگر اس کی نظر زیان پر نا پڑتی۔ زیان
 اپنے رات کے حلیے میں پلر سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے دونوں
 ہاتھوں میں تکیہ اپنے سینے سے لگائے اسی پوزیشن میں سو چکا تھا۔

سفیان نے اسے دیکھ کر بے اختیار نفی میں سر ہلایا تھا۔

"چل بھائی جا کر سوتے ہیں"

وہ اس کو ذرا سا ہلا کر گھسیٹتے ہوئے اندر کمرے میں لے گیا تھا۔

"عناہ مجھے بھی حجاب کرنا ہے"

وہ بغیر کوئی تمہید باندھے اپنی بات کہہ گئی تھی۔ آج انہوں نے شارجہ کے خوبصورتی سے مزین ساحل پر جانے کا پلان بنایا تھا۔

"کیا کہہ رہی ہو زرشہ؟ تمہیں واقعی حجاب لینا ہے؟"

عناہ نے اچھبے سے پوچھا تھا کہاں وہ اس کے لاکھ سمجھانے پر بھی حجاب کرنے پر آمادہ نہ ہوتی تھی اور آج خود کہہ رہی تھی۔

"ہاں بس مجھے لینا ہے"

زرشہ سچ بتاؤ ایسا کیا ہوا جو تمہیں حجاب لینا ہے؟ اتنی بڑی تبدیلی"

"کیسے آگئی یوں اچانک؟"

عناہ اس کی رگ رگ سے واقف تھی۔ اس لیے زرشہ سے اس سے کل والا واقعہ چھپانا بہت مشکل ہو رہا تھا۔

"کچھ نہیں بس میرا دل کر رہا ہے"

زرشلا نے آخری کوشش کی تھی اسے یقین دلانے کی۔

ٹھیک ہے تم نہیں بتانا چاہتی نا بتاؤ۔ میں تمہیں فورس نہیں کروں گی"

مگر ایک بات یاد رکھنا اگر باتیں دل میں رکھتے چلے جائیں تو دل بھی

ایک قبرستان کی مانند بن جاتا ہے اور انسان اندر ہی اندر کمزور پڑتا چلا

جاتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بہت تنہا اور لا وارث سمجھنے لگتا ہے اور پھر

ایک وقت ایسا آتا ہے وہ جذبات و احساسات سے بالکل عاری ہو جاتا

ہے۔ اس لئے اگر آپ کو کوئی ایسا شخص ملے جو آپ کو سمجھ سکے اور

آپ کے جذبات کا مذاق نا اڑائے تو ایسے شخص سے دل کی بات کہہ

"دینا ہماقت نہیں ہوتی

وہ اپنی باتیں کہہ کر ہلکے سے مسکراتے ہوئے اسکا کندھا تھپک کر دو

قدم آگے بڑھ کر حجاب کے لیے سکارف اٹھانے لگی تھی۔ اچانک زرشلی

پچھے سے اسکے گلے لگی تھی اور زارو قطار رونے لگی تھی۔ اس کی بلند

ہوتی ہچکیوں کی آواز سے عنایہ بھی کچھ لمحے فریز ہو گئی تھی۔ اس کے

حواس بحال ہوئے تو اس نے زرشلی کی سہارا دے کر بیڈ کے ایک

کونے پر بٹھایا تھا۔ اور اپنے کپڑوں کی پرواہ نا کرتے ہوئے گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

"کیا بات ہے زرشى مجھے تو بتاؤ"

اس کی نرم مگر پریشان آواز سن کے وہ خود پر قابو نا رکھ پائی تھی۔ اور کل شام ہونے والا سارا واقعہ اس کے گوش گزار کر دیا تھا۔ عنایہ اس کی بات سن کر کچھ لمحے کچھ بول نہیں سکی تھی۔

اگر اس وقت سفیان نا آتا تو کیا ہو جاتا زرشى مجھے تو یہ سوچ سوچ کر "

"ہی اپنی روح فنا ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے

عنایہ جو ہماری قسمت میں لکھا ہو وہ ہو کر ہی رہتا ہے جو مرضی کر "

لیں ہم میرے ساتھ ایسا ہونا لکھ دیا گیا تھا اور سنی کا مجھے یوں بچانا

"بھی لکھ دیا گیا تھا۔

اس کے منہ سے حکمت و دانائی کی بات شاید پہلی بار عنایہ نے سنی تھی۔

یہ تو تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ مگر قسمت کے لکھوں کو دعاؤں کے "

زریعے بدلا جا سکتا ہے۔ ہمیں اپنے سارے اعمال کا ملبہ قسمت کے سر

نے ہمیں دو نہیں ڈال دینا چاہیے۔ کبھی ہم یہ سوچتے ہیں کہ اللہ راستے سیکھائے ہیں ایک نیکی کا اور ایک بدی کا۔ سارے معاملات میں حالات ہمارے سامنے ہوتے ہیں اور ہمیں خود منزل تک کا راستہ منتخب کرنا ہوتا ہے۔ بعض اوقات ہم خود جانے یا انجانے میں اپنے لئے بدی کی طرف آنا اللہ کا رستہ منتخب کر لیتے ہیں۔ پر واپس پلٹنا اور اللہ توفیق کے علاوہ تھوڑا سا ہمارے اپنے بھی اختیار میں رکھ دیا گیا ہے۔

"لہذا یہ ہم پر منحصر ہوتا ہے۔ ہم اپنے لیے کیا پسند کرتے ہیں عنایہ نے اسے بڑے پیار سے بات سمجھائی تھی۔

"ہاں بلکل ٹھیک کہہ رہی ہی تم"

ان کے درمیان مختصر سی خاموشی آئی تھی۔

کا کوئی پتا بھی نہیں ہمیں Aliens چلو ریڈی ہو جائیں۔ ان دونوں "

"چھوڑ کر ہی نا چلے جائیں۔

زرشالا اس کی بات پر ہنس دی تھی۔ عنایہ بھی اسے ہنستا ہوا دیکھ کر مطمئین ہو گئی تھی۔

وہ دونوں پستا کلر کی گھٹنوں تک آتی فراک میں ملبوس تھیں۔ سر پر دونوں نے بلیک کلر کے حجاب اوڑھے ہوئے تھے۔ جن سے ان کے نورانی چہرے مزید روشن لگ رہی تھے۔ نیچے ہمرنگ کیپری پہنے پاؤں کو سنیکرز میں قید کیے وہ دونوں جنت سے آئی ہوئیں کوئی حوریں ہی معلوم ہو رہیں تھیں۔ وہ بالکل تیار ہو کر باہر نکلیں تو زیان اور سفیان انہی کا انتظار کرتے لاؤنج میں بیٹھے نظر آئے۔

ایک دو گھنٹے اور لے لو تیار ہونے میں۔ ہمیں تو کوئی اعتراض نہیں " ہے۔"

سفیان نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے ان کے در سے آنے پر طنز کیا تھا۔ زرشالا کی یہ نئی تبدیلی دیکھ کر اس کے دل نے ایک بیٹ مس کی تھی۔

بکواس بند کرو ایک تو میں تم سب کی وجہ سے سہی سے تیار بھی " نہیں ہو سکی۔ اور ایسے طنز کر رہے ہو

زرشالا منہ پھولائے بولی تھی۔

"یہ ابھی تم تیار نہیں ہوئی؟"

زیان نے زرشالا کے چمکتے چہرے کو دیکھ کر اونچی آواز میں لاجو لاجو توتہ پڑھا تھا۔

سفیان اور عنایہ نے اس کی اس حرکت پر بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

وہ تیوری چڑھاتے ہوئے بولی تھی

"وہی جو تمہارے خالی دماغ کو سمجھ نہیں آ سکتا"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"شرم نہیں آتی تمہیں ایسا کہتے ہوئے"

وہ غصے سے بولی تھی۔

"شرم اسے آ بھی نہیں سکتی زرشالی"

سفی نے بھی ان کی گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

"ہاں تمہاری طرح کا بے شرم جو ٹھہرا"

سفی ہونک بنا اسے تک رہا تھا۔

زیان اور عنایہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

"تمہیں تو بعد میں دیکھتا ہوں"

وہ غصے سے کہتا ہوا اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا تھا۔

"دیکھ کر دکھاؤ دوبارہ دیکھنے کے قابل نہیں چھوڑوں گی تمہیں۔"

زرشالا نے اسے چڑاتے ہوئے کہا تھا۔ اور اس دفع زیان اور عنایا کے

ساتھ اس کا جاندار قہقہہ بھی شامل تھا۔

سہ پہر چار بجے کے قریب وہ شارجہ کے خوبصورت ساحل کی طرف

روانہ ہوئے تھے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا جب چہرے سے ٹکراتی تو ایک

خوشگوار احساس ہوتا تھا۔ ماحول کی خنکی سے وہاں آئے سب زندہ دل

لوگ لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ان کا اپارٹمنٹ ساحل سے تقریباً

آدھے گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ اس لیے انہوں نے جتنا جلدی ممکن تھا

جانے کی کوشش کی تھی۔ راستے میں کئی دلفریب مناظر نے ان کے

دلوں کو لبھایا تھا۔ خوش گپیوں میں آدھ گھنٹے کا سفر لمحوں میں گزرا تھا۔

"ہاں بھئی زرشالا چلو شروع ہو جاؤ"

سفیان نے گاڑی سے اترتے ساتھ ہی حکم نافذ کیا تھا۔ صد شکر کہ اس بار اس نے اترتے ساتھ ہی سائیڈ پر کھڑا ہو جانا مناسب سمجھا تھا نہیں تو اس کے جوتوں پر آج ہیل کے نشان زیادہ واضح ہونے تھے۔ وائٹ کالر کی فل بازو والی شرٹ جس کے بازو اس نے کونہیوں تک فولڈ کیے ہوئے۔ اس کے اوپر ہی براؤن کالر کی لیڈر کی سلیو لیس جیکٹ اور نیچے بلیک کالر کی ٹائٹ جینز پہن رکھی تھیں۔ وائٹ کالر کے سنیکرز اس کی مردانہ وضاحت کو چار چاند لگا رہے تھے۔

"کیا مطلب ہے تمہارا ہاں؟ کیا شروع ہو جاؤں؟"

زرشالا نے گاڑی سے اترتے ہوئے ایک ترچھی نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ جو آج اس کے دل کو تیز تیز دھڑکنے پر مجبور کر رہا تھا۔

"صفائی اور کیا"

اس نے جاندار مسکراہٹ ہونٹوں پے سجائے کہا تھا۔ دونوں ہاتھوں کو جینز کی پاکٹ میں ایک سٹائل سے کھڑا وہ زرشالا کو زہر لگا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے والا احساس کہیں کھو گیا تھا۔ وہ ہونق بنی اسے تک رہی تھی جب وہ دلفریب انداز میں دوبارہ بولا تھا۔

"ہاں نا دیکھو اس بچے نے کتنے ریپرز پھینک دیے ہیں"

اس نے ان سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھے ہوئے بچے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جس نے چپس کھا کر اس کا ریپر وہیں پھینک دیا تھا۔

"!! سنی تم یہاں بھی"

وہ آگے بھی اسے سخت سست سنانے کا ارادہ رکھتی تھی مگر زیان نے انہیں ٹوکا تھا۔

"تم لوگوں کو تو بس موقع ملنا چاہیے لڑنے کا بس کرو اب۔"

زرشی اس کی بات پر منہ بناتی عنایہ کی طرف بڑھ گئی تھی جو نانی ماں کے کہنے پر وہاں کی تصویریں لینے میں مگن تھی۔

"عنایہ میری بھی لو نا ایک"

اس نے جا کر عنایہ کو جھنجھوڑ دیا تھا۔

"آرام سے بھی تم یہ بات کہہ سکتی تھی۔"

عنایہ نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں تو آرام سے کی گئی بات تمہاری سمجھ میں کہاں آتی ہے"

اس نے دانت نکوستے ہوئے کہا تھا۔ اور سر اس کے کندھے پر رکھا

تھا۔ عنایہ اسی لمحے پیچھے ہوئی تھی اور زرشالا بڑی مشکل سے گرتے

گرتے بچی تھی۔ اور عنایہ کا قہقہہ نکلا تھا۔

"بد تمیز"

وہ ناراضگی سے بولی تھی۔

"وہ تو ہوں یار"

وہ مسلسل ہنستی جا رہی تھی جب زیان اور سفیان وہاں آئے تھے۔

"ہاں لیڈرز کیا ہو رہا ہے؟"

زرشی نے کمال مہارت سے اپنا غصہ ضبط کیا تھا اس نے سفی کو عورت

کہنے پر بھی آج ٹوکا نہیں تھا۔ جب کہ عنایہ نے برجستہ جواب دیا تھا۔

"آنکھیں ہیں نا تو دیکھ لو"

آنکھیں ہوتے ہوئے بھی تو اسے آج کل ایک ہی منظر دکھائی دیتا"
ہے"

زیان نے مسکراہٹ دباتے ہوئے لہجے کو سنجیدہ بنانے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ اسی لمحے زرشہ نے نظریں اٹھا کر اس کی جانب دیکھا تھا اور وہ تو پہلے ہی اس پری کو دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی نظریں ملی تھیں۔ چمکتی ہوئی آنکھیں ٹکرائی تھیں۔ دونوں میں اظہار تھا اقرار تھا۔ پر نا جانے دونوں اتنے بے خبر کیوں تھے یا جان بوجھ کر لا تعلق کا اظہار کر رہے تھے۔ عنایہ کی شریر آواز پر وہ دونوں ہوش میں آئے تھے۔

"اوہ ہو خیر ہے سفی؟"

ہاں ہاں خیر ہے بہن یہ اس کو ہی فضول کے اندیشے ہوتے رہتے"
ہیں"

سفی نے زیان کے کندھے پر مکا رسید کیا تھا پر اسکو تو رتی برابر فرق نہیں پڑا تھا۔

"اچھا بتاؤں پھر؟"

زیان نے اس کا امتحان لیا تھا۔ اور سنی نے اس کے خوفناک ارادوں سے ڈر کر زیان کا منہ پر زور سے دونوں ہاتھ رکھ کر بند کیا تھا۔ چلو یہ تو کنفرم ہے کہ کوئی نا کوئی ایسی بات ضرور ہے جو ہم سے "چھپی ہوئی ہے خیر تم نہیں بتانا چاہتے تو نا بتاؤ۔ بتانا تو آخری میں ہمیں "ہی ہے نا

عنا یہ نے سمجھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں اور یہ کس کو بتائے گا"

زیان کی یہ کہتے ہوئے نظر زرشی پر پڑی تھی جو ان سب سے لا تعلق ہو کر لہروں پر نظریں جمائے کھڑی تھی۔

"اس اسلامی بہن کو کیا ہوا ہے؟"

عنا یا اور سفیان بھی اس کے کہنے پر اسے دیکھنے لگے تھے۔ ان سب کی نظریں یوں خود پر محسوس کر کے وہ بھی ان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔

"یہ مجھے اسلامی بہن کیوں کہا تم نے؟"

"دل کر رہا تھا۔"

زیان نے فوراً ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں زرشى یہ اچانک اتنى بڑى تبدیلی کہاں سے آگئی؟؟"

سفیان نے اس کی نئی تبدیلی کو محسوس تو تب ہی کر لیا تھا جب وہ حجاب اوڑھ کر لاؤنج میں آئی تھی۔ پر اس کا اظہار اب کیا تھا۔

"بس میرا بھی دل کر رہا تھا۔"

اس نے مختصر سا کہہ کر بات ختم کرنا چاہی تھی۔

ارے واہ عجیب لڑکی ہو کبھی سکارف لیتی ہی نہیں اور لے لو تو حجاب"

"کر لیتی ہو۔ یہ تو حجاب کے ساتھ مذاق ہوا نا۔"

سفی نے اپنی طرف سے اسے اپنی لاجک سمجھانے کی کوشش کی تھی پر اس کی بات سن کر جہاں زیان نے تاسف سے سر نفی میں ہلایا وہیں عنایہ کے ساتھ ساتھ زرشالا نے بھی اسے ناگواری سے دیکھا تھا۔

تم کون ہوتے ہو مجھے جج کرنے والے ہاں؟ اور میں حجاب کروں یا نا"

"کروں یہ میرا مسلہ ہے تمہارا نہیں۔"

وہ سختی سے کہہ کر رخ موڑ گئی تھی۔ اسے سفی کی بات دل میں چھبتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ اس کا یوں رخ موڑ لینا سفی کو بچپن کر گیا تھا۔

سفیان بہت افسوس ہوا تمہاری بات سن کر۔ تم نے یہ کہہ کر ثابت " کر دیا کہ تم ان لوگوں کی فہرست میں شامل ہو جو لوگوں کی زندگیوں میں رونما ہونے والی مثبت تبدیلیوں پر انکی حوصلہ افزائی کرنے کی بجائے ان کے ماضی میں کی گئی غلطیوں کو یاد کروا کر انکو ذہنی اذیت کا شکار کر دیتے ہیں اور انکا حوصلہ پیروں تلے روندتے ہوئے خود بہت "آگے نکل جاتے ہیں۔"

عناویہ نے افسوس سے کہا تھا۔

"میرا یقین کرو میرا ایسا کوئی مقصد نہیں تھا۔"

سفی شرمندگی سے کہہ رہا تھا۔ اس کو بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ اس کی مذاق میں کی گئی بات اتنی گہری بھی ہو سکتی ہے۔

تف ہے تم پر یار۔ بولنے سے پہلے سوچنا بولنے کے بعد غور کرنے " سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

زیان نے بہت گہری بات کہہ دی تھی جسے سن کر عناویہ نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ وہ بھی سفیان کی طرح ہی تیار ہوا تھا۔ وائٹ کلر کی ٹی شرٹ پر بلو کلر کی جینز کی جیکٹ پہن رکھی تھی

اس کے بازو سنی کی طرح ہی کونیوں تک فولڈ کیے گئے۔ نیچے بلو کلر کی جینز پہنے وہ کسی اور ہی جہاں سے آیا لگتا تھا۔ جینز کے نیچے سنیکرز پہن رکھے تھے۔ جو اس کی شخصیت کو مزید متاثر کن بنا رہے تھے۔ ہوش و حواس کی دنیا میں وہ تب لوٹی تھی جب زیان نے اس کے سامنے چٹکی بجائی تھی۔

"ہاں کیا ہوا؟"

وہ تقریباً ہکلاتے ہوئے بولی تھی۔

"آؤ تو۔"

زیان نے مسکرا کر کہا تھا۔ عنایہ نے ایک نظر سب سے لا تعلق سے کھڑی زرشالا کو دیکھا تھا اور نفی میں سر ہلایا تھا۔

"چلو نا"

زیان نے پھر زور دیا تھا۔ یہ کہتے ہوئے اس نے عنایہ کے پیچھے کھڑے سفیان کو دیکھا تھا جو زیان کی اشاروں سے منتیں کر رہا تھا کہ کسی طرح عنایہ کو وہاں سے لے جائے کیوں کہ وہ زرشالی کو منانا چاہتا تھا۔ اور یہ کام کم از کم عنایہ کی موجودگی میں ممکن نہیں تھا۔ کون بیوقوف

چاہتا ہے کہ وہ انسان جو اچانک سے آپ کے دل کے اتنے قریب آ جائے اور آپ کو اس شخص کے بغیر اپنی زندگی کی کوئی وقعت نظر نہ آئے۔ وہ شخص آپ سے ناراض ہو جائے۔ جس کے سانسوں کے آنے سے آپ کو اپنا دل دھڑکتا ہوا محسوس ہو اسے خود سے دور خود ہی جانے دیا جائے۔ لیکن سنی اب اتنا بھی بیوقوف نہیں تھا۔ عنایہ نے تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

"یہ اچانک اس نمونے کو کیا ہو گیا ہے۔"

دل میں سوچا جا رہا تھا۔

"چلو"

اس کے مان جانے پر زیان اور سنی دونوں نے شکر ادا کیا تھا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو؟"

عنایہ نے حیرت سے جینز فولڈ کرتے ہوئے زیان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"آنکھیں ہیں نا تو دیکھ لو"

کچھ دیر پہلے کہا گیا عنایہ ہی کا جملہ اسے واپس لوٹا دیا گیا تھا۔ جسے سن کر عنایہ کو تپ چڑھی تھی۔

"میرا مطلب ہے کہ کیوں کر رہے ہو؟"

"کیوں کہ ہم سمندر کے اندر جا رہے ہیں"

اس کی بات سن کر خوف سے اس کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔ وہ دو تین قدم پیچھے ہوئی تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر زیان محظوظ ہوا تھا۔

"مجھے ڈوبنے کا کوئی شوق نہیں"

وہ ڈرتے ہوئے سمندر کی لہروں کو دیکھ رہی تھی۔

"ڈوبنے نہیں جا رہے ہم"

زیان کا دل چاہا تھا کہ کہہ دے کہ کسی کو ڈوبنا ہو تو تمہاری سمندر جیسی گہری آنکھیں کافی ہیں۔ یہ گرے آنکھیں تو سمندر سے بھی زیادہ گہری ہیں ایک بار جو ڈوب جائے وہ کبھی واپس آنا ہی نہیں چاہے گا۔ کوئی اعلیٰ قسم کا احمق ہی ہو گا جو ان گہری آنکھوں سے واپس آنے کی چاہ کریگا۔ پر ہائے یہ بے بسی۔ اس نے اپنے دل میں شدت سے جنم

لیتی خواہش کا وہیں گلہ گھونٹ دیا تھا۔ اگر کہہ دیتا تو عنایہ اس کا گلہ گھونٹ دیتی۔ اس لیے اس نے اپنی جان کی سلامتی کو ہی ترجیح دی تھی۔

"اوہ مسٹر کہاں پہنچے ہوئے ہو؟"

عنایہ نے اسے کندھے سے ذرا سا ہلایا تھا۔

"کہیں نہیں یہیں ہوں۔ آؤ چلیں۔"

اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔

عنایہ نے حیرانگی سے پہلے اسے اور اپنی طرف بڑھے ہوئے اس کے ہاتھ کو دیکھا تھا۔ زیان نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"چلو"

اس نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے تھوڑا سا جھجک کر ہاتھ تھام لیا تھا۔

زیان کی طرف دیکھ کر اس نے بھی تھوڑی سی کیپری اونچی کر لی تھی۔ سمندر میں تھوڑا آگے تک پتھر رکھ کر خوبصورت راستہ بنایا گیا

تھا۔ پتھروں کے اختتام پر ایک چھوٹی سی مگر انتہائی خوبصورت

جھومپری بنائی گئی تھی۔ ان پتھروں پر پھسلن تھی لہذا کوئی بھی بغیر

سہارے کے وہاں نہیں چال سکتا تھا۔ پر عنایہ کا ہاتھ زیان نے مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ جس کی وجہ سے اسے کسی اور سہارے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ دونوں احتیاط سے آگے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ عنایہ نے تسکین آمیز مسکراہٹ سے اپنے ہاتھ کو مضبوطی سے تھامے ہوئے اس مردانہ ہاتھ کو دیکھا تھا۔ منزل تک پہنچ کر انہوں نے سکون کا سانس لیا تھا۔ کچھ دیر خاموشی سے سمندر کی ٹھاٹھیں مارتی لہروں کو دیکھتے رہے تھے۔ ایک عجیب سا سکون محسوس ہو رہا تھا۔ اور یہ احساس دونوں کو زندگی میں پہلی بار ہوا تھا۔ کچھ دیر رکنے کے بعد عنایہ کو کچھ یاد آیا تھا۔

"پکچرز لینی ہیں میں نے۔ نانی ماں نے کہا تھا"

زیان نے مسکرا کر اسے یوں دیکھا تھا جیسے کہہ رہا ہو بس اتنی سی بات ابھی لو۔ ان دونوں نے پہلے ایک دوسرے کی تنہا فوٹوز لی تھیں پھر زیان نے پاس سے گزرتے ہوئے ایک کپل سے ریکویسٹ کر کے انہیں ان دونوں کی اکھٹی تصویریں اتارنے کو کہا تھا۔ ساری فوٹوز بہت

اچھی آئی تھیں۔ تبھی زیان کی نظر ان تک اتے ہوئے خلائی مخلوق کی
جانب گئی تھی۔

"سنو نا"

درخواست کی گئی تھی۔

"نہیں سننا مجھے کچھ"

دوسری جانب انکار کیا گیا تھا۔

"پلیز"

لہجے میں التجا تھی۔

"بولو"

اجازت دی گئی تھی۔

"سوری"

معافی کی درخواست تھی۔

"ڈونٹ بودر"

درخواست قبول کر لی گئی تھی۔

سفیان نے خوش ہو کر اسے دیکھا تھا

"سچی؟"

نہیں "زرشالا نے ہنسی دباتے ہوئے کہا تھا۔"

"اب کیا کروں میں؟ یار پلیز مان جاؤ"

"کان پکڑ کر سوری اور کیا"

"تمہارے کان تو اب حجاب کے اندر ہاں کیسے پکڑوں؟؟؟"

وہ سوال کرتا ہوا بہت معصوم لگا تھا۔

"میرے نہیں اپنے پکڑو بیوقوف"

زرشالا نے سنجیدہ ہونے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

"اوکے یار آئی ایم ایکسٹریملی سوری"

زرشالا کو بھی اب مزید ناراض رہنا مشکل لگا تھا۔

بدھو کوئی بات نہیں آئندہ خیال رکھنا۔ ویسے بھی عنایہ اور زیان"

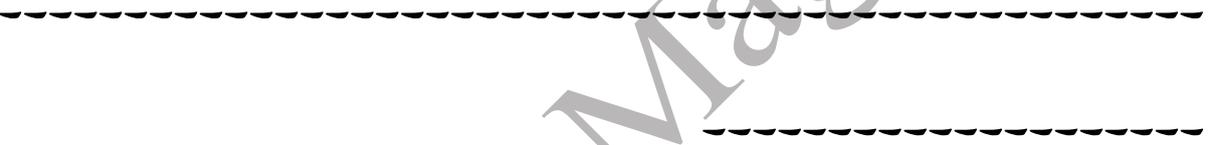
"تمہاری اتنی بستی کر کے دیکھو خود کتنا انجوائے کر رہے ہیں۔

اس نے کہتے ہوئے ان دونوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔

" آؤ ہم بھی چلیں۔ "

" ہاں چلو "

سفی نے ایک نظر سمندر کے اندر کھڑے زیان اور عنایہ کو دیکھا تھا۔ اور پھر زرشی کا ہاتھ تھاما تھا زرشی نے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی تھی کیوں کہ یہ اس کے اپنے دل کی خواہش تھی۔ وہ دونوں اب زیان اور عنایہ کے پاس جا رہے تھے۔



اس نے ہلکے سے بغیر دستک دیے دروازا کھولا تھا۔ اس کی توقع کے عین مطابق وہ دونوں اسی کے منتظر تھے۔ رات کے 12 بج رہے تھے اور نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

ہاں زیان جا ذرا پھول توڑ کر لا اس محترمہ کے لیے اس کا استقبال بننا " ہے "

" ہاں ابھی لاتا ہوں۔ "

وہ بیڈ سے اٹھتے ہوئے جوتے پہننے لگا تھا۔ جب عنایہ کی غصے سے بھری آواز آئی تھی۔

کیا بد تمیزی ہے یہ؟ زیان بیٹھو ادھر۔ اور تم یہ کیا تماشا لگایا ہوا ہے۔" ایک گھنٹے پہلے کا میسج کر کے بلایا ہے اور اب ایسے کیوں برتاؤ کر رہے "ہو؟؟؟"

سفیان نے اس کی بات سن کر کھڑے ہو کر اس کے لیے داد کے طور پر تالیاں بجائی تھیں اور پھر واپس صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔ عنایہ کی مسلسل گھورتی ہوئیں نظریں اسی کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

"بولو گے کچھ اب یا نہیں؟"

دوبارہ سے کمرے میں عنایہ کی آواز گونجی تھی۔

"زیان؟؟؟"

سفیان نے زیان کو مخاطب کیا تھا جو اس کے ساتھ صوفہ پر ابھی ابھی بیٹھا تھا۔

"ہاں بول؟"

"ابھی تیرے سامنے اس چڑیل نے کیا کہا ہے؟"

زیان نے اس کے کندھے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا تھا جو ایک طرح کی شہابی تھی۔ ایک شیر نے کیسے شیرنی کے منہ میں ہاتھ ڈالا تھا۔ مطلب اس کے سامنے اسے ہی چڑیل کہنے کا حوصلہ پیدا کیا تھا۔

"ہاں کیا کہا تھا؟"

زیان نے انجان بن کر پوچھا تھا جب کہ اس دوران عنایہ مسلسل ان دونوں کو گھورتی جا رہی تھی۔

اس نے خود تسلیم کیا کہ میں نے اسے ایک گھنٹہ پہلے میسج کیا تھا اور "محترمہ اب آ رہی ہیں۔"

سفیان نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا۔ توپوں کا رخ اپنی جانب دیکھ کر عنایہ نے دانت نکوسے تھے اور انتہائی معصوم بننے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔

وہ تم نے ہی تو کہا تھا کہ زرشالا کو بالکل خبر نا ہو اس لیے اس کے "گہری نیند میں سو جانے کا انتظار کر رہی تھی۔"

عنایہ تمہیں پتا بھی ہے نا کہ تمہاری اس اوور ایکٹنگ سے کم از کم ہم "دونوں تو متاثر نہیں ہوں گیں تو کیوں فضول کی کوشش کر رہی ہو"

زیان نے اسے حقیقت بتائی تھی۔ عنایہ نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے سفیان کو مخاطب کیا تھا۔

اب بتا بھی چکو کیوں بلایا ہے؟ اور ایسا بھی کیا تھا جو ہمیں زرشہ سے "چھپانا ہے؟"

عنایہ نے تیوری چڑھائی تھی۔

ہاں میں بھی کب سے اسے یہی بکواس کر رہا ہوں کہ یار بتا دو کیوں "بلایا ہے۔ پر نہیں جی رٹ لگائی ہوئی ہے کہ تم دونوں کو اکھٹا بتاؤں "گا۔"

زیان نے بھی اس کے سر پر زور سے چت لگاتے ہوئے کہا تھا۔

اچھا رکو تم دونوں کے ہاتھوں میرا قتل سے ہو جانے سے پہلے میں "اپنی آخری خواہش کا اظہار کر دیتا ہوں۔"

وہ ڈرامائی انداز میں بولا تھا۔

"ڈرامے بعد میں لگانا اب تو سسپنس ختم کرو"

عنایہ نے اس کے ڈراموں سے عاجز آ کر کہا تھا۔

اچھا تو دل تھام لو بلکہ تم دونوں تو فیملنگز لیس انسان ہو سو دل نا"
"تھامو"

سفیان نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا تھا جس کے ریکشن کے
طور پر اس کے دونوں کان عنایہ اور زیان کے ہاتھوں میں تھے۔

"بول اب بغیر بریک لگائے بتائے گا یا نہیں؟"

زیان اس کے کان کے قریب تقریباً چیختے ہوئے بولا تھا۔

"ہاں ہاں بھائی بہن کان تو چھوڑ دو"

"ہاں تو بتاؤ اب"

اس کا کان اپنے ہاتھوں سے آزاد کرتے ہوئے عنایہ بولی تھی۔

"وہ مجھے شرم آ رہی ہے"

اس نے صوفے کا ایک کیشن اٹھا کر چہرے کے آگے کیا تھا۔

"بتا دے یار قسم سے قسطوں پر بات بتاتا ہے تو"

زیان اب اس کی حرکتوں سے تنگ آ گیا تھا۔

"اچھا اب سہی سے بتاتا ہوں"

وہ دونوں ہمہ تن گوش ہو کر اسے سن رہی تھے۔ سفیان نے ایک گہرا سانس اپنے اندر کھینچا تھا۔

اور زرشالا کے بارے میں اپنے سارے جذبات و احساسات سچ سچ ان دونوں کے گوش گزار کر دیے تھے۔

اب یہ کہہ میں اس نکمی سے شادی کرنا چاہتا ہوں پر زخمی ہو کر "ہسپتال جانے کے ڈر سے نہیں کہہ پارہا۔ اور اس سلسلے میں مجھے تم "دونوں کی ہیلپ چاہیے؟"

اپنی بات کا اختتام کرنے کے بعد اس نے ان دونوں کو سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"سفیان؟؟؟"

عناہ نے اس کی جانب سنجیدگی سے دیکھا تھا۔

"ہاں کہو؟"

وہ دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے تھے۔

میرا خیال ہے کہ تمہیں اس بارے میں غور سے سوچنا چاہیے۔ تھوڑا"

"وقت لو اور سوچو اس بارے میں سنجیدگی سے

"پر یار میں واقعی سنجیدہ ہوں"

وہ سر کھجاتے ہوئے بولا تھا۔

ہاں پر اکثر ہم وقتی پسندیدگی کو محبت کا نام دے دیتے ہیں جو بعد "

"میں کئی مسائل کا سبب بنتی ہے

"ہاں کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو"

زیان نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

ہاں اس لیے تمہیں ابھی فوراً فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔ اور اس بارے "

میں جلد بازی ہرگز نہ کرنا۔ یہ تمہارے اور اس کے دونوں کے مستقبل

"کے لئے ٹھیک نہیں

عناویہ نے بات مکمل کر کے ان دونوں کی جانب دیکھا تھا۔

عناویہ بلیومی یہ پسند نہیں ہے محبت ہے۔ میں کئی دنوں سے خود کی "

"اس تبدیلی پر غور کر رہا ہوں اور یہی نتیجہ ملا ہے

"چلو تم کہتے ہو تو مان لیتے ہیں۔"

عناویہ نے مسکرا کر کہا تھا۔

"ہاں اب بتاؤ کیا کرنا ہے؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا کہ کیا کرنا ہے؟"

زیان نے تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

مطلب یار پرپوز کرنے کا سوچ رہا ہوں آئیڈیا دو۔ اس سلسلے میں مجھے "

"تم دونوں کی مدد درکار ہے۔"

اس نے سر کھجاتے ہوئے کہا تھا۔

سوری سفیان پر میں اس معاملے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔"

اور میرے خیال سے یہ پرپوز والا ڈرامہ رہنے دو اور شریفوں کی طرح

"رشتہ بھیج دو اس کے گھر۔"

عناویہ نے سہولت سے انکار کر دیا تھا۔

"کیا مطلب ہے میں پرانے زمانے کی طرح اب رشتہ بھیجوں؟؟"

اس نے منہ پھولاتے ہوئے کہا تھا۔

اس بات کا کیا مطلب ہوا پرانے زمانے کی طرح؟ بیٹا یہ چڑیل سہی"

"کہہ رہی ہے۔"

زیان نے اسے سمجھانا چاہا تھا۔ اس کے چڑیل کہنے پر عناویہ نے اسے

زبردست گھوری سے نوازا تھا۔

ہاں اور اگر اس نے انکار کر دیا یا تمہارے منہ پر کھینچ کر تھپڑ مار دیا"
"تو سوچو کتنی بستی ہوگی تمہاری

عنایہ نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے اسے خوفزدہ کرنا چاہا تھا۔
ہاں اور اس کا کوئی پتا تھوڑی ہے۔ تمہیں کسی ٹرک کے آگے دھکا"
"دے دیا یا پھر تمہیں بمب کے ساتھ باندھ کر کہیں پھینک آئی تو؟
زیان نے اپنے قہقہہ کا گلہ گھونٹا تھا۔ ان دونوں کی غیر متوقعی باتیں
سن کر سفیان کا سانس رکنے لگا تھا۔ اسے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا
تھا۔ اسے یوں ہی تذبذب کا شکار کر کے خود وہ دونوں کچن میں آگئے
تھے۔ اور دبی دبی آواز میں ہنسنے لگے تھے۔

"عنایہ ہم جا رہے ہیں"

زرشلا نے کمرے میں آ کر زور دے کر کہا تھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

"وہ سفنی نے مجھے پیزا کھلانے کا وعدہ کیا تھا وہیں جا رہے ہیں"

زرشی ہنستے ہوئے کہہ رہی تھی۔ آج اس نے حجاب خود کرنے کی کوشش کی تھی اور وہ کوشش کامیاب رہی تھی کیوں کہ کل اس نے عنایہ کو اچھی طرح سے تنگ کیا تھا حجاب کے بارے میں معلومات لے لے کر۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

عنایہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا ہے کون سا مطلب؟"

وہ حیران ہوئی تھی۔

"یہی کے ہم میں کون کون شامل ہے تمہارے؟"

عنایہ نے ابرو اچکائی تھی۔

"ظاہر ہے میں اور سفیان"

زرشالا نے اسے منہ چڑا کر کہا تھا اس سے پہلے کہ عنایہ کسی شدید ردِ

عمل کا اظہار کرتی وہ لاؤنج کی جانب بھاگی تھی۔ عنایہ بھی اس کے

پیچھے بھاگی تھی۔ ان دونوں کو یوں آتا دیکھ کر زیان نے حیرت سے کہا

تھا۔

"کیا ہو گیا ہے چڑیلوں؟؟ کیوں ایسے بھاگتے ہوئے آ رہی ہوں؟"
 اس کے چڑیل کہنے پر عنایہ اور زرشی نے پاس پڑے صوفے کے کشنز
 اٹھا کر اس پر پھینکے تھے جو اس نے کمال مہارت کا مظاہرہ کرتے
 ہوئے کچھ کر لیے تھے۔

"اوائے میری والی چڑیل نہیں ہے"

سفیان اس کے کان میں گھستے ہوئے بولا تھا۔

"زیان دیکھو نا یہ دونوں کتنے فاسٹ ٹریک پر چل رہے ہیں؟"

سفیان کو جواب دینے کے لیے پر جوش زیان نے عنایہ کی بات سننے کو
 زیادہ ترجیح دی تھی۔ پر اس کے بولنے سے پہلے ہی سفیان بول پڑا تھا۔
 "کونسا ٹریک؟"

اب بولوں میں اور بتاؤں سارا کچھ یا مجھے بھی لے کر چل رہے ہو"
 "تم؟"

عنایہ نے شرارتی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے کہا تھا۔

"سہی کہتے ہیں بھائی رازداروں کی دشمنی خطرناک ہوتی ہے"

زیان نے اس کے کندھے پر اپنی کوہنی ٹکاتے ہوئے کہا تھا۔

"عناہ تمہیں پیرا پسند ہے؟"

سفیان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔ انداز اتنا میٹھا تھا جیسے ابھی اسے بھی اپنے ساتھ لے جانے کو تیار ہو

"ہاں ہاں"

جوش سے اس کی آواز اونچی ہوئی تھی۔

تو وہ تو سب کو پسند ہوتا ہے۔ اچھا پھر ملاقات ہوتی ہے آؤ زرشہی"
"چلیں"

وہ اتنا کہہ کر باہر کی جانب بھاگا تھا۔ زرشہی نے بھی اس کی پیروی کرتے ہوئے باہر کی جانب دوڑ لگا دی تھی۔

"اف کتنے بد تمیز ہیں یہ دونوں۔"

وہ منہ بسورتے ہوئے بولی تھی۔

"تمہیں اب بھی کوئی شک ہے؟"

زیان نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

نہیں کوئی شک نہیں مجھے۔ پر اب میں اکیلی کیا کروں گی بور ہو"

"جاؤں گی۔"

اب جا کر اس نے اپنی پریشانی کی وجہ بتائی تھی۔ زیان کو اس کی بات سن کر صدمہ ہوا تھا۔ بھلا وہ 6 فٹ کے نوجوان کو کیسے فراموش کر سکتی تھی۔

"تم اکیلی کہاں ہو"

دلنشین انداز اپنایا گیا تھا۔ مسکراہٹ ہونٹوں پر مچل رہی تھی۔ دل میں محبت کا سمندر موجزن تھا۔ جس کی نا اسے خبر تھی اور نا وہ واقف تھی۔ دلوں میں یہ خوبصورت جذبہ کب کا بیدار ہو چکا تھا۔ پر ہائے یہ بے خبری یہ لا پرواہی۔۔

عناویہ نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ ایک بدلا بدلا سا احساس ہوا تھا۔ دل کی حالت یکسر بدلنے لگی تھی۔ دھڑکنوں نے شور مچایا تھا۔ ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھنے سے اجتناب برتا جا رہا تھا۔ اس خوبصورت لڑکی کی آنکھوں میں ایک طلسم سا تھا۔ جو دیکھنے والے کو اپنے قابو میں کرنے کا ہنر جانتا تھا۔ دوسری طرف وہ بھی ان گہری بھوری آنکھوں میں دیکھنے سے گریز کیا کرتی تھی۔ ان آنکھوں میں

ایک تسلسل سے دیکھنے کی سکت وہ آج تک پیدا نا کر پائی تھی۔ فون کی آواز سے دونوں حقیقت میں لوٹے تھے۔

السلام علیکم آنٹی کسی ہیں؟۔۔۔ جی جی آپ کو ہی فون کرنے والا" تھا۔۔۔ بھلا ایسا ہو سکتا ہے کے آپ کا بیٹا یہاں آیا ہو اور آپ سے "ملاقات کیے بغیر واپس چلا جائے۔۔۔ دوسری جانب سے کچھ کہا گیا تھا۔

جی پر آج نہیں آنٹی۔۔۔ نہیں نہیں آپ تو جانتی ہیں نا ایسی کوئی" بات نہیں۔۔۔ نہیں وہ دراصل سفی باہر نکل گیا ہے دوست کے ساتھ۔ ہم لوگ میٹنگ ٹور پر آئے تھے تو ایک فرینڈ ساتھ ہے میرے۔۔۔ اس لیے آج نہیں آ سکتا۔۔۔ نہیں کچھ کہہ نہیں سکتا اس کے موڈ پر ڈیپنڈ کرتا ہے۔۔۔ نہیں آنٹی زبردستی تھوڑی لے کر آ سکتا ہوں۔۔۔ چلیں میں اس سے بات کر کے آپ کو فون کرتا ہوں۔۔۔

"حافظ۔ اللہ

اس کے بات کرنے کے دوران عنایہ کو محسوس ہوا کہ ان کی گفتگی کا اہم حصہ اس کی اپنی ذات ہے۔ اس لیے پوچھنے سے خود کو روک نہیں سکی تھی۔

"تم میرے لیے اپنی آنٹی سے ملنے نہیں جا رہے؟"

اس نے شکی نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"واہ بڑی عقلمند ہو تم"

سہی بتاؤ زیان۔ اگر ایسا ہے تو نوپرولم تم چلے جاؤ تھوڑی دیر تک "

"زرشی آ جائے گی

عنایہ نے مخلص مشورہ دیا تھا۔ پر مقابل کو یہ مشورہ پسند نہیں آیا تھا۔

ہاں پر میں تھوڑی دیر کے لیے بھی تمہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا تم "

"میری ذمہ داری ہو عنایہ

اس نے ذمہ داری پے زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

"چلو پھر ایک کام کرتے ہیں؟"

عنایہ نے جھجھکتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں؟"

"مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو،"

اس نے نظریں جھکائے کہا تھا۔ خود اپنے منہ سے ساتھ چلنے کا کہنا اسے پسند نہیں آیا تھا۔

ارے نیکی اور پوچھ پوچھ۔ آنٹی نے تو بہت زور دیا ہے کے تمہیں"

"بھی ساتھ ہی لے کر آؤں اور آج ہی آؤں
اس کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ آ کر رکی تھی۔

"ٹھیک ہے پھر میں ریڈی ہو جاؤں"

اس کی بات سن کر وہ بھی ہلکی پھلکی ہو گئی تھی۔

"ہاں میں بھی ہو جاؤں۔ تھوڑی دیر تک نکلیں گیں۔"

"اوکے"

عناہ اندر کمرے میں تیار ہونے چلی گئی تھی جب کہ زیان لاؤنج میں

ہی فون کر کے آنٹی مریم کو ان کے آنے کی اطلاع دینے لگا تھا۔

"چلیں؟"

اس نے عنایہ کو لاؤنج میں آتے دیکھ کر کہا تھا۔

"ہاں"

عنایہ نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔
جس بلڈنگ میں وہ فلحال رہائش پذیر تھے وہاں سے ایک دن کے لیے
گاڑی ہائر کی جاسکتی تھی۔ زیان نے چارجز پے کر دے تھے۔ اور اب
وہ مرسدیز میں بیٹھ چکے تھے۔ زیان ڈرائیونگ سیٹ پر براجمان تھا۔
جب کے عنایہ اس کے برابر والی نشست پر بیٹھی ہوئی تھی۔

"اچھا تو بتاؤ وہ تمہاری آنٹی کس رشتے سے ہیں؟"

عنایہ نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"ہاہا کسی رشتے سے نہیں"

زیان نے ہنس کر کہا تھا۔

"کیا مطلب؟"

اور وہ نادان لڑکی الجھ گئی تھی۔

"مطلب کے دوستی کی وجہ سے"

میری نظر میں دنیا کے بہت سے خوبصورت رشتوں میں ایک رشتہ "

"دوستی کا ہے۔ خیر کس کی دوست ہیں وہ؟

"میری ماما کی بیسٹ فرینڈ ہیں۔"

ماں کا ذکر کرتے ہوئے اس نے آہ بھری تھی۔

"زیان ایک بات کہوں؟"

"ہاں؟"

میں نے تمہاری ماما کو کبھی آفس آتے نہیں دیکھا نہ ہی تمہارے بابا"

"کو۔ کیا وہ دونوں اتنے سوشل نہیں؟

اس کی بات سن کر اسے اداسی نے آگھیرا تھا۔

"وہ ہوتے تو تم ضرور ملتی ان سے"

"کیا مطلب؟"

اس کی بات سن کر زیان کے لبوں پر اداس سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا

تھا۔

"مطلب کے میرے پرنٹس کی ڈیٹھ میرے بچپن میں ہی ہو گئی تھی۔"

وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا تھا۔ عنایہ بھی جواب میں کچھ نہیں بولی تھی وہ اس کا درد اس کی تکلیف خود محسوس کر سکتی تھی۔ اس لیے مزید کچھ کہنے کے لیے خود کو باز رکھا تھا۔

"نکالو پیسے؟"

سفیان نے اچانک اٹھ آنے والی مسکراہٹ کو بڑی مشکل سے روکا ہوا تھا۔

"کون سے پیسے؟"

وہ مگن انداز میں پیزا سے انصاف کرتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ جو پیزا کھا رہی ہو کب سے اس کے اور کس کے"

سفیان یہ کہتے ہوئے ادھر ادھر دیکھنے لگا تھا۔ زرشکی کے چہرے پر اترتے اضطراب کے رنگوں کو دیکھ کر اپنی مسکراہٹ کو مزید روکنا اس

کے لیے اچھا خاصا مشکل ہو جانا تھا۔

"تو یہ تو تم کھلا رہے تھے نہ"

اس کے تاثرات دیکھ کر سفیان کا دل چاہا تھا فلک شگاف قہقہے لگائے پر
زرشی کو ستانے میں جو لطف آتا تھا وہ اور کہیں نہیں تھا۔

ہاں کھلا میں ہی رہا ہوں پر عنایہ سے بچ کر بھاگنے کے چکروں میں"
"اپنا وولٹ وہیں کہیں چھوڑ آیا ہوں۔

اس کی ایکٹنگ داد دینے کے قابل تھی۔

"تو اب کیا کریں گیں؟"

اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔

"ظاہر ہے تم پیسے دو گی۔"

وہ اطمینان سے بولا تھا۔

"پر میرے کلچ میں صرف موبائل ہے اور کچھ میک اپ کی چیزیں"

اس نے تھوک نگلتے ہوئے بولا تھا۔

"اتنی سی چیزوں اور تم نے اتنا بڑا کلچ پکڑا ہوا ہے اوہ گاڈ"

اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"اب کیا ہو گا سفی؟"

اس کے لہجے میں خوف نمایا تھا۔

"ظاہر ہے تم اب ان کے سارے برتن دھو کر جاؤ گی"

اس کی بات سن کر زرشہ نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تھا۔

سفی کی آنکھیں ہنسی ضبط کرتے کرتے سرخ ہو چکی تھیں۔ چہرہ پورا لال ہو گیا تھا۔

"اور تم کیا کرو گے؟"

"میں تمہیں برتن دھوتے ہوئے دیکھوں گا اور کیا"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

میں تمہاری سہولت کے لیے برتن دھونے والے سنک کے آگے ایک شیشہ لگوا دیتی ہوں اس طرح تم برتن بھی دھو لو گے اور خود کو برتن دھوتے ہوئے دیکھ بھی آسانی سے سکو گے"

وہ جلا دینے والی مسکراہٹ ہونٹوں پے لیے کہہ رہی تھی اور ساتھ ہی پیزے کا آخری پیس منہ میں ڈال کر اپنا کلچ اٹھا کر سن گلاسز آنکھوں پر لگاتی باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ سفیان نے شدید حیرت سے اس کی حرکت دیکھی تھی۔ اور کاؤنٹر کی جانب تیزی سے بڑھا تھا۔

"سفیان بیٹا اب بھی وقت ہے سوچ لے اپنے فیصلے پر"

اس کے دل نے دہائی دی تھی۔

"زیان میرے بچے کیسے ہو تم؟"

دروازہ کھولنے والیں مریم ہی تھی۔ اتنے عرصے بعد زیان سے ملاقات کی خوشی میں وہ کافی دیر تک زیان سے لپٹی کھڑی تھیں۔

مانا کے تمہاری اصل ماں نہیں ہوں پر بیٹا تمہیں بھی ہمیشہ اپنی سگی " اولاد ہی مانا ہے اور ویسے ہی پیار کرتی ہوں۔

وہ نم آنکھوں سے کہتیں اس سے جدا ہوئی تھیں۔ زیان بھی ان کی بات سن کر مسکرا دیا تھا۔ ان کی نظر اب زیان کے عقب میں کھڑی حجاب کیے معصوم سی خوبصورت لڑکی پر پڑی تھی۔

"زیان کہیں تم نے مجھے بلائے بغیر شادی تو نہیں کر لی؟"

وہ شکی نگاہوں سے عنایہ کو دیکھتے ہوئے انجانے خوف سے بولیں

تھیں۔ ان کی بات سن کر جہاں زیان کو اپنی مسکراہٹ چھپانا مشکل ہو

گئی وہیں عنایہ کے چہرے پر حیا کے رنگ پھیلے تھے۔ وہ ان کی بات سن کر سٹپٹا گئی تھی۔

"نہیں نہیں آنٹی ایسا ہو سکتا ہے کیا؟"

الٹا زیان نے انہی سے سوال کیا تھا۔

"نہیں مجھے اپنے بچے اور اپنی تربیت پر پورا بھروسہ ہے"

انہوں نے مسکرا کر زیان کا ماتھا چوما تھا۔ اور آگے بڑھ کر نروس کھڑی عنایہ سے گلے ملی تھیں۔

"ماشاء اللہ بہت پیاری لگ رہی ہو"

بے اختیار ان کے لبوں سے پھسلا تھا۔

"تھینک یو"

وہ شائستگی سے بولی تھی۔

"زیان ہمارا تعرف تو کرواؤ"

مریم نے زیان کا کان کھینچتے ہوئے کہا تھا۔

جی جی ان سے ملیں یہ ہے عنایہ میری فرینڈ۔ اور یہ ہیں میری آنٹی " مریم جن کے ساتھ میں بچپن سے لے کر کچھ عرصہ پہلے تک رہا ہوں۔ "

اس نے باری باری ان دونوں کا تعارف کروایا تھا۔

"چلو اندر چل کر باتیں کرتے ہیں"

وہ اپنے گھر کے وسیع لاؤنج میں انہیں لے گئی تھیں۔

"سیمل کہاں ہے آنٹی کوئی شور ہی نہیں ہے گھر میں؟"

عنایہ کو اگر ذرا سا بھی اندازہ ہوتا کہ وہ سیمل کے گھر آئی ہے تو وہ کبھی نہ آتی۔ یہاں آنے سے انکار کر دیتی۔ سیمل سے اسے ایک عجیب سی جلن محسوس ہوئی تھی۔ حالانکہ وہ نہ اسے جانتی تھی نہ اسے یہ پتہ تھا کہ وہ ہے کون پھر بھی اس سے ملاقات سے پہلے ہی اس سے ایک عجیب طرح کی جیلیسی محسوس کرنے لگی تھی۔

بیٹا تمہیں پتا تو ہے وہ کہاں گھر میں آرام سے بیٹھ سکتی ہے۔ اپنے " فرینڈز کے ساتھ ایک ایک کے ٹوڈر پر نکلی ہوئی ہے۔ مجال ہے جو یہ "لڑکی میری کبھی سن لے

زیان نے سن کر عنایہ کو اپنی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پایا۔ اس نے اس کی مشکل آسان کی تھی اور اس کے دل میں اٹھتے سوال کا جواب بھی دیا تھا۔

سیمل دراصل مریم آنٹی کی بیٹی ہے اور میری اور سفیان کی بہت اچھی " فرینڈ۔ ہم لوگ یونیورسٹی تک اکٹھے پڑھتے رہے ہیں۔ میں اور سیمی تو اسکول سے لے کر یونیورسٹی تک اکٹھے پڑھے ہیں سفیان سے یونیورسٹی میں دوستی ہوئی تھی اور اب تو انڈرسٹنڈنگ اتنی ہو گئی ہے کہ لگتا ہے وہ بھی بچپن سے ہمارے ساتھ ہے " وہ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا اور وہ ہلکا سا مسکرا کر سن رہی تھی جب مریم کی آواز آئی تھیں۔

"بیٹا تمہارا چہرہ زیان کی خالہ سے بہت مشابہت رکھتا ہے ماشاء اللہ " وہ کافی دیر سے یہ نوٹ کر رہی تھیں پھر بلاخر دل میں آتے خیال کو لفظوں کے ذریعے بیان کر ہی دیا تھا۔ ان کے اس طرح کہنے پر زیان نے بھی اس کی طرف غور سے دیکھا تھا۔

"اوہ"

وہ بس اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

ارے کتنی بری بات ہے بیٹے کے آنے کی خوشی میں کھانے کا تو"

"بھول ہی گئی میں رکو ابھی لگواتی ہوں

عنایہ کو نروس ہوتا دیکھ کر وہ کھانا لگوانے کے لیے کھڑی ہو گئیں
تھیں۔

"آنٹی میں کچھ ہیلپ کروں؟"

اس نے مسکرا کر پیشکش کی تھی۔

"نہیں تم آرام سے بیٹھو پہلی بار آئی ہو۔"

انہوں نے اسی لمحے انکار کیا تھا۔

"ارے کوئی بات نہیں"

نہیں بیٹا تم رہنے دو بلکہ یہ زیان کس لیے ہے یہ لگائے گا میرے"

"ساتھ۔ چلو اٹھو زیان

ان کو آپس میں مگن دیکھ کر وہ موبائل یوز کرنے لگا تھا ان کی بات

سن کر اس نے حیرت سے سر اٹھایا تھا۔

"ہیں میں لگاؤں گا؟؟"

اس نے اپنے سینے پر شہادت کی انگلی رکھتے ہوئے کہا تھا۔
 "میرے خیال سے زیان تمہارا ہی نام ہے"
 آنٹی نے تمہارے پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔ اس سارے دوران عنایہ
 چہرہ جھکائے مسکرانے میں مصروف تھی۔
 "اچھا چلیں آپ بھی کیا یاد کریں گی"
 اس نے احسان جتاتے ہوئے کہا تھا۔
 "کچھ یاد کرنے کے قابل ہو گا تو ضرور کروں گی"
 انہوں نے فوراً اس کا حساب برابر کیا تھا اور ثابت کیا تھا کہ وہ بھی
 اسی کی آنٹی تھیں۔

آنٹی مریم سے بہت سی دعائیں لے کر وہ واپسی کے لیے نکلے تھے۔
 انہوں نے تو ان دونوں کو رات تک روکنے کی بہت کوشش کی تھی پر
 زیان کی ضد تھی کہ انہیں واپس جانا ہے۔

ویسے زیان آنٹی اتنا کہہ رہی تھیں۔ ہمیں رک جانا چاہیے تھا تھوڑی "دیر"

عناویہ نے خاموشی کو توڑا تھا۔

"دل تو میرا بھی نہیں کر رہا تھا آنے کو پر تمہاری وجہ سے آیا ہوں" وہ سٹیئرنگ گھومتے ہوئے بولا تھا۔

"میرے لیے؟؟؟"

وہ حیرت سے اسے تنکنے لگی تھی۔

"ہاں اور کیا"

اس نے اپنی چن کھجائی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا ہاں؟"

وہ باہر دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

مطلب یہ کہ پہلی بار ملک سے اتنی دور آئی ہو تو کیا یہاں سے اپنی "پیاری نانی ماں کے لیے کچھ اسپیشل نہیں لے کر جاؤ گی؟"

اس کی بات سن کر عنایہ کو سمجھ نہیں آیا وہ کس طرح کا رینگٹ کرے۔ خوشی اور حیرت کے احساس بیک وقت اس نے محسوس کیے تھے۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟"

اس نے کنفرم کرنا چاہا تھا۔

"ہاں اب میں ہر بات پر بھی مذاق نہیں کرتا"

"تھینک یو سو مچ زیان۔ اٹ ریلی مینز آ لوٹ فار می"

اس نے تشکر بھری نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

اس کے دل میں یہ شدید خواہش تھی کہ جاتے ہوئے وہ نانی ماں کے

لیے کچھ اسپیشل لے کر ضرور جائے پر کسی سے بھی کہہ نہ پائی

تھی۔ اور ایک وہ تھا جو اس کے کہے بغیر اسے شاپنگ مال لے کر جا

رہا تھا۔ بن کہے اس کی بات سمجھ گیا تھا۔ زیان اسے شارجہ کے مشہور

شاپنگ مال لے کر گیا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹہ پھرتے رہنے کے بعد اسے

نانی ماں کے لیے ایک گولڈ کی بریسٹ پسند آئی تھی۔ اسے وہ بریسٹ

بہت نازک اور خوبصورت لگی تھی۔ جیسے وہ بنی ہی اس کی نانی ماں کے

لیے ہو۔ بریسلٹ کو دیکھتے ہی اس کی نظر اس کے ساتھ لگے ٹیگ پر پڑی تھی۔ قیمت اس کی خوبصورتی کی طرح ہی نایاب تھی جسے عنایہ ادا کرنے سے قاصر تھی۔ اس نے زیان کے ساتھ آنے سے پہلے اپنے پرس میں پیسے رکھ لئے تھے۔ مگر وہ اس بریسلٹ کے لیے کم تھے۔ اس سے چند قدم دور موبائل کان سے لگائے وہ عنایہ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی گہری نگاہیں عنایہ پر ٹکی ہوئی تھیں وہ تذبذب کا شکار کھڑی تھی۔ زیان اتنا تجربہ ضرور رکھتا تھا کہ بات کو سمجھ جائے۔ وہ فون بند کر کے عنایہ کے قریب آیا تھا۔

"ہاں لے لیا گفٹ؟"

اس نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"نہیں میں نے سوچا ہے کوئی شال لے جاتی ہوں"

اس نے سامنے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ زیان کی طرف اس لمحے دیکھنے کا وہ خود میں حوصلہ پیدا نہیں کر پا رہی تھی۔

زیان نے اس کی بات سن کر سر ہلا دیا اور پھر سیلز مین کو وہی بریسٹ پیک کرنے کو کہا تھا جو کچھ دیر پہلے عنایہ پکڑے کھڑی تھی۔ عنایہ اس کی حرکت دیکھ کر ششدر رہ گئی تھی۔

پر پیسے اپنے بھی ساتھ دیے تھے زیان نے اس کی اس حرکت پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔

ابھی تو عنایہ نے خاموشی سادھ لی تھی مگر گاڑی میں اس نے زیان سے ایسا کرنے کی وجہ ضرور پوچھی تھی جس کے جواب میں زیان نے بس اتنا کہا تھا۔

دیکھو عنایہ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ وہ میرے لئے بھی "عزیز ہیں۔ میں خود بھی ان کے لیے کوئی گفٹ ضرور لے کر جانا چاہتا تھا پر اس سے اچھا کیا ہے کے ہم دونوں انھیں ایک ہی گفٹ دیں۔ ہاں ایک بات میں تم سے ضرور کہنا چاہوں گا ہماری دوستی اتنی مضبوط ضرور ہونی چاہیے کے ہم بلا جھجک کوئی بھی بات ایک دوسرے سے "کہہ سکیں۔"

اس کے جواب میں عنایہ کچھ نہ کہہ سکی تھی۔

اور چپ چاپ ونڈو سکرین سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

"کل کی فلائٹ ہے پیکنگ کر لو سب"

زیان نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے ان کے سروں پر دھماکہ کیا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا ہم سے پوچھ تو لیتے یار"

سفیان نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھ سے پوچھا گیا ہوتا تو تم سب سے ضرور پوچھتا"

اس نے یہ کہتے ہوئے اپنے ماتھے پر بکھرے ہوئے بال ہٹائے تھے۔

عناویہ اور زرشہ بھی انہی کی طرف متوجہ تھیں۔

"کیا مطلب ہے تیرا؟"

سفیان الجھا تھا۔

"مطلب یہ دیکھ یار"

اس نے یہ کہتے ہوئے اپنے موبائل میں سے کچھ نکال کر اس کی جانب بڑھایا تھا۔ سفیان نے یہ دیکھ کر بے اختیار منہ پھلایا تھا۔ زیان کو کچھ دیر پہلے ریاض احمد کا میسج رسیو ہوا تھا۔

زیان میں نے تمہاری بات مانی اور تم سب کو دو کی بجائے پانچ دن " رکنے دیا۔ پر اب تم لوگوں کو واپس آ جانا چاہیے۔ اگر صرف تم اور سفی گئے ہوتے تو کوئی مسئلہ نہیں تھا مگر تمہارے ساتھ دو بچیاں بھی ہیں اور ان کی ذمہ داری تم پر ہے اس لیے میں چاہتا ہوں خیریت سے اب تم لوگ واپس آ جاؤ۔

"یار یہ کیا عجیب لاجک ہے"

وہ صوفہ پر بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"پر مجھے تو بات ان کی ٹھیک لگ رہی ہے"

زیان بھی اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"ہمیں بھی بتا دو کیا بات ہے؟"

زرشالا نے انہیں مخاطب کیا تھا۔

"بچوں کو بتانے والی بات نہیں ہے"

سفی نے منہ چڑایا تھا۔

"سفی تم ٹھہرو ذرا"

وہ غصے سے اس کی جانب بڑھی تھی۔

"میں تمہاری بات ماننے کا پابند نہیں"

وہ اسے چڑاتا ہوا کہہ کر اپنے کمرے میں تیزی سے بڑھ گیا۔ جب اس

نے اندر جا کر دروازہ لاک کر لیا تب جا کر زرشکی کو اس کی بات کی

سمجھ آئی تھی۔ اس سے بدلہ لینے کا ارادہ ترک کر کے وہ بھی اپنے

کمرے کی جانب بڑھی تھی۔

"کتنے بجے کی فلائٹ ہے؟"

عنایہ نے اسے مخاطب کیا تھا۔ اب لاؤنج میں بس وہ دونوں ہی رہ گئے

تھے۔

"کل صبح گیارہ بجے کی"

وہ موبائل میں جھکا ہی بولا تھا۔

"اوکے"

وہ کہتے ہوئے کمرے میں چلی گئی تھی۔

رات کے تقریباً دس بجے تک ان سب کی ساری پیکنگ مکمل ہو گئی تھی۔ وہ سب ہی یہاں ایک ساتھ گزارے ہوئے یہ حسین یادگار لمحات بہت یاد کرنے والے تھے۔ سب کے دلوں کا حال ایک جیسا تھا۔ اس وقت وہ سبھی لاؤنج میں بیٹھے ہوئے تھے۔

"میں تو یہ ٹور بہت مس کروں گی۔"

زرشی اداسی سے بولی تھی۔ عنایہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ اس کی اپنی حالت بھی اس سے جدا نہ تھی پر وہ اپنے دل کا حال کسی کو بتانے سے ہمیشہ سے قاصر رہی تھی۔

"ہاں میری زندگی کا بھی یہ سب سے بیسٹ ٹور تھا۔"

زیان نے بھی اپنا خیال ظاہر کیا تھا۔

ایسا کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں ایک الگ سی چمک آئی تھی جسے

عنایہ نے بغور دیکھا تھا۔

"تو کیا خیال ہے اس ٹور کا آخری ایڈونچر کیا جائے؟"

سفیان نے جوش سے بولا تھا۔

"ہاں ہاں ضرور"

زرشی بھی پر جوش ہو کر اٹھی تھی۔ وہ دونوں نماز پڑھ کر حجاب اوڑھے بیٹھی ہوئی تھیں۔

ہاں ویسے بھی ابھی اداس ہو کر ہم اس ٹور کے بچے ہوئے وقت کو"

"ضائع کر رہے ہیں۔ کیوں نہ ایک اور خوبصورت یاد بنائی جائے۔

عنایہ نے مسکرا کر کہا تھا۔ اس کی بات سن کر وہ تینوں اسے بغور دیکھ

رہے تھے۔ اور وہ اپنی طرف ان کی نگاہیں محسوس کر کے تھوڑی سی

کنفیوز ہوئی تھی۔

"کیا ہوا؟"

اس نے گھبراتے ہوئے پوچھا تھا۔

یار زیان مجھے لگتا ہے کہ اس میں کوئی بوڑھوں والی روح ہے اس"

"لیے تو ہر وقت دادی اماؤں والی باتیں اور نصیحتیں کرتی رہتی ہے

سفیان نے زیان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تھا۔ جس کے

جواب میں زیان بھی کچھ الٹا سیدھا کہنے سے باز نہیں آیا تھا۔

بوڑھوں کیا مجھے تو لگتا ہے کہ اس میں روح نہیں ہے یہ آتما ہے"
"اور ہمیں کھانے آئی ہے

زیان نے ساتھ ڈرنے کی بھی بھرپور ایکٹنگ کی تھی۔

ہاں اور تمہیں پتہ ہے یہ روز رات کو تین بجے غائب ہو جاتی ہے"
میں نے سنا ہے کہ اسی ٹائم ہوائی چیزوں میں زیادہ طاقت آ جاتی ہے۔
"کتنا بڑا اتفاق ہے نہ

زرشی ایسے انداز میں بتا رہی تھی جیسے بڑی ہی کوئی معلوماتی بات ان
کے گوش گزار کر رہی ہو۔

عناویہ ان سب کی باتیں سن کر تپ گئی تھی اور اب خونخوار تیور لیے
ان کو گھورنے میں مصروف تھی۔

مجھے تو پہلے ہی اس پر شک تھا۔ پتا ہے میں روز رات کو فرج میں"
چاکلیٹس رکھ کر سوتا ہوں اور صبح وہ غائب ہوتی ہیں۔ یقیناً یہ اسی کا
"کام ہے

سفیان اب بھی باز نہ آیا تھا۔

"آتمائیں چاکلیٹس بھی کھاتی ہیں۔ امپریسو"

زیان نے عنایہ سے متاثر ہوتے ہوئے کہا تھا۔
 عنایہ غصے سے انہیں دیکھ کر ایک مختصر مگر گہرا جملہ کہتے ہوئے باہر کی
 جانب بڑھی تھی۔

تم سب کے مطابق اگر میں آتما ہوں تو یقین مانو آتماؤں کے بارے "
 میں مجھے بھی یہ سب معلومات نہیں پتہ تھیں پر تم لوگوں کا بہت
 شکریہ اپنی کمیونٹی کے بارے میں مجھے اتنا کچھ بتایا۔ ظاہر ہے وہی
 معلومات ہمیں پتہ ہوتی ہیں جو زیادہ تر ہماری ذات سے ریلیٹ کرتی
 "ہوں۔ میں باہر کھڑی ہوں آ جاؤ واک کے لیے چلتے ہیں۔
 پیچھے سے وہ سب بھونچکا کر رہ گئے تھے۔ وہ کیسے ایک ہی دفع میں
 سارا حساب برابر کر گئی تھی یہ ان سب کے متاثر ہونے کے لیے کافی
 تھا۔

"سفیان نیچے بیٹھو نہ"

زرشالا نے بڑے لاڈ سے کہا تھا۔

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا؟ سڑک پر نیچے بیٹھ جاؤں میں واہ۔"
سفیان نے اسے ایسے دیکھا تھا جیسے کسی غیر معمولی چیز کو دیکھ رہا ہو۔
"پلیز نہ"

زرشی نے اس کی منت کرنے کے بعد اسے کھینچ کر نیچے زبردستی بٹھا دیا تھا۔ اور اس کے اوپر ایک چادر بھی اس کے کندھوں پر اوڑھا دی تھی۔ اس کے سلکی بالوں کو زرشکی نے بکھیر دیا تھا۔ اب وہ نجانے کہاں سے ایک کپڑے کا چھوٹا سا پیس لے کر آئی تھی اور اس پیس کو سفیان کے بلکل آگے بچھا دیا تھا اس کے اوپر چند سکے رکھ کر وہ اب ویڈیو بنانے میں مگن تھی۔ سفیان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اپنے سارے بدلے اس سے اس طرح سے نکالے گی۔ اس کی طرف دیکھ کر مختلف لوگ بھی اب اس کپڑے پر پیسے پھینکتے جا رہے تھے۔ اور سفیان کو ہمدردی سے دیکھ رہے تھے۔

"زرشی کی بچی بند کرو اس کو"

وہ غصے سے اٹھتے ہوئے بولا تھا۔

"اوائے بیٹھے رہو ابھی تم لائیو جا رہے ہو"

زرشی کو پھر سے شرارت سو جھی تھی جب کے اس کی بات سن کر
مقابل کا چہرے کا رنگ زرد ہوا تھا۔ بھلا اتنے ہینڈسم بندے کو اس
نے فقیر کے بھیس میں لائیو دکھا دیا تھا۔

"اب تم رکو ذرا"

وہ غصے سے اس کی جانب بڑھا تھا۔ وہ بھی منہ چڑا کر زیان اور عنایہ
کی طرف بھاگ گئی تھی۔

"عنایہ اسے پکڑو جانے مت دینا"

سفیان زرشالا کو عنایہ کے پیچھے پھرتے ہوئے دیکھ کر ہانپتے ہوئے بولا
تھا۔

"کیوں اب کیا ہوا ہے؟"

وہ ان دونوں کو مشکوک نظروں سے گھور رہی تھی۔

"کچھ نہیں بس اس کی اصل حالت میں نے دنیا کو دکھائی تھی۔"

وہ معصوم بننے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔

"اوہ دیکھو میرا یار لائیو آ رہا تھا میں نے مس کر دیا"

زیان نے افسوس سے کہتے ہوئے ان کی جانب موبائل بڑھایا تھا۔

"کیا زرشی تم نے واقعی لائیو مجھے دکھایا ہے"

سفیان دکھ سے بولا تھا۔ اس سے یہ ہضم نہیں ہو رہا تھا کہ زرشالا نے واقعی اس کی ڈیشننگ شخصیت کو اس حلیے میں لائیو دکھایا ہے۔

"تو اور میرا تمہارا مذاق ہے"

وہ مسکراہٹ ضبط کیے سنجیدگی سے بولی تھی۔

"ایسا نہیں ہو سکتا"

وہ آہستہ سے کہہ کر ان سے ذرا آگے کو ہو کر چلنے لگا تھا جب پیچھے سے اسے ان کے جاندار قبہتہ سنائی دیے تھے۔ وہ حیرت سے پیچھے مڑا تھا۔

"کیسا لگا ہمارا پرنیک؟"

عنایہ ہنسی روکتے ہوئے بولی تھی۔

"تم بھی ان کے ساتھ شامل تھی چڑیل؟"

"ہاں آیا مزہ بندر؟"

عنایہ نے حساب پورا کیا تھا۔

"ہاں کبھی تو تم میری سگی دوست ہونے کا ثبوت دیا کرو"

وہ بھی اب ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔ اس کی جان میں جان آ گئی تھی کہ وہ ویڈیو وائرل نہیں ہوئی تھی۔

"نہیں تو ہم دونوں کیا سوتیلے ہیں؟"

زیان مصنوعی خفگی سے بولا تھا۔

"تمہیں کس نے بتا دیا۔۔ اوہ ہو تم لوگوں کو نہیں بتانا تھا ہم نے"

اس نے زیان کے ہاتھ سے چپس کا پیکٹ لیتے ہوئے کہا تھا۔

"چلو گائز لاسٹ سیلفی لیتے ہیں یہاں کی۔"

زرشالا یہ کہتے ہوئے آگے آئی تھی پر قد ان لڑکوں سے تھوڑا چھوٹے ہونے کی وجہ سے وہ فریم میں سب کو پورا نہیں لا پا رہی تھی۔

"تم سے نہیں ہوگا زرشالی تم رہنے دو"

زیان نے یہ کہتے ہوئے اپنا فون نکالا تھا اور سیلفی لی تھی۔ زرشالی نے

اس کی بات پر منہ نہیں بنایا تھا اگر بنا لیتی تو سیلفی خراب ہو جاتی نہ۔

وہ لوگ اب ہلکی پھلکی گپ شپ کرتے ہوئے آہستہ آہستہ ٹہل رہے

تھے۔ زیان ان کی گپ شپ میں حصہ نہیں لے پا رہا تھا کیوں کہ اس

کا دھیان اپنے موبائل میں تھا وہ اس ٹور کی ساری تصویریں دیکھ رہا

تھا۔ اچانک اس کی نظر ایک تصویر پر پڑی تھی وہ تصویر سفیان کی الٹی
سیدھی سیلفی کی تھی اس تصویر کے آگے پیچھے سفیان کی ہی سلفیاں
تھیں۔ وہ حیران ہوا تھا

بھلا میں نے اسے کب اپنا فون دیا جو اس کی اتنی سلفیاں موجود"
"ہیں۔"

اس نے سوچا تھا پھر اسے یاد آیا میٹنگ پر جاتے ہوئے عنایہ کے ساتھ
تصویر لیتے ہوئے اس نے اسے فون دیا تھا پر پھر عنایہ اور اسکی
تصویریں کہاں تھیں جو سنی کو لینے کے لیے کہا گیا تھا۔ اس نے اس
فولڈر کی اور تصویریں دیکھیں وہاں پر بس ایک ہی ان دونوں کی
تصویر لی گئی تھی۔ ان کی ایک ساتھ لی ہوئیں سلفیاں ضرور تھیں پر
باقی سب سفیان کی سلفیاں تھیں۔ جو بھی تھا وہ ایک تصویر بھی بہت
کمال آئی تھی۔ جیسے کسی ڈی ایس ایل آر سے لی گئی ہو۔ پر سفیان
نے ان کی بس ایک لی تھی اب تو اس کی شامت پکی تھی۔

"سفیان؟"

"ہاں"

وہ اس کی جانب آیا تھا۔

"یہ یہاں میری اور عنایہ کی پکس کہاں ہیں؟"

وہ اسے سوالیہ سے نظروں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"یہیں کہیں ہوں گی یار"

وہ لاپرواہی سے بولا تھا یا شاید اپنی شرارت چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ابھی بتاتا ہوں رک تو ذرا"

یہ کہتے ہوئے وہ سفیان کی طرح لپکا تھا۔ اپنی طرف آتے ہوئے زیان کو دیکھ کر وہ بھی بھاگا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے اندھا دھند بھاگ رہے تھے۔ ان دونوں کی اس حرکت سے محظوظ ہوتی ہوئیں عنایہ اور زرشہ ان کو بھاگتے دیکھ کر ہنس دی تھیں۔

تھکن کے باعث اس کا پورا وجود درد کر رہا تھا مگر اس کے باوجود وہ عنایہ کو اس کے گھر چھوڑنے خود جا رہا تھا۔ عنایہ کے لاکھ منع کرنے

کے باوجود بھی۔ سفیان نے تو اپنے ڈرائیور کے ساتھ جانا تھا اور زرشی کو ایئر پورٹ سے لینے اس کی والدہ آئی تھیں۔

"میں خود چلی جاتی زیان تم نے خامخواتنی زحمت کی"

وہ ابھی بھی اس کے ساتھ آنے پر رضامند نہیں ہوئی تھی۔

"عناہے اگر اب تم بولی تو تمہیں گاڑی سے باہر پھینک دوں گا"

وہ دھیان سے ڈرائیور کرتے ہوئے بولا تھا۔

"تو پھر تمہیں ڈرائیور کو نہیں بھیجنا چاہیے تھا۔"

وہ ابھی بھی باز نہ آئی تھی۔

اوپہ ہو یار وہ میری ہر بات کی خبر دادا کو دیتا ہے اور اگر میں اس"

"کے ساتھ تمہیں ڈراپ کرتا تو اس نے دادا کو بتا دینا تھا۔

وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولا تھا۔

"تو اس میں کیا قباحت ہے؟"

"اس نے مریج مسالا لگا کر بتانا تھا اب سمجھ آئی؟"

زیان نے دکھتے سر کے ساتھ اس کی جانب رخ موڑ کر اسے دیکھا تھا۔

"آگئی"

وہ ہلکا سا ہنسی تھی۔

"ویسے تم اپنے ڈرائیور سے کتنا ڈرتے ہو نہ؟"

وہ ہستی ہوئے بولی تھی۔

جی ایسے لوگوں سے ڈرنا ہی اچھا ہوتا ہے۔ چھوٹی سی بات کو کیا سے "

"کیا بنا دیتے ہیں

وہ گلی میں گاڑی موڑتے ہوئے بولا تھا۔

ہاں کہہ تو ٹھیک رہے ہو پر میرے خیال سے ڈرنا ایسے لوگوں سے "

نہیں چاہیے بلکہ ان اپنوں سے چاہیے جو ایسے لوگوں کی بات کا بغیر

"تفتیش کیے یقین کر لیتے ہیں۔

اس کی بات سن کر وہ مسکرایا تھا۔ عنایہ کو اس کی یہی مسکراہٹ دنیا

کی سب سے حسین مسکراہٹ لگتی تھی۔ وہ بھی اسے مسکراتا دیکھ کر

مسکرا دی تھی۔ گھر آچکا تھا اس بار بھی عنایہ نے اسے اندر آنے کی

دعوت نہیں دی تھی کیوں کہ وہ جانتی تھی اسے اندر آنے کے لیے

اجازت کی ضرورت نہیں اور اگر دے بھی دیں تو بھی کونسا اس نے

کسی کی اجازت دینے کا انتظار کرنا ہوتا ہے۔

نانی ماں تو جیسے ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر کھل اٹھی تھیں۔

"آگئے میرے بچے؟"

وہ خوشی سے بولی تھیں۔

نانی ماں دس از ناٹ فئیر۔ آپ کی بچی میں ہوں یہ بس مجھے یہاں"

"تک چھوڑنے آیا تھا۔

عناویہ ان سے گلے ملتے ہوئے خفگی سے بولی تھی۔

نہیں نانی ماں یہ چیٹنگ ہے۔ آپ کو کیا لگتا ہے میں اتنی دور تک"

"صرف اس باندری کو چھوڑنے آیا ہوں؟

زیان بھی کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔

"اچھا بس کرو تم دونوں ہی میرے بچے ہو بس اب ٹھیک؟"

"ہو ہائے نانی ماں۔۔۔"

اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی کیوں کہ زیان بول اٹھا تھا۔

"اوکے نانی ماں میں اب چلتا ہوں بس آپ سے ہی ملنے آیا تھا۔"

"ارے بیٹا رکو تو کھانا کھا کر جانا"

وہ اسے رک جانے کے لیے اسرار کرنے لگی تھیں۔

"نہیں پھر کسی دن ضرور"

زیان نے یہ کہتے ہوئے اپنا سر ان کی جانب جھکایا تھا۔ نانی ماں نے اسے سر پر پیار دیا تھا۔ بڑی محبت سے اس کا ماتھا چوما تھا۔ کچھ تو طاقت تھی اس لمس میں جو وہ زیان کو یہاں تک ایک بار پھر سے کھینچ لائی تھی۔ آج بھی وہ اپنی فیلنگز سمجھنے میں ناکام رہا تھا۔ ان دونوں کو خدا حافظ کہہ کر وہ گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ بلاآخر سوچوں کے تسلسل سے دھیان ہٹا کر اس نے انکیشن میں چابی گھمائی تھی۔

"نانی ماں جلدی بھی تیار ہو جائیں۔ ہم لیٹ ہو جائیں گیں۔"

عناویہ نے کمرے میں آتے ہوئے کہا تھا۔ وہ ابھی تک کپڑے لیے ویسے ہی بیٹھی ہوئی تھیں جیسے وہ کچھ دیر قبل ان کو بیٹھا چھوڑ کر نہانے گئی تھی۔

"کیا بات ہے؟"

ان کو مسلسل خاموش پا کر وہ ان کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی۔

"بیٹا ایسے نہیں بیٹھتے اوپر بیڈ پر آؤ"

انہوں نے اس کے چہرے پر پیار سے ہاتھ پھیر کر کہا تھا۔

"اچھا اب بتائیں کیا بات ہے؟ کیوں پریشان ہیں؟"

کچھ نہیں بس سوچ رہی تھی کہ خالی ہاتھ جائیں گیں تو اچھا نہیں"

"لگے گا کچھ فروٹ یا جوس لے کر چلتے ہیں۔"

"ارے بس اتنی سی بات۔ اوکے نانی ماں جاتے ہوئے لے لیں گیں۔"

وہ مطمئن سی ہو کر حجاب اوڑھنے لگی تھی پر اب جمیلہ بیگم اسے کیا

بتاتیں کہ ایک بے نام سی بیچنی نے انہیں گھیرا ہوا تھا۔ ایک عجیب سا

وہم لاحق تھا انہیں کہ جس شخص کو انہوں نے زندگی بڑھ نہ دیکھنے کی

ٹھانی ہوئی تھی آج اس سے ان کا ٹکراؤ ضرور ہوگا۔ دل میں الگ قسم

کے وسوسے آرہے تھے۔ اپنی تمام تر منفی سوچوں کو جھٹک کر وہ

کپڑے تبدیل کرنے کے لیے اٹھ گئیں تھیں۔

"ہاں پھر کب تک پہنچ رہا ہے؟"

سفیان کے فون اٹھاتے ہی زیان نے کہا تھا۔

بس یار میں تو نکل آیا ہوں پر زرشہ میڈم کی کال آئی تھی کے سنی
پلیز مجھے بھی ساتھ لے جانا۔ اس کی طرف جا رہا ہوں نہیں تو اب تک
"تیرے پاس ہونا تھا۔"

اس نے زرشہ کے کہنے کے انداز کی نقل اتارتے ہوئے کہا تھا۔

اوہ ہو شادی کے بعد تو سبھی ہوتے ہیں پر تو تو شادی سے پہلے ہی"

"جو رو کا غلام بن گیا ہے میرے یار

اس نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

بچو تیرا بھی ٹائم آنے والا ہے۔ تو بھی مزے کر لے جتنے کرنے"

"ہیں۔"

سفیان نے حساب برابر کرنا چاہا تھا پر مقابل بھی خطروں کا کھلاڑی تھا اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھبرانے کی بجائے کہنے والوں کو ایسا جواب دیتا کہ ان کی دوبارہ کچھ کہنے کی جرات نہ ہوتی۔

"دیکھا جائے گا۔ پر یار میں ایک بات سوچ رہا تھا۔"

زیان نے بظاہر سنجیدگی سے کہا تھا۔

"ہاں کیا؟"

سفیان بھی سنجیدہ ہوا تھا۔

یار وہ تمہاری اور زرشی کی شادی کے بعد تم لوگوں کا گھر پاگل خانہ" کہلائے گا نہ۔ وہ کیا کہتے ہیں خوب جے گی جب مل بیٹھیں گیں دو
"پاگل"

بات مکمل ہوتے ہی دونوں طرف فلک شکاف قہقہے گونجے تھے۔

"بس یار تیری شادی ہونے دے گن گن کر بدلے لوں گا تجھ سے۔"

سفیان نے اس کو وارن کیا تھا پر وہ بھی اعلیٰ قسم کا ڈھیٹ تھا۔

ضرور ضرور مجھے تب شرمانے کا موقع مل جائے گا ویسے تو تیرے"

"ساتھ رہ کر شرم و حیا سے بالکل ہی لا تعلق ہو گیا ہوں"

اس نے سارا حساب برابر کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے تنگ نہ کر آ گیا ہے زرشی کا گھر"

زیان سب کو باتوں میں پورا کر دیتا تھا اور اس وقت سفیان نے کال بند کرنے کو ترجیح دی تھی۔ ورنہ اس نے ہار کر اپنا موڈ خراب کر لینا تھا۔ جو وہ اس وقت بالکل بھی افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

اچھا جلدی اس کو لے کر پہنچ۔ دادا کب سے ویٹ کر رہے ہیں۔"

"عنا یہ بھی آتی ہوگی۔"

"اوکے بائے۔"

سفیان نے کہتے ساتھ کال کاٹ دی تھی۔

"جلدی نہیں آ سکتے تھے تم؟"

وہ گاڑی میں بیٹھتے ساتھ اس پر برس رہی تھی۔

"تو اور کیا دیر سے آیا ہوں؟"

وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تھا۔ فلائٹ کے بعد آج اسے زرشالا کو دیکھنے کا موقع ملا تھا اور وہ ملتے ہی اس سے لڑنے لگی تھی۔

"ہاں پورے پانچ منٹ"

وہ تنک کر بولی تھی۔

"اوکے بابا سوری۔"

سفیان نے اس بے تکے جھگڑے سے جان چھڑوانی چاہی تھی۔

"ٹھیک ہے آئندہ خیال رکھنا۔"

وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائی تھی۔

آئندہ سے کیا مطلب ہے تمہارا؟ میں نے کوئی ساری زندگی کے لیے

"تمہیں پک اینڈ ڈراپ کرنے کی ذمہ داری تھوڑی قبول کی ہے۔

سفیان بے دھیانی میں کیا بول گیا تھا اسے بھی ہمیشہ کی طرح بولنے کے

بعد احساس ہوا تھا۔ دونوں نے پہلے ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا

اور دوسرے ہی لمحے نظریں پھیر لی گئیں تھیں۔ ان کے درمیان کافی دیر

تک خاموشی رہی تھی۔

"قلفی کھاؤ گی؟"

کافی دیر کے بعد سفی نے ہمت کر کے گاڑی کے اندر کے ماحول کی گھٹن کو کم کرنے کی کوشش کی تھی۔

"ہاں کہاں ہے؟"

وہ پرجوش ہوئی تھی۔

"لاتا ہوں۔"

کہتے ہوئے اس نے بریک لگائی تھی۔ اور گاڑی سے باہر نکل کر پاس ہی میں بنی ایک دکان سے قلفی لینے گیا تھا۔ جب وہ قلفی لے کر آیا تو زرشی نے پریشان ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"سفی میں کیسے کھاؤں؟"

"منہ سے"

وہ اپنی قلفی سے انصاف کرتا ہوا بولا تھا۔

"افو میرا حجاب خراب ہو جائے گا"

وہ تنگ آ کر بولی تھی۔

"تو میں کھا لیتا ہوں تمہاری"

اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا تھا۔

"بکواس بند کرو اور ٹشو دو تم۔ میں خود ہی کچھ کر لوں گی"
وہ بھڑک اٹھی تھی۔

"اچھا اچھا ڈیش بورڈ میں پڑے ہیں لے لو۔"
زرشی نے ٹشو نکال کر قلفی کے نیچے سٹک کے اوپر اچھے سے لپیٹا تھا۔
تا کے اگر کوئی قطرہ گرے تو اس کے کپڑے یا حجاب پر دھاگ نہ لگ
جائے۔ آخر اس کو سر ریاض نے اپنے گھر ڈنر پر انوائٹ کیا تھا۔ یہ ڈنر
دبئی کی میٹنگ کی کامیابی کی خوشی میں رکھا گیا تھا آفس میں ورکرز کو
علیحدہ سے پارٹی دی جانی تھی اس لیے یہ ڈنر خصوصی ان چاروں کے
لیے تھا اور زیان کے بے حد اسرار پر عنایہ کے ساتھ اس کی نانو کو
بھی انوائٹ کیا گیا تھا۔
"عقل مند نہیں ہو گئی تم؟"

سفیان نے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں تم سے دو دن دور رہی ہوں نہ شاید اس لیے۔"

زرشالا نے شانے اچکتے ہوئے کہا تھا۔

اس کی بات کے جواب میں سفیان خاموش رہا تھا یا اس زرشالا کی اس حاضر جوابی پر وہ کچھ بولنے سے قاصر ہو گیا تھا۔

دروازے سے اندر کوئی بھی آتا تو لاؤنج کے صوفے پر بیٹھا ہوا شخص اسے آسانی سے دیکھ سکتا تھا۔ یہ وہ لمحہ تھا جو شاید دونوں کے لیے قیامت تھا۔ ایک احساس شرمندگی کی وجہ سے اس لمحے کے کبھی نہ آنے کا خواہشمند تھا تو دوسرا خونی رشتوں کی اہمیت خاک برابر ہو جانے کے خوف سے اس لمحے کے نہ آنے کا خواہاں تھا۔ پر ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے۔ ہمیشہ وہ عمل ہو کر رہتا ہے جس میں خدا کی رضا شامل ہو۔ کوئی بھی ہونے کو نہیں ٹال سکتا جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ کبھی کبھی انسان کچھ لمحوں کے خوف سے کہیں ایسی جگہ چھپ جانا چاہتا ہے جہاں اسے کوئی بھی ڈھونڈ نہ سکے۔ پر اس لمحے شاید وہ بھول جاتا ہے کہ خدا کی نگاہ سے کوئی بھی چھپ نہیں سکتا چاہے وہ کہیں بھی بسیرا کر لے۔ خدا تو وہ ہے جو ساتوں آسمانوں اور

ساتوں زمینوں کی گہرائی تک نگاہ رکھتا ہے۔ پر ہمیشہ وہ نہیں ہوتا جو انسان چاہ کرتا ہے۔ لمحے یا وقت کیسا بھی ہو گزر جاتا ہے۔ پر کچھ لمحے انسان کو صدیوں برابر لگتے ہیں۔ انسان بھی عجیب شہ ہے کبھی خواہش کرتا ہے کہ حسین لمحوں کو اپنی مٹھی میں قید کر لے۔ وہ کبھی ختم نہ ہوں۔ اور وہ وقت لا محدود ہو جائے۔ مگر ہائے لا حاصل خواہشات ہی کا نام تو زندگی ہے۔ اور کبھی کبھی انسان چاہتا ہے کہ کئی لمحے اس کی زندگی میں آئے ہی نہ۔ وہ کہیں روپوش ہو جائے۔ انسان سمجھنے میں اس قدر پیچیدہ ہے کہ اپنے بنانے والے کے علاوہ کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

عین اس وقت دروازہ کھلا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ صوفے سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ عنایہ اور زیان کا ہاتھ تھامے ہوئے وہ اندر داخل ہوئی تھیں۔ دونوں کی نظریں ایک ساتھ ٹکرائی تھیں۔ جہاں جمیلا کی گرفت ان دونوں کے ہاتھوں پر مضبوط ہوئی تھی وہیں انہیں بھی مزید کھڑے رہنے اور آگے آنے والے لمحوں کے لیے سہارا لینا پڑا تھا۔ یہی وہ لمحہ تھا جو شاید نہ آتا ان سب کے لیے بہتر ہوتا پر تلخ

حقیقتیں جان لینا ان کے لیے سب سے زیادہ بہتر تھا۔ جمیلا بیگم کے قدم وہیں رک گئے تھے۔ ان کے اس عمل پر حیرت سے عنایہ اور زیان نے ان کی جانب دیکھا تھا پھر ان کے نظروں کے تعقب میں ریاض احمد پر ان کی نگاہ پڑی تھی۔ دونوں ایک سی حالت میں کھڑے تھے۔ یک ٹک ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے۔ اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے۔ خدا کی مصلحت سے انجان۔

"کیا ہوا نانی ماں؟"

عنایہ نے گھبرا کر پوچھا تھا۔ مگر اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے وہ آگے بڑھی تھیں۔ اور انتہائی طیش کے عالم میں انہوں نے ریاض احمد کے دونوں بازوؤں سے تھام کر ان کو جھنجھوڑ ڈالا تھا نجانے ان کے کمزور بازوؤں میں اتنی طاقت کہاں سے آگئی تھی۔ یا شاید یہ ان بیس سالوں کا غصہ تھا جو آج اکھٹا نکلا تھا۔ ریاض احمد ان سے شاید کچھ ایسا ہی توقع کر رہے تھے۔ اس لیے اپنی جگہ پر جامد رہے تھے۔ ان میں شاید اب ہلنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی۔ وہ کہیں بھاگ جانا چاہتے

تھے اس لمحے سے نظریں چڑا کر آگے بڑھ جانا چاہتے تھے مگر ایسا ممکن نہ تھا۔

تم آج بھی کس بے شرمی سے میرے سامنے کھڑے ہو ریاض"

احمد۔۔۔ تمہاری وجہ سے۔۔۔ صرف تمہاری وجہ سے میں نے بیس سال۔۔۔ بیس سال پہلے اپنی دونوں جان سے پیاری بیٹیوں کو کھو دیا تھا۔۔۔ تم اتنے سنگدل کیسے ہو سکتے ہو۔۔۔ تمہاری رگوں میں بھی تو ہمارے خاندان کا خون دوڑتا ہے۔۔۔ پھر بھی تم اتنے سفاک اور ظالم کیسے ہو سکتے ہو۔۔۔۔۔ تمہاری وجہ سے میں نے اپنی سیٹیاں۔۔۔ ان کے شوہر وہ تو تمہاری اپنی اولاد تھی نہ۔۔۔ میرے داماد۔۔۔ تم نے انھیں بھی نہیں چھوڑا۔۔۔ تمہاری ضد اور سخت دلی کی وجہ سے میں نے اپنا سب کچھ کھو دیا تھا۔۔۔ باقی تو تمہارا بھی کچھ نہیں رہا ریاض۔۔۔ تمہیں "خدا پوچھے گا روز محشر دیکھنا تم۔۔۔"

غصے سے بولنے کی وجہ سے ان کا سانس پھول رہا تھا۔

آپا جان ایسا مت کہیں اگر خدا نے واقعی مجھ سے پوچھ لیا تو کیا بچے"

"گا میرا۔۔"

وہ ہاتھ جوڑتے ہوئے بولے تھے۔ ابھی تک ایک لفظ بھی شرمندگی کا ان کی زبان سے نہیں نکلا تھا۔

تم نے مجھے جیتے جی مار دیا تھا ریاض۔۔۔ میرے جینے کی وجہ۔۔۔"

میری پچی عنایہ ہے مہوش کی بیٹی۔۔۔ ہیں تو یہ بھی معلوم نہ ہوگا۔۔۔ اور میرا نواسہ سحرش کا بیٹا۔۔۔ زیان۔۔۔ مجھے اس سے پہلی دفعہ مل کر ہی محسوس ہوا تھا یہ میرا نواسہ ہے۔۔۔ پر مجھے محض یہ میری غلط فہمی لگتی تھی۔۔۔ مگر ایسا نہ تھا۔۔۔ یہ خدا کی طرف سے ایک اشارہ تھا۔۔۔ مجھے لگا میں نے اسے بھی کھو دیا مگر شکر میرے خدا کا۔۔۔ تم کو کبھی "معاف نہیں کروں گی میں۔۔۔ ریاض احمد کبھی نہیں۔۔۔"

یہ کہتے ہوئے ان کی ساری طاقت ختم ہو گئی تھی۔ اور وہ ریاض احمد کے مضبوط بازوؤں میں ڈھے گئیں تھیں۔ کیا نہیں تھا ان کے لہجے ان کے الفاظ میں غصہ ، دکھ ، رنج ، ملال ، افسوس۔ ان کے وجود کو یوں بے جان ہوتے دیکھ کر زیان اور سفیان جلدی سے آگے بڑھے تھے اور انہیں تھاما تھا۔ سفیان اور زرشالا بھی ان کے پیچھے ہی پہنچے تھے اور جمیلا بیگم کا سارا رد عمل زیان اور عنایہ کی طرح بے یقینی

سے دیکھ رہے تھے۔ جمیلا بیگم کو جلدی سے کمرے میں لے جایا گیا تھا اور ڈاکٹر کو بلایا گیا تھا۔ ڈاکٹر نے چیک کرنے کے بعد کچھ ضروری ہدایات دی تھیں۔

ان کا خیال رکھیں۔ شدید قسم کا شاک لگا ہے انہیں۔ انہیں ہر قسم "جلد ٹھیک ہو کے سٹریس سے دور رکھیں۔ دوائی ٹائم پر دیں انشاء اللہ" جائیں گیں۔

وہ چاروں اس وقت لاؤنج میں صوفوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔ آج جو ہوا کسی کے وہم و گمان میں بھی کا تھا۔ سب تذبذب کا شکار بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ریاض احمد بو جھل قدم اٹھاتے ان تک آئے تھے۔ قدموں کے ساتھ ان کا دل بھی بو جھل تھا مگر ابھی انہیں ایک اور امتحان کا سامنا کرنا تھا جو بہت دشوار تھا۔۔۔

وہ سب انہیں ہی سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ نانی ماں کے رد عمل پر کچھ کہنے کی بجائے نظریں چڑانے کی وجہ جاننے کے لیے بے قرار و بے سکون۔ وہ بھی ان سب کی نظریں خود پر مرکوز محسوس کر چکے تھے۔ پر براہ راست ان کی آنکھوں میں دیکھنے کی تاب نہ لا سکے تھے۔

اوہ پلیز دادا سچ کیا ہے اب بتادیں۔ ورنہ سوچ سوچ کر میرے دماغ "کی رگیں پھٹ جائیں گیں۔"

زیان نے ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔
پلیز بتادیں آج تک میں نے نانی ماں کو اس قدر بھڑکتے ہوئے نہیں "دیکھا۔ وہ تو ہمیشہ پر سکون رہتی ہیں۔"

عناویہ کی بھی دھیمی سی آواز آئی تھی۔ سوچ سوچ کر اس نے بھی خود کو ہلکان کر لیا تھا مگر کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔

مجھ میں ہمت نہیں کے میں پھر سے اس دردناک ماضی کو کرید "سکوں"

وہ تھکن بھرے لہجے میں گویا ہوئے۔

پر ہمیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ اب مزید برداشت کرنا بہت "مشکل ہے۔ آخر کیا ہے ایسا جو آپ دونوں ہم سے چھپا رہے ہیں؟ زیان تذبذب کا شکار بولا تھا۔

اگر میں نے بتا دیا تو میں ان سب کی طرح تم دونوں کو بھی کھو" دوں گا اور میں ایسا نہیں چاہتا میرے بچوں۔ تم دونوں میں ہی میری "جان بستی ہے اب

وہ افسردہ لہجے میں بولے تھے۔ اداسی اور پریشانی ان کے چہرے سے صاف واضح ہو رہی تھی۔

"انکل یہ تو حقیقت بتانے کے بعد معلوم ہو گا نہ۔ آپ پلیز بتائیں۔" سفیان نے تحمل سے کہا تھا۔

"آخر کیا ہوا تھا بیس سال پہلے؟"

زرشالا نے پوچھا تھا۔

تو سنو پھر بیس سال پہلے میری جماعتوں کی وجہ سے ہمارا خاندان بکھرا" تھا۔ سب کچھ تھس تھس ہو گیا تھا۔ میں اور تمہاری نانی اماں۔۔ عنایہ

وہ میری سگی بڑی بہن ہیں۔۔ میری آپا جان ہم دونوں ٹوٹے تھے۔
 "سب کچھ ختم ہو گیا تھا صرف میری وجہ سے
 یہ کہتے ہوئے ان کے جھریوں والے چہرے پر آنسو موتیوں کی مانند
 ٹوٹ کر گرے تھے۔

***** بیس سال پہلے *****

چلو بلال جلدی کرو بابا جی کو وقت کی تاخیر پسند نہیں۔ جلدی سے "
 "نیاز بھجواؤ۔

ریاض احمد کی برہم آواز آئی تھی۔

"جی ابا جان"

وہ کہتے ہوئے آگے بڑھے تھے اور بابا جی کو بھیجے جانی والی نیاز سے
 بھری گاڑیوں کا ایک دفع خود سے جائزہ لینے لگے تھے۔ کام میں کسی
 بھی قسم کی کوتاہی ریاض احمد برداشت نہ کرتے تھے۔ اگر آج ایسا ہو
 جاتا تو ایک نہ ایک ملازم اپنی ملازمت سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔
 "کیا ہوا بھیا آج پھر ابا جان نے بابا جی کو "بھجوانا ہے کچھ

دانیال جمائی روکتا ہوا بولا تھا۔ اس کے چہرے پر اس کے سلکے بال بکھرے ہوئے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ابھی ابھی سو کر اٹھ کر آیا تھا۔

"ہاں یار۔ اوہ اٹھ گئے تم؟ ہو گئی تمہاری صبح؟"

بلال خفگی سے بولا تھا۔ اسے دانیال کی یہ دیر تک سوتے رہنے کی عادت سخت ناپسند تھی۔

ہاں دکھ نہیں رہا یا بھابھی سے دو دن کی جدائی نے آپ کو اندھا بنا دیا ہے؟

دانیال نے کہتے ہوئے شرارت سے اپنی گرے کلر کی خوبصورت آنکھیں گھمائی تھیں۔

"تو باز نہیں آئے گا؟"

بلال نے تنگ ہوتے ہوئے پوچھا تھا۔

"نہیں میں اگر تمہیں نہ تنگ کروں تو کیا وہ مہوش کرے گی"

تم نہیں کرو گے تو وہ کرے گی اور اگر وہ نہیں کرے گی تو تم کرو"

"گے۔ مجھے تو دونوں طرف ہی سکوں نہیں مل سکتا۔"

"بیٹا شادی ہو گئی تمہاری اور سکون کی چاہ کر رہے ہو؟"
 دانیال نے اس کے گلے میں ہاتھ ڈالتے ہوئے ڈرامائی انداز اپناتے
 ہوئے کہا تھا۔

شرم کر دانیال بڑا بھائی ہوں تیرا۔ تیرا بھی کوئی انتظام کرنا پڑے گا"
 "ایسے نہیں تو سدھرنے والا۔

بلال نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"کہو تو تمہاری سالی پٹالوں اچھی رونق لگی رہا کرے گی"

اس نے آنکھ دباتے ہوئے کہا تھا۔

"تو باز آ رہا ہے کے بتاؤں ابا جان کو؟"

وہ سنجیدہ ہوا تھا مذاق میں بھی کسی لڑکی کے بارے میں ایسا کہنا ہر گز
 انہیں زیب نہ دیتا تھا۔

"اچھا اچھا نہیں کہہ رہا کچھ۔"

اس کو خاموش کھڑا دیکھ کر وہ سکون سے باقی کا کام نبٹانے لگا تھا۔

"اچھا بھیا سنو"

دانیال کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی تھی۔

"بھابھی کو لینے میں چلا جاؤں؟ پلیز"
 وہ انتہائی معصوم لگ رہا تھا ایسے پوچھتے ہوئے۔
 "کیوں؟"

وہ کام میں مصروف بولا تھا۔
 "وہ مہوش سے بھی ملاقات ہو جائے گی نہ"
 وہ پھر دانت نکوستے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
 "رک جا تو"

بلال کہتے ہوئے اس کی طرف لپکا تھا مگر وہ اس کا ارادہ بھامپ کر
 پہلے ہی بھاگ چکا تھا۔

"ارے واہ بھابھی آپ لوگوں نے نئی کام والی رکھ لی؟ کمال ہے۔"
 اس کو ٹوٹے ہوئے گلاس کے ٹکڑے اٹھاتے ہوئے دیکھ کر دانیال اونچی
 آواز میں سحرش کو مخاطب کر رہا تھا۔

بکواس بند کرو تم دانی آپی نہانے گئیں ہیں اور آہستہ بولو زیان سو رہا"
ہے"

مہوش غصے سے بولی تھی۔

"اور پھپھو کہاں ہیں؟"

وہ اس کے قریب جھک کر اس کے ساتھ شیشے کے ٹکڑے اٹھانے لگا
تھا۔

"وہ کسی ہمسائی کی طرف گئیں ہیں۔"

وہ جھجھکتے ہوئے بولی تھی۔ دانیال اس وقت اس کے بے حد قریب
تھا۔ اس کے پرفیوم کی تیز خوشبو اس کے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی
تھی۔

"تم رہنے دو میں کر لوں گی خود"

وہ نرمی سے بولی تھی۔

"ایک بات کہوں؟"

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تھا۔ شاید اس کی آنکھوں میں
اپنا عکس تلاش کر رہا تھا۔ جواباً مہوش نے اس کی جانب دیکھا تھا۔

میں تمہیں اپنی زندگی کا ایک ناگزیر حصہ بنانا چاہتا ہوں۔ ایسا حصہ " کے اگر تم بے چین ہو تو سکوں میری ذات کو بھی میسر نہ ہو۔ آئی لو "یو مہوش۔ یقین کرو میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔

وہ اتنے عرصے سے اس کی ایسی زومعنی باتوں کو اگنور کر رہی تھی پر آج اس نے پھر سے وہی بات کی تھی۔ آج یہ سب اس کی برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔ وہ جھٹکے سے اٹھی تھی۔ اور آگے بڑھنے لگی تھی۔ دانیال بھی اسی تیزی سے اٹھا تھا۔ اور اس کا بازو تھام کر اس کا راستہ روکا تھا۔

"راستہ چھوڑو میرا دانی"

وہ ضبط کرتے ہوئے بولی تھی۔ چہرہ اب برداشت سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ یہاں سے جلدی سے جلدی چلی جانا چاہتی تھی اسے ڈر تھا اگر وہ کچھ اور دیر اس کے سامنے کھڑی رہی تو کہیں اسے مہوش کی محبت کی بھنک نہ پر جائے۔ وہ بھی تو اس سے محبت کرتی تھی۔ اتنی ہی زیادہ جتنی وہ کرتا تھا۔ اتنی ہی شدت کی جتنی وہ کرتا تھا۔ پر وہ بتانے سے

ڈرتی تھی گھبراتی تھی کہیں اس کی یہ محبت ان دونوں کے لیے مسئلہ نہ
کھڑا کر دے۔

تم راستہ چھوڑنے کی بات کر رہی وشی اور میں ہماری منزل ایک "
"کرنے کی شدت سے کوششیں کر رہا ہوں۔

وہ اس کے ذرا قریب ہوتے ہوئے گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔
"تو نہ کرو تم کوششیں اس طرح کی"

وہ ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔

"کیوں نہ کروں؟"

وہ تڑپ اٹھا تھا۔

"کیوں کہ کوئی فائدہ نہیں ہونے والا"

اس نے نظریں پھیری تھیں۔ شاید اچانک سے اٹھ آنے والے آنسو
چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔

کیوں نہیں ہونے والا کوئی فائدہ۔ مہوش میں جانتا ہوں کہ تم ابا جان

کی وجہ سے ڈرتی ہو۔ پر یقین کرو ان کے بابا میرے یا تمہارے

درمیان نہیں آئیں گیں۔ تم ایک بار کہہ دو کہ تم بھی مجھ سے محبت

کرتی ہو پھر دیکھنا ہم ایک ہو جائیں گیں۔ پر ایک بار صرف ایک بار
"مجھ پر بھروسہ کر کے تو دیکھو

وہ اس کے مزید قریب ہوا تھا اس کو دونوں بازوؤں سے تھامے ہوئے
وہ اس کے جواب کا منتظر تھا۔

ہاں کرتی ہوں میں تم سے محبت۔ شاید اتنی ہی زیادہ جتنی تم کرتے"
"ہو۔ لو کرو اب سب ٹھیک

وہ شدت سے روتے ہوئے بولی تھی۔

"کرتا ہوں میں بھائی بھابھی سے بات تم پریشان نا ہو۔"

وہ بھی نم آنکھوں سے مسکرایا تھا۔ کتنے مہینوں کی کوششوں کے بعد

آج اس نے اظہار کیا تھا۔ آج وہ کامیاب ہوا تھا۔ اگر مہوش نے اس پر

بھروسہ کر کے اسے اپنے جذبات کا بتایا تھا تو اب اسے بھی یہ بھروسہ

قائم رکھنا تھا۔

"بھائی بھابھی کو کیا بتاؤ گے تم۔ سن لیا ہے ہم نے"

بلال کی آواز سے ماحول ایک دم سے بدلا تھا وہ دونوں فوراً سیدھے ہو کر کھڑے ہوئے تھے۔ مہوش نے جلدی سے اپنے رخسار پر بہتے آنسو صاف کیے تھے۔

"بھائی آپ کب آئے؟"

وہ ہکلاتے ہوئے بولا تھا۔ مہوش بھی موقع دیکھ کر بھاگنے والی ہی تھی جب آگے بھاگتے ہوئے سحرش نے اسے تھاما تھا اور آگے جانے سے روک لیا تھا۔ اور اسے ساتھ لیتیں ان دونوں کے قریب آئی تھی۔

"جب تم اظہارِ محبت کر رہے تھے"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تھا۔

"وہ بھائی میں آپ کو بتانے ہی والا تھا۔ پر آپ یہاں کیوں آئے؟"

اس نے بات کا رخ بدلا تھا۔

میں نے کہا میں اپنی بیوی کو خود لینے جاتا ہوں تمہارا کیا بھروسہ گاڑی"

"نا کہیں مار دو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔ سحرش نے اس کی بات پر چہرہ جھکا لیا تھا۔

جی جی جیسے مجھے آپ کا پتا نہیں۔ گزارا نہیں ہوتا آپ کا ان کے " بغیر

وہ بھی اسے چھیڑنے سے باز نہیں آیا تھا۔

"نہیں ہوتا اب؟"

بلال نے بلاخر مان ہی لیا تھا۔ سحرش کے چہرے پر حیا کے رنگ بھکرے تھے

"اب یہ کے ہمارا بھی کوئی بند و بست کر دیں آپ دونوں"

وہ مسکین شکل بناتے ہوئے بولا تھا۔ بلال نے آگے بڑھ کے زیان کو اٹھایا تھا جو ابھی ابھی سو کر اٹھا تھا اور اب رو رہا تھا۔

"سوچتے ہیں کچھ"

سحرش نے آنکھیں گھماتے ہوئے کہا تھا۔

"جلدی سوچیں"

وہ اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اب سحرش کی ایک طرف

مہوش تھی تو دوسری طرف وہ کھڑا تھا۔

"سوچ لیتے ہیں دیور جی اتنی بھی کیا جلدی ہے"

وہ شرارت سے بولی تھی۔

"بھائی دیکھ لیں بھابھی کو"

وہ شکایتی لہجے میں بولا تھا۔

"دیکھا ہوا ہے"

وہ سحرش کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"اف آپ دونوں کا کچھ نہیں ہو سکتا مجھے خودی کچھ کرنا پڑے گا۔"

وہ غصے سے کہتا ہوا باہر نکال گیا تھا۔ پیچھے سے ان سبھی کا جاندار قہقہہ

نکلا تھا۔ مہوش بھی دانی کے جاتے ہی ان دونوں کی عدالت میں پیشی

سے جان چھڑوا کر پہلے ہی بھاگ گئی تھی۔

"کیا خیال ہیں بیگم پھر اپنی بہن کو دیورانی بنانا چاہیں گیس؟"

بلال مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ"

وہ بھی جواباً مسکرائی تھی اور زیان کو اس سے لے لیا تھا۔

"پر کیوں ابا جان ایسا کیوں نہیں ہو سکتا؟"
 وہ ضبط کرتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولا تھا۔
 "بتایا نہ بابا جی نے نیک خیال ظاہر نہیں کیا تمہارے لیے اس رشتے پر"
 وہ غصے سے بولے تھے۔

مجھے یہ سمجھ نہیں آتا کہ آخر آپ کیوں اس فضول آدمی کی اتنی"
 "مانتے ہیں۔ وہ بھلا کیا جانے میرے لیے کونسا رشتہ بہتر ہے
 آج اسے بھی اشتعال آیا تھا۔ ضبط اور صبر کی بھی انتہا ہوتی ہے۔ کسی
 بھی بات کو اک حد سے زیادہ برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ باز اوقات
 ایک بندے کی ہٹ دھرمی اور ضد آپ کے اندر کا لاوا پھٹنے کا باعث
 بنتی ہے۔

بس کرو تم۔ میں بابا جی کے بارے میں ایک بھی برا لفظ برداشت "
 نہیں کروں گا۔ وہ ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ اس لیے تمہاری شادی
 "مہوش سے کسی صورت نہیں ہو سکتی۔

بس کریں ابا جان بھلا ہم جیسا ایک مٹی کا بنا انسان یہ کیسے جان سکتا" ہے کے ہمارے لیے مستقبل میں کیا بہتر ہے اور کیا نہیں۔؟ آپ بھی "کن لوگوں کی باتوں میں آ جاتے ہیں۔"

دانیال طیش میں بولا تھا۔ وہ ایسا ہی تھا۔ جو دل میں ہوتا اسے زبان پر لے آنے میں ماہر۔

"بس کرو تم۔ کہا نا تمہیں وہ ہمارے بارے میں بہتر جانتے ہیں۔" وہ بالکل بھی ہار ماننے والوں میں سے نا تھے۔ آج بھی ہارنا نہیں چاہتے تھے اگر انھیں پتا ہوتا اس چھوٹی سی جیت کی وجہ سے وہ اپنی زندگی ہار جائیں گیں تو کبھی جیتنے کی چاہ نا کرتے۔

پر کون جانے آگے کیا ہوگا۔ اور آگے جو ہوگا وہ ہماری زندگی میں کیسی کیسی تبدیلی لائے گا۔

"ٹھیک ہے پھر میں بھی اس بار آپ کی ایک نہیں سنوں گا۔ وہی" "کروں گا جو میرا دل چاہے گا۔"

وہ دو ٹوک لہجے میں بولا تھا۔ اس کے لہجے کی سختی سے خاموش تماشائی بنا بلال بھی کانپ اٹھا تھا۔ وہ اپنے بھائی کی رگ رگ سے

واقف تھا اس لیے اس کے چہرے کے تصورات دیکھ کر چونکا تھا۔ وہ خود بھی اپنے ابا جان کے اس عمل سے ناواقف نا تھا۔ سید وقاص شاہ سے ریاض احمد انتہائی عقیدت رکھتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ وہ ان پر بھروسہ کرتے تھے۔ ان کے کیے ہوئے ہر فیصلے پر اپنا سر جھکا دیتے تھے۔ خواہ وہ ان کی اپنی اولاد کو پسند ہوتا یا نہ۔ ایسا ہی ایک فیصلہ انہوں نے بلال کی زندگی کا کیا تھا۔ اصولاً تو ایسا فیصلہ کرنے کا حق یا تو ان کی t تو خود بلال کے پاس تھا یا پھر اس کے باپ کے پاس ماں ہے نہیں تھی۔ پر وہ اپنے بابا کے خلاف آواز بلند نا کر سکا تھا اس معاملے میں اس کا بھائی زیادہ خوش قسمت تھا۔ پر اسے سحرش سے شادی نا کرنے پر کوئی اعتراض بھی نا تھا وہ بلاشبہ ایک اچھی لڑکی تھی خوبصورت بھی اور خوب سیرت بھی۔ مگر یہ فیصلہ بھی ریاض احمد نے بابا جی کے کہنے پر کیا تھا۔ ان سے اجازت لینے کے بعد۔ ریاض احمد برسوں سے ان کے ہاں نیاز بھجوا رہے تھے۔ اب تو وہ یہ سمجھنے لگے تھے کہ ان کی زندگی میں جو بھی خوشیاں اور آسائشیں ہیں وہ سب بابا جی کی کی گئیں دعاؤں کی بدولت ہے۔ اس لیے ایک عرصے

سے نا انہوں نے کوئی نماز پڑھی تھی نا قرآن کو ہاتھ لگایا تھا۔ ان کی سمجھ کے مطابق ان کے سارے کام بابا جی کو کہنے سے خودی ہو جایا کرتے تھے۔

تمہارے بھیا کی بھی شادی میں نے بابا جی کے مشورے سے سحرش " سے کی تھی۔ اس نے تو ایک لفظ بھی باپ کی مخالفت میں نہیں کہا۔ "پر تم ایک معمولی لڑکی کے لیے مجھ سے بحث کر رہے ہو وہ دلیل دینے لگے تھے۔

"معمولی لڑکی؟؟"

اس کے اس طرح سے پوچھنے پر انہوں نے نظریں پھیری تھیں۔ یہ وہی لڑکی تھی جسے انہوں نے ہمیشہ بیٹیوں سے بڑھ کر پالا تھا۔ پیار کیا تھا۔ آج وہی لڑکی ان کے لیے معمولی بن گئی تھی۔

صرف ایک ایسے انسان کی وجہ سے جو اس سے دلی کوئی انسیت نہیں رکھتا تھا بلکہ اپنے مفاد کے لیے اس سے جڑا ہوا تھا

آپ اسے معمولی کہہ رہے ہیں!! مت بھولیں ابا جان یہ وہی مہوش " ہے جسے آپ نے ہم دونوں بھائیوں سے بڑھ کر پیار کیا ہے اور آج "آپ کی ہی رائے اس کے بارے میں بدل رہی ہے۔

غصے سے بولتے ہوئے اس کی آواز اونچی ہوئی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ بڑوں کے آگے خصوصاً باپ کے آگے اونچا بولنا بد تمیزی میں شمار ہوتا ہے مگر کبھی کبھی بڑوں کی اصلاح کے لیے ہمیں ایسے کام بھی کرنے پر جاتے ہیں جو ہمیں زیب نہیں دیتے۔ ضروری نہیں بڑے ہمیشہ

ٹھیک کہتے اور کرتے ہیں۔ اکثر ان سے بھی غلط فیصلے ہو جایا کرتے ہیں۔ آخر کار وہ بھی ہماری طرح مٹی سے بنے عام انسان ہیں۔ پر

ہمارے معاشرے میں بڑوں کی اصلاح کرنا بد تمیزی میں شمار ہوتا ہے۔ اور اکثر ایسا کرنے پر کرنے والے سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر لیا جاتا ہے۔ یہ ہمارے معاشرے کی تلخ سہی مگر حقیقت تو ہے۔

ہاں تو یہ ضروری تو نہیں جس سے پیار ہو اس کو اپنے گھر کا حصہ بنا " لیا جائے۔

ریاض احمد کی برہم آواز آئی تھی۔

یہ ضروری نہیں ہے۔ مگر میں پھر بھی اسی سے شادی کرنی ہے۔"

ویسے بھی تو شادی ہونی ہی ہے تو اس سے کیوں نہیں جس سے میں کرنا چاہتا ہوں؟ پسند کی شادی کی اجازت تو ہمیں ہمارا اسلام بھی دیتا ہے۔"

وہ انہیں سمجھتے ہوئے نرم پڑا تھا۔

"ایسا بھی کیا ہے اس لڑکی میں دانی؟"

"محبت ہے وہ میری"

اس کے محبت کے اعتراف و اظہار پر وہ حیرت کا شدید جھٹکا کھا کر رہ گئے تھے اور بے یقینی سے اپنے خبر و بیٹے کو دیکھا تھا۔۔۔۔۔

یہ محبت محبت فضول باتیں ہوتی ہیں دانیال ان کا حقیقت سے کوئی "واسطہ نہیں ہوتا۔"

وہ اسے سمجھاتے ہوئے نرم پڑے تھے۔

کیوں نہیں ہوتا محبت کا تعلق حقیقت سے ابا جان؟ ہم سب اگر ایک "ساتھ اکٹھے رہتے ہیں تو ہمیں ایک ساتھ جوڑ کر رکھنے والی طاقت محبت ہی تو ہے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھنا۔ خوشیوں میں شریک ہونا۔"

غموں میں ساتھ ہونا یونہی تو نہیں ہو جاتا سب کچھ محبت جیسے خوبصورت جذبے کی بدولت ہے۔ نا جانے آج کل لوگ یہ بات کیوں "نہیں سمجھتے۔"

دانی آج کچھ بھی سمجھنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ آج وہ اپنے دل کی وہ سب باتیں کہہ دینا چاہتا تھا جو اس نے ایک عرصے سے اپنے دل میں دبائی ہوئی تھیں۔

بیٹا پر اس محبت سے بچنا ہی اچھا ہے جو آپ کو آپ کے قریبی "لوگوں سے دور لے جائے" ریاض احمد بولے تھے۔

ابا جان وہ مجھے اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتی تھی کہ میں آپ "سے اپنی شادی کی بات کروں۔۔ کیوں کہ اس معصوم کو یہ لگتا تھا کہ ہماری محبت سے میرا آپ کے ساتھ تعلق خراب ہو جائے گا۔" میں نے ہی اسے یقین دلایا تھا کہ نہیں ابا جان کو میری خوشی سی بڑھ کر اپنے بابا عزیز نہیں ہو سکتے۔۔ پر افسوس میں غلط تھا وہ صحیح تھی اس کا "اندازہ صحیح تھا۔"

اس کے لہجے میں کچھ بکھرا بکھرا سا تھا شاید اس کا اپنے باپ پر جو مان تھا وہ ٹوٹ کر بکھرا تھا۔

"نہیں بیٹا میں تمہاری آنے والی خوشیوں کے لیے ہی کہہ رہا ہوں۔" وہ اس کے قریب آئے تھے۔ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے حالے میں لیا تھا۔

میری خوشیاں اس سے ہی وابستہ ہیں۔ ابا جان آپ کیوں نہیں سمجھتے۔۔

وہ پچھینی سے بولا تھا۔

بیٹا میں بابا جی سی پوچھوں گا تمہارے لیے کون سی لڑکی بہترین ہے۔۔ پھر دیکھنا اپنے بیٹے کی شادی اسی سے کروں گا دھوم دھام سے وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولے تھے۔

ابا جان بس میں نے کہہ دیا نا مجھے مہوش کے سوا کسی دوسری لڑکی سے شادی نہیں کرنی۔

"بابا جی تمہاری مستقبل کے بارے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں۔۔"

بس کر دیں ابا جان جو شخص یہ تک نہیں جانتا کہ اس کو اگلے لمحے " سانس بھی آئے گا یا نہیں وہ یہ کیسے بتا سکتا ہے کہ میرے مستقبل " میں میرے ساتھ کیا ہو گا۔

وہ ان کی بات کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

"پر بیٹا۔۔"

"کیا پر ہاں؟"

اب کی بار ان کی بات جمیلہ نے کاٹی تھی۔ جمیلہ بیگم مہوش کے ساتھ مارکیٹ تک گئیں تھیں۔ وہاں پر سے ریاض احمد کا گھر قریب ہی پڑتا تھا۔ اس لیے اپنے ننھے سے نواسے کو ملنے کی چاہ شدت سے ہوئی تھی۔ مہوش کے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ اسے زبردستی یہاں لے آئی تھیں۔ لاؤنج میں قدم رکھتے ہی انہوں نے ریاض احمد اور دانیال کی باتیں سنی تھیں۔ اپنی بیٹی کو ان کی گفتگی کا مرکز جان کر انہیں شدید حیرت ہوئی تھی۔ لیکن جب انہوں نے مہوش کے بارے میں ریاض احمد کے خیالات سنے تو ان کا غصے سے برا حال تھا۔ مہوش بھی صدمے میں کھڑی تھی۔ اس کے بارے میں اپنے مامو کے خیالات اور دانی کی

محبت کی انتہا جو اسے اپنے باپ کے آگے بولنے کی ہمت دے رہی تھی یہ دیکھ کر اس کی آنکھوں سے اشک بہے تھے۔ ان کی آواز سن کر سب پیچھے کی جانب مڑے تھے۔ سب کو انہیں یہاں دیکھ کر دھچکا لگا تھا۔ کوئی بھی ایسے ماحول میں ان کی آمد کی توقع نہیں کر رہا تھا۔ ریاض احمد تو جیسے سکتے میں چلے گئے تھے۔

"!!!! آپا جان آپ"

ان کی زبان سے الفاظ ادا نہیں ہو پا رہے تھے۔

"سحرش ان دونوں کو لے کر اندر چلو۔"

انہوں نے حکم صادر کیا تھا۔ ان کے لہجے کی سختی دیکھ کر دانی بھی کوئی چوں چراں کرنے کا حوصلہ خود میں پیدا نا کر پایا تھا۔

"بلال تم یہیں رکو"

ان سبھی کے ساتھ جاتے بلال کو دیکھ کر جمیلہ بولیں تھیں۔

"آپی سب میری غلطی ہے نا"

وہ مسلسل روئی چلی جا رہی تھی۔

"نہیں میری گڑیا ایسی بات نہیں ہے۔"

نا میں ہوتی نا مجھ سے دانی کو محبت ہوتی نا میں اس سے اپنی محبت کا"

"اظہار کرتی اور نا یہ سب ہوتا۔۔"

وہ روتے ہوئے بولی تھی۔ اس کی بات دروازے سے اندر داخل ہوتا

دانی بھی سن چکا تھا۔

"بھابھی زیان اٹھ گیا ہے رو رہا ہے۔"

سحرش نے اس کے ہاتھوں سے زیان کو لیا تھا اور اس کا فیڈر لینے کچن

میں چلی گئی تھی۔ مہوش نے اسے دیکھ کر جلدی سے اپنے آنسو صاف

کیے تھے۔ اس کی آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں۔

تم جانتی ہو مہوش تم نا ہوتی تو خدا شاید مجھے بھی نا بناتا۔ تمہاری"

ہونے سے میں ہوں۔ تمہارے مسکرانے سے سانسیں چلتی ہیں میری۔۔

اور تم آج ہماری محبت کے ابتدائی مرحلے میں ہمت ہار بیٹھی ہو۔ ابھی

تو ہمیں ایک ساتھ بہت سے امتحانوں سے گزرنا ہے۔۔ اور ایک ساتھ

"گزرنا ہے۔۔"

وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا بہت پیار سے اس کے ہاتھ تھامے اسے سمجھا رہا تھا۔

"دانی تم بہت اچھے ہو ہمیشہ یونہی رہنا"

وہ نم آنکھوں سے کہتی ہوئی دانی کو کوئی حور ہی لگی تھی۔ اس کی بات سن کر دانی کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ آئی تھی۔

"تم بھی ہمیشہ ایسی ہی رہنا"

اس نے نرمی سے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

ان دونوں کو دیکھ کر دروازے کی اوٹ میں کھڑی سحرش بھی نم سے ان کے لیے ڈھیر آنکھوں سے مسکرائی تھی۔ اس نے دل میں اللہ ساری خوشیاں مانگیں تھیں۔

جس بھائی پر میں ایک عرصے سے فخر کرتی رہی ہوں۔۔ ریاض مجھے "شرم آ رہی ہے آج تمہیں اپنا بھائی کہتے ہوئے۔ تم اس فضول آدمی کے لئے اس حد تک چلے جاؤ گے میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

وہ شدید افسوس سے بولی تھیں۔

پر آپا جان اس آدمی کی بدولت میں نے اتنی ترقی کی ہے۔ میرا بزنس " جو آج اتنا اچھا چل رہا ہے وہ سب باباجی کی بدولت ہے آپ ان کہ "فضول مت کہیں آپا جان۔

وہ ان پر اپنا پوائنٹ کلیر کرتے ہوئے بولے تھے۔

تم کل بھی غلطی پر تھے اور آج بھی غلطی پر ہو ریاض۔ میں نے " تمہیں پہلے بھی سمجھایا تھا مگر تمہاری سمجھ میں کچھ نہیں آتا یا شاید تم "کچھ سمجھنے کو تیار ہی نہیں ہو۔"

آپا جان آپ کیوں نہیں سمجھتیں۔۔ باباجی نے ہمارے گھر اور بزنس " کے لیے بہت دعائیں کی ہیں۔ وہ ہمارے بارے میں کچھ غلط نہیں سوچ "سکتے

وہ بھی بضد تھے۔

ریاض میرے پیارے بھائی تم ایک بات ہمیشہ کے لیے ذہن نشین کر " لو۔ اس دنیا میں جو ہمارا سب سے بڑا خیر خواہ ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے بس۔ اس سے بڑھ کر ہمارے لیے اچھا سوچنا کسی کے

بس کی بات نہیں ہے۔ اور جو تم یہ سوچتے ہو نا کے آج تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے اس سب کا ذمہ دار تمہارا بابا ہے تو یقین مانو تمہاری سوچ ہی غلط ہے۔ تمہارا بزنس ترقی ضرور کر رہا ہے مگر اس کی وجہ تمہارے بابا جی کی دعائیں نہیں ہیں بلکہ اللہ کی رحمت ہے۔ تم نا جانے "اس حقیقت کو کیوں جھٹلاتے ہو۔"

نہیں آپا اس میں بابا جی نے بھی بہت اہم کردار ادا کیا ہے اور اگر "میں بابا جی کے خلاف جاؤں بھی تو ہماری خاندانی روایات اس بات کی اجازت نہیں دیتیں کہ ہم بچوں کی شادی ان کی پسند سے کریں۔ ماں "باپ کا فیصلہ ہی ان کے لیے اٹل فیصلہ ہے۔"

"ریاض تم کب سمجھو گے؟ روایتوں کو کب تک برقرار رکھ پاؤ گے؟" وہ سمجھاتے ہوئے بولیں تھیں۔

"جہاں تک ممکن ہو آپا جان میں پوری کوشش کروں گا۔" ریاض ہمیں ہماری اخروی کامیابی ہماری اولادیں دلائیں گی یہ دم توڑتی "روایات نہیں۔ لہذا یہ مت دیکھو کہ روایات کیا تقاضہ کرتی ہیں تم سے "بلکہ یہ دیکھو تمہاری اولاد تم سے کیا خواہش کرتی ہے۔"

پر آپا جان میں بابا جی کے خلاف نہیں جاؤں گا وہ ہمارا بھلا ہی سوچتے ہیں۔"

وہ اب بھی اپنی بہن کی اتنی گہری بات سمجھنے کے باوجود قائل نہیں ہوئے تھے۔

تم جانتے ہو آج افسوس سے میں وہ کہے دیتی ہوں جو آج تک تمہیں " ڈھکے چھپے الفاظ میں سمجھانا چاہا تھا۔ ہم میں سے کوئی بھی تمہیں وہ کہنے کی جرات نا کر پاتا تھا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ہم سب تم سے ڈرتے تھے بلکہ ہم اس لیے تم سے کہہ نا پائے کے کہیں تم ہم سے ہی قطع تعلق نا کر لو پر آج مجھے اس بات کا بھی خوف نہیں ہے۔

اگر تم مجھ سے تعلق توڑ لینا چاہتے ہو تو کھلی اجازت دیتی ہوں

آج۔ پر سن لو ریاض احمد تم ایک مشرک ہو۔ ایک ایسا انسان جو

شُرک کرتا ہے۔ جس کا یہ گناہ خدا تعالیٰ معاف نہیں فرمائیں گیں۔

تمہارا یہ یقین بن چکا ہے کہ آج تمہارے پاس جو کچھ بھی ہے وہ

سب بابا کی وجہ سے ہے مگر یہ سب تو خدا کی عطا ہے۔ وہ جسے چاہتا

ہے عطا کرتا ہے جسے چاہتا ہے محروم رکھتا ہے۔ اس لیے تو تمہیں

سمجھاتی رہی میں روز کے بھائی یہ مت کرو۔ مت جاؤ اس شخص کے پاس اتنا پر تم نے میری بات پر کان نہیں دھرے ہمیشہ مجھے تم نے بیوقوف سمجھا۔ یہ سمجھا کے شاید میں تمہاری آسائشوں سے جلتی ہوں اس لیے ایسا کہتی ہوں۔ پر ریاض تم نے کبھی نہیں سمجھا میں تمہاری "اصلاح کرنا چاہتی تھی۔ تم سمجھ ہی نہیں سکے۔

وہ بہت تلخ حقیقتیں بتا رہی تھیں۔ وہ دم سادھے سنتے جا رہے تھے۔ بلال بھی سر جھکائے سن رہا تھا۔ وہ سبھی اس حقیقت سے ناواقف نا تھے اپنے اپنے طور پر سبھی نے ان کو سمجھانے کی بہت کوشش کی تھی مگر بے سود۔ ایک دم ریاض احمد کے دل و دماغ پر شیطان نے حملہ کیا تھا۔ اور وہ آسانی سے شیطان کے بہکاوے میں آگئے تھے۔

بس بہت ہو گیا آپا جان۔ اب میں ایک لفظ بھی نہیں سنوں گا جانیے" چلی جانیے میرے گھر سے میں آئندہ آپ سے ملنا بھی نہیں چاہتا۔

ارے اپنے سگے بھائی کو مشرک کہہ رہی ہیں۔ شرم آنی چاہے آپ کو ایسا کہتے ہوئے بھی۔ آپ بہن ہیں اس لیے لحاظ کر رہا ہوں نہیں تو

"اب تک میں۔۔۔"

غصے سے ان کی آواز اونچی ہوئی تھی۔ سہی کہا جاتا ہے کے غصہ عقل کو کھا جاتا ہے۔ بندے کو پتا ہی نہیں لگتا کہ وہ غصے میں کیا کیا کچھ بول جاتا ہے۔ ان کی بلند آواز سن کر اندر کمرے میں موجود مہوش سحرش دانیال بھی زیان کو اٹھائے لاؤنج میں آگئے تھے۔

کیا اب تک ہاں۔؟؟ شرم تمہیں نہیں آنی چاہیے بڑی بہن کو اپنے "گھر سے چلے جانے کا کہہ رہے ہو ہاں۔۔"

وہ افسوس سے بولیں تھیں۔

چلی جائیں اس سے پہلے میں اپنے اور آپ کے درمیان موجود رشتے کا "نقدس بھول جاؤں۔"

وہ غصے سے غڑائے تھے۔

"چلو مہوش"

وہ غصے بولیں تھیں۔ مہوش نے نم آنکھوں سے دانی کو دیکھا تھا۔

"پھپھو میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔"

وہ مضبوط لہجے میں بولا تھا۔ اس کی بات سن کر وہاں موجود سارے افراد کھڑے ہو گئے تھے۔

"کیا بکو اس کر رہے ہو تم؟"

ریاض احمد غصے سے چلائے تھے۔

ابا جان آپ کا تو شاید خون سفید ہو گیا ہے۔ پر میرا ضمیر ابھی زندہ ہے۔ افسوس میں آپ کو اس عمل سے باز رکھنے میں ناکام ہو گیا ہوں پر میں خود کو کسی قسم کی مجبوری کا شکار نہیں ہوں۔ میں آپ کے اس عمل میں ہر گز آپ کا ساتھ نہیں دوں گا۔ چلیں پھپھو۔

اس نے بڑی بہادری سے دل کی بات کہہ دی تھی۔ جس پر ریاض احمد نظریں پھیڑتے ہوئے بولے تھے۔

دانیال اگر آج تم نے ایک قدم بھی گھر سے باہر نکالا تو آئندہ کے

"بعد پوری زندگی مجھے اپنی شکل مت دکھانا

ان کا غصہ بلندی کی حدوں کو چھو رہا تھا۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ غصے

میں اپنے خون کو کیا کہہ گئے ہیں۔ دانیال نے کرب سے آنکھیں

مینچی تھیں۔ اس کا سگا باپ آج کیا کہہ رہا تھا۔

"اللہ آپ کو ہدایت دے"

وہ کہتا ہوا گھر کی دہلیز پار کر گیا تھا۔ سب نے دھندلی نگاہوں سے یہ منظر دیکھا تھا۔ اس کے پیچھے مہوش بھی جمیلہ کا ہاتھ تھامے باہر کی جانب نکلی تھی۔ ریاض احمد اس سارے دوران منہ پھیرے کھڑے تھے۔ ان سب کی جانب ان کی پیٹھ تھی۔ بلال نے ایک نظر اپنی خوبصورت بیوی کو دیکھا تھا۔ سحرش کو بھی اشک بھری نگاہوں سے خود کو دیکھتے دیکھ کر وہ سمجھ چکا تھا آج اسے بھی اپنے حق میں آواز اٹھانی تھی۔ آج اسے بھی دلیری سے وہ کرنا تھا جو کچھ سیکنڈز پہلے اس کا چھوٹا بھائی کر چکا تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اپنے کمرے کی جانب بڑھا تھا۔ کچھ سیکنڈز بعد جب وہ لاؤنج میں آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بیگ تھا۔ جس میں ان کے دو سال کے بیٹے زیان کے لیے کچھ ضروری سامان تھا۔

"چلو سحرش"

اس کی بلند آواز پر ریاض احمد بھی غم و غصے سے پیچھے مڑے تھے۔۔۔

انہوں نے رنج و الم کے عالم میں اپنے خبر و بیٹے کو دیکھا تھا۔ وہ بیٹا جو ان کا مان تھا ان کا فخر تھا۔ وہ تو ان سب کو ہی خود غرض سمجھ رہے تھے۔ پر ہمیشہ وہ نہیں ہوتا جو نظر آ رہا ہوتا ہے۔ کبھی جو سامنے نظر آ رہا ہو وہ حقیقت نہیں ہوتی۔ اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کے آنکھیں حقیقت کو دیکھ نہیں پاتیں۔ انسان اپنے ہی خیال میں مست و مگن رہتا ہے۔ غفلت میں پڑا رہتا ہے اور جب اس کے ہوش بحال ہوتے ہیں تو سب کچھ ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ اسے وہ سب اب بالکل صاف شفاف دکھائی دیتا ہے جو پہلے کسی دنیاوی نشے کی وجہ سے دندھلا ہو جاتا ہے۔ پر اگر صحیح وقت میں انسان کو اچھے برے کی پہچان ہو جائے تو اسے اور کیا چاہیے۔ انسان اور اس کی حماقتیں۔۔۔

"بلال تم بھی؟"

ان کی زبان الفاظ ادا نہیں کر پا رہی تھی۔ یا شاید صدمے کا اثر تھا۔ جی ابا جان جب سب آپ کو سمجھانے میں ناکام ہو گئے ہیں تو میں "کیسے آپ کو سمجھاؤں۔۔ ابھی پھپھو آپ پر بالکل واضح الفاظ میں حقیقت سے پردہ اٹھا کر گئیں ہیں مگر نا جانے آپ کس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔"

اس نے افسوس سے اپنے باپ کے چہرے کو دیکھا تھا۔
 "بیٹا تم میرا غرور ہو"

وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولے تھے۔

آپ بھی میرا غرور تھے ابا جان۔ میرا خیال ہے کہ ہیں اور تھے کا"
 فرق آپ بخوبی جانتے ہوں گیں۔ ویسے بھی غرور و تکبر اللہ کو سخت
 "ناپسند ہے سو یہ تو ایک دن ٹوٹنا ہی تھا نا

اس نے یہ کہتے ہوئے سختی سے اپنی آنسوؤں سے بھرتی آنکھیں رگڑ
 ڈالی تھیں۔ اور سحرش کا ہاتھ تھامے زیان کو کندھے پر اٹھائے گھر کی
 دہلیز پار کر گیا تھا۔ پیچھے بس ریاض احمد بچے تھے۔ شکستہ قدموں سے
 وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھے تھے۔

"بیٹا تمہیں تو اپنے باپ کے پاس رہنا چاہیے تھا نا"

پھپھو جان اگر آپ کو میرے یہاں رہنے سے کوئی اعتراض ہے تو" میں یہاں سے چلا جاتا ہوں پر ابا جان کا نام لے کر میرے زخموں کو "ہر امت کریں۔"

وہ آنکھیں موندے بولا تھا۔ اس وقت وہ دونوں جمیلہ بیگم کے گھر کے لاؤنج میں موجود تھے۔ دانی نے اپنا سر جمیلہ بیگم کی گود میں رکھا ہوا تھا۔

بیٹا میں تو اس لیے کہہ رہی کہ وہ اکیلا ہو گیا ہو گا تمہارے آنے سے اور تمہارے اس عمل سے اسے بہت تکلیف پہنچی ہوگی۔ نہیں تو تم بھی تو میرے بیٹے ہو میں بھلا تمہیں یہاں سے جانے کو کیوں کہوں گی۔"

وہ پیار سے اس کا سر سہلاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ پھپھو کیا آپ نے سنا نہیں انہوں نے خود مجھے کہا تھا کہ میں انہیں "زندگی بڑھ اپنی شکل نا دکھاؤں۔ تو اگر وہ ضدی ہیں تو میں بھی کم "ڈھیٹ نہیں ہوں۔"

وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"بیٹا پر تم یوں کیسے رہو گے؟"

وہ اس کے لیے پریشان ہو رہی تھیں۔

میں رہ لوں گا ویسے بھی آپ یہ سمجھ لیں میں بچپن کی طرح چھٹیاں" گزارنے آیا ہوں۔ پھر دیکھیے گا کچھ دن بعد خودی آپ کو میری عادت ہو جائے گی اور میرے بغیر آپ سے رہا نہیں جائے گا بلکل مہوش کی طرح

اس نے آخری لائن لائونج میں چائے لے کر آتی مہوش کے لیے کہی تھی۔ اس نے سن کر اگنور کر دیا تھا مگر اس کے کان جمیلہ کے ہاتھ آ گئے تھے۔

"اوہ ہو پھپھو کیا ہوا ہے بھئی؟"

وہ اپنے کان ان کے ہاتھ سے چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے بولا تھا۔

"آئندہ بولے گا ایسے میری بیٹی کو؟"

"یہ نہیں سدھرنے والا پھپھو آج اس کی دھلائی کر ہی دیں"

بلال نے جھماکے سے دروازہ کھولا تھا اس کے پیچھے سحرش بھی زیان کو اٹھائے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی آ رہی تھی۔

"بیٹا تم دونوں؟؟"

انہیں دیکھ کر وہ حیرت سے کھڑی ہوئی تھیں۔ دانیال اور مہوش بھی تعجب سے انہیں تک رہے تھے۔

جی جب آپ سب ان کی اصلاح کے لیے انہیں اکیلا چھوڑ سکتے ہیں" تو ہم کیوں نہیں؟ آخر مقصد تو ہم سب کا ایک ہی ہے نا۔ بس اللہ "کرے کے وہ جلد اپنی غلطی تسلیم کر لیں اور خدا سے توبہ کر لیں پر بیٹا تمہیں تو اس کے پاس ہی رہنا چاہیے تھا۔ ایسے اگر ہم سب "اس سے دور ہو جائیں گیں تو کہیں مقصد الٹا نا پر جائے۔ وہ نرمی سے انہیں سمجھاتے ہوئے بولیں تھی۔

پھپھو جان مجھے یقین ہے کہ ہم سب کی جدائی انہیں ضرور محسوس ہو گی اور بہت بری طرح سے محسوس ہو گی۔ انشاء اللہ تھوڑے عرصے میں ہم سب پھر سے پہلے کی طرح ایک ساتھ رہیں گیں۔ بس انہیں "تنہائی میں خود گہرائی سے سوچنے کی ضرورت ہے۔

بلال صوفے پر بیٹھ کر جوتے اتارنے لگا تھا۔ سحرش بھی اس کے پاس ہی بیٹھی تھی۔

ہاں کیوں کہ ہم جتنا انہیں سمجھانے کی کوشش کریں گیں وہ اتنا ہی " اس بات سے چڑے گیں۔

دانی نے یہ کہتے ہوئے زیان کو سحرش کی گود سے اٹھایا تھا۔
چلو تم سب آرام کر لو۔ مہوش تم کھانا لگا دینا۔ شاید تم سب ٹھیک " کہتے ہو تنہائی سے وہ صبح رہ پر آ جائے گا۔ یا اللہ تو میرے بھائی کو " ہدایت دے۔

وہ انہیں کہتے ہوئے اپنے کمرے میں چل دی تھیں۔

بلال بھائی مجھے معاف کر دیں میری وجہ سے آپ دونوں کو یوں " "در بدر ہونا پڑا ہے

مہوش روتے ہوئے بلال کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔

در بدر کیسا خیر سے میرا سسرال ہے۔ اور ہماری پھپھو کا گھر بھی تو "

ہے۔ وشى اس میں تمہاری کیا غلطی ہے بھئی؟ ذرا ادھر آ کر میرے

"پاس بیٹھو اور بتاؤ تمہیں کیوں ایسا لگا؟

اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب رکھے صوفے پر بٹھایا تھا۔ سحرش اور دانی بھی دوسرے صوفے پر بیٹھے ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے۔

بھائی میں نے اسے سمجھایا بھی تھا پر اسے خود کو بلیم کرنے کا بہت "شوق ہے"

وہ روٹھا روٹھا سا بولا تھا۔

"تم چپ کرو ذرا سننے دو وہ کیا کہنا چاہتی ہے۔"

دانی نے اس کی بات سن کر منہ بنایا تھا۔

"ہاں بتاؤ میری چھوٹی سی ڈول"

اس نے پیار سے اس کا سر سہلایا تھا۔

"بھائی !!! وہ میری ڈول ہے"

دانی میری پر زور دیتے ہوئے بولا تھا۔ جس پر سحرش اور مہوش

سمیت بلال نے بھی اسے گھورا تھا۔

"تو پھر بولا؟"

بلال غصے سے بولا تھا۔

دیکھ لے زیان یہ سب مجھے اپنی محبت کا اظہار بھی نہیں کرنے دیتے"
تو بڑا ہو جا پھر ہم دونوں مل کر انہیں ستایا کریں گیں اور میں اپنے
"سارے بدلے تیرے ساتھ مل کر لوں گا۔"

وہ اپنی گود میں بیٹھے زیان سے مخاطب تھا اس کی آواز اتنی اونچی ضرور
تھی کہ پاس بیٹھے سب افراد با آسانی سن سکتے تھے۔ اس کی خود کلامی
سن کر سب کے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی۔

"دانی میرے بیٹے کو الٹی سیدھی پٹیاں نا پڑھاؤ"
سحرش مصنوعی خفگی سے بولی تھی۔

"ارے بھابی میں تو بس۔۔۔"

"اب ہمیں بھی بات کرنے دیں گیں آپ؟"

بلال نے اس کی بات کاٹ دی تھی۔

"ہاں تو کیوں لگا تمہیں ایسا وشی؟"

"بھائی وہ۔۔۔"

گھبراہٹ میں اس سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا۔

"بتاؤ نا۔ فیل ایزی۔"

بھائی آپ دونوں کو میری وجہ سے اپنا گھر اور اپنے ابو کو چھوڑنا پڑا"
"ہے نا۔"

ضبط ایک بار پھر ٹوٹا تھا۔ وہ پھر رونے لگی تھی۔

نہیں ہم نے اپنا گھر اپنی مرضی سے چھوڑا ہے۔ وہ بھی اپنے ابا کی"
بھلائی کی نیت سے۔۔ کیوں کہ ہمیں ایسا لگتا ہے کہ ہم دونوں
بھائیوں کے گھر چھوڑنے سے وہ تنہا ہو کر شاید اپنے گناہ سے توبہ کر
لیں اور اپنے بابا سے ملنے اور ان کی باتیں ماننے سے گریز کریں۔ اس
"میں بھلا تمہاری کیا غلطی ہوئی؟"

وہ اتنے نرم انداز میں سمجھا رہا تھا کہ مہوش کو اپنے دل کی بات کہنے
میں دشواری نہیں محسوس ہو رہی تھی۔

پر بھائی اگر دانی مجھ سے شادی کی بات نا کرتا تو شاید اتنا بڑا مسئلہ"

"کھڑا نا ہوتا"

اوہ ہو تم سے شادی تو اب بھی دانی کے لیے کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں"

"ہے"

اس نے یہ کہتے ہوئے دانی کو آنکھ ماڑی تھی سحرش بھی مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی ان دونوں کو اب اپنے پلان پر عمل کرنا تھا جو وہ راستے میں بنا کر آئے تھے۔ جب کہ مہوش کا سر جھکا ہوا تھا اس لیے وہ ان کے معنی خیز اشارے دیکھ نہیں پائی تھی۔

کیا مطلب بھائی؟ وہ ہکلاتے ہوئے بولی تھی۔"

"کچھ نہیں گڑیا تم کھانا لگاؤ سب پتا چل جائے گا"

وہ اسے تذبذب کا شکار چھوڑ کر فریش ہونے چلا گیا تھا۔

"آپی یہ بھائی کیا کہہ رہے تھے؟"

"مجھے کیا پتا تمہارے بھائی کو ہی پتا ہو"

وہ بھی اپنی ہنسی چھپاتی بلال کے پیچھے روم میں گئی تھی۔

اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی دانی بول پڑا تھا۔

"میں ذرا زیان کو سامنے والے پارک میں گھمانے لے کر جا رہا ہوں۔"

"جاؤ تم بھی بد تمیز۔۔ پتا نہیں کیا سوچ لیا ہے اب سب نے"

وہ غصے سے کچن کی طرف بڑھی تھی جب کہ دانی مسکراتے ہوئے باہر

نکل گیا تھا۔

"پھپھو آپ اگر فری ہیں تو ہم آجائیں؟"

ان کے کمرے کے دروازے میں سحرش بلال اور دانی کھڑے تھے۔

"ہاں ہاں بیٹا۔ یہ مہوش کہاں ہے؟ آئی نہیں تم لوگوں کے ساتھ؟"

مہوش کو غائب پا کر انہوں نے پوچھا تھا۔

"جی اس کے سر میں درد تھا اس لیے دوائی لے کر وہ سو گئی ہے۔"

سحرش ان کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی تھی۔

"اچھا بیٹا خیریت تھی تم سب اتنی رات گئے یہاں؟"

دانی نے بلال کو اشارہ کیا تھا بلال نے بات شروع کی تھی۔

پھپھو وہ آپ نے کل آدھی بات تو سن ہی لی تھی دراصل یہ دانی

نکما مہوش سے شادی کرنے کا خواہشمند ہے۔ ابا جان نے تو بات ماننے

سے بلکل انکار کر دیا تھا اور اس کی وجہ بھی آپ بخوبی جانتی ہیں۔ اس

لیے میں اس کا بڑا بھائی دانیال کے لیے مہوش کا رشتہ لینے آیا

ہوں۔ اس کے بارے میں آپ سب جانتی ہیں پھر بھی اگر کوئی بات

ہو تو میں حاضر ہوں۔ اور ہم دیگر فضول رسومات کی بجائے سادگی سے نکاح کریں گیں اور اب تو خیر سے آپ کا اور ہمارا گھر ایک ہی ہے تو "نکاح کے ساتھ ہی رخصتی بھی کر دیں گیں۔ کیا خیال ہے آپ کا؟ اس نے مختصر مگر مکمل بات کہی تھی۔

بیٹا پر ہم تمہارے باپ کو نکال کر تو اتنا بڑا خوشی کا قدم نہیں اٹھا" "سکتے نا

دیکھیں پھپھو میں سیدھی بات کروں گا کہ ابا جی کی ضد کا آپ کو ہم" سے بہتر پتا ہے۔ اگر وہ بابا جی سے ہٹ کر بھی سوچیں گیں تو بھی وہ روایت کے اتنے پکے ماننے والے ہیں کہ اس رشتے پر بالکل رضامند نہیں ہوں گیں۔ پر ہم ان کو اطلاع ضرور دیں گیں اور دعوت بھی "دیں گیں آگے جیسے آپ مناسب سمجھیں۔

بلال نے تحمل سے کہا تھا۔ یہ فیصلہ کرتے ہوئے ان دونوں بھائیوں کے دل پر کیا گزری تھی یہ وہی دونوں جانتے تھے۔

"اچھا تو پھر سوچتے ہیں کچھ"

وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی تھیں۔ ان سب کے لٹکے ہوئے منہ دیکھ کر انہوں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کنٹرول کی ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے فیصلہ کر کے ساتھ والے کمرے میں پیغام بھیج دیجیے گا" بلال نے سنجیدگی سے کہا تھا۔ ان کے آرام کے خیال سے وہ سب ان کے کمرے سے جانے لگے تھے۔ جب کمرے کے دروازے پر پہنچ کر جمیلہ بیگم کی آواز آئی تھی۔

"ہماری طرف سے رشتہ پکا ہے" انہوں نے ساتھ تھمبزاپ کا سگنل بھی دیا تھا۔ جسے سن کر سب نے خوشی سے چپخیں ماڑی تھیں۔

"ہاں بھئی لڑکے والوں کب آ رہے ہو برات لے کر" جمیلہ بیگم کے مزاج میں بھی ظرافت خوب پائی جاتی تھی جس سے سب ان سے جلد مانوس ہو جایا کرتے تھے۔

"جب آپ کہیں ساسو ماں"

دانیال بھی شریر ہوا تھا۔

تمہارے تو میں کان کھینچتی ہوں کتنی بار کہا ہے جب بڑے بات کر " "رہے ہیں چھوٹے نہیں بولتے۔ پر کہنا مانتا نہیں ہے یہ لڑکا وہ دانیال کو گھورتے ہوئے بولیں تھیں۔

آپ بس میرے کانوں کے پیچھے پڑی رہا کریں۔ پہلے ہی خرگوش بن " "گیا ہوں۔

"ابھی تو بہت کچھ ہونا باقی ہے ابھی سے ڈر گئے؟"

بلال نے مسکراہٹ دبائی تھی۔

"نہیں میں بہت بہادر ہوں"

وہ کالر جھاڑتے ہوئے بولا تھا۔ اسی لمحے مہوش نے آ کر اس کے کان کے قریب چیخ ماری تھی جواباً وہ بھی چیخ پڑا تھا۔

"کیا بد تمیزی ہے یہ وشی؟"

وہ چیخا تھا۔

"ابھی تو بہت بہادر بنا جا رہا تھا ب کیا ہوا ہے؟"

مہوش نے ایک تیوری چڑھا کر پوچھا تھا۔

اس کی بات پر سب کے فلک شگاف قہقہے نکلے تھے۔ وہ بس منہ بنا کر
 رہ گیا تھا۔

"آپ کا کیا خیال ہے پھپھو ابا مان جائیں گیں؟"
 بلال نے پریشانی سے پوچھا تھا۔
 "جہاں تک میں اسے جانتی ہوں مجھے ایسے اتار نظر نہیں آ رہے"
 وہ راست گوئی سے بولی تھیں۔
 "پھر بھی کوشش کر کے دیکھ لینے میں کیا قباحت ہے"
 بلال گویا ہوا تھا۔

"ہاں ویسے اگر دانی آ جاتا تو شاید ریاض کو سمجھانا آسان ہو جاتا"
 جمیلہ بیگم دل کی بات کہنے سے خود کو روکنا پائی تھیں۔

پھپھو آپ ان دونوں کو اچھی طرح جانتی ہیں۔ اگر ابا ضدی ہیں تو وہ " اعلیٰ پائے کا ڈھیٹ واقع ہوا ہے۔ ان دونوں کے لیے اپنی انا چھوڑنا "جان جوکھوں کا کام ہے

ہاں ہر دفع قربانی کا بکرا تو ہمیں ہی بننا پڑتا ہے چلو ایک بار اور "سہی۔"

وہ سرد آہ بھرتے ہوئے بولی تھیں۔

"ویسے پھپھو آپ بکری بنیں گیں"

وہ سر کھجاتا ہوا بولا تھا۔

"تم دونوں کبھی موقع نا دیکھنا مذاق کرتے رہنا"

وہ نفی میں سر ہلاتیں بولی تھیں۔

"جو حکم"

وہ گاڑی اپنے گھر کی گلی میں موڑتا ہوا بولا تھا۔

"چلو"

جمیلہ بیگم کہتے ہوئے گاڑی سے اتری تھیں۔

"گل خان گاڑی اندر کرو"

وہ حکم دیتا ہوا اندر کی جانب بڑھا تھا۔

"صاحب؟؟؟"

گل خان کی خوفزدہ آواز پر وہ مڑا تھا۔

"ہاں کیا ہوا؟"

وہ بڑے صاحب نے آپ دونوں صاحبوں کو اندر بھیجنے سے سختی سے "منع کیا ہے"

وہ ڈرتے ڈرتے بولا تھا۔ اس کی بات سن کر وہ جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔ آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی جمیلہ بیگم بھی ساکت ہوئی تھیں۔

"تم فکر نہیں کرو تمہاری نوکری نہیں جائے گی۔"

وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دیتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا اندر چلا گیا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے جمیلہ بیگم تھیں۔

"بڑے صاحب کہاں ہیں بانو؟"

وہ ملازمہ سے مخاطب تھا۔

وہ تو بابا جی کے ہاں گئے ہیں۔ آج انہوں نے کوئی دعا کا انتظام کروایا"
"تھا۔"

بتاتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"کیا بات ہے بانو آپ اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہیں؟"

"وہ صاحب دراصل۔۔"

اس نے تھوک نگلا تھا۔

"گھبرایے نہیں مجھے بتائیں۔"

جمیلہ بیگم نے بھی اس کے ہاتھوں کی سکیپاہٹ واضح محسوس کی تھی۔

بڑے صاحب نے بڑی سختی سے منع کیا ہے کہ آپ میں سے کسی"

کو بھی گھر میں داخل نا ہونے دیا جائے اور نا ہی آپ میں سے کسی کا

"فون اٹھانا ہے۔"

وہ ڈرتے ڈرتے بولی تھی۔

"تم دونوں یہاں؟"

ایک گرجدار آواز تھی جس نے پورے لاؤنج میں ارتعاش پیدا کیا تھا۔

آواز سن کر بانو فوراً کچن میں چلی گئی تھی۔

"ابا جان وہ ہم۔۔۔"

بلال کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے۔

کہا تھا نا آئندہ مجھے اپنی شکل مت دکھانا۔ ابھی کے ابھی چلے جاؤ"

"دونوں یہاں سے۔

وہ درشتگی سے بولے تھے۔

ریاض احمد بس دس منٹ لیں گیں ہم تمہارے۔ ہمیں بھی کوئی شوق"

"نہیں یہاں رکنے کا۔

جمیلہ بھی تلخ لہجے میں بولی تھیں۔

"فرمائیے"

نجانے کیوں وہ نرم پڑے تھے۔ اور صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔ انہوں

نے ان دونوں کو بیٹھنے کا کہنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ اور وہ دونوں

بھی کہاں بیٹھنا چاہتے تھے اب وہاں۔ جہاں اپنے ہی گھر سے انہیں

غیروں کی طرح نکل جانے کو کہا جا رہا تھا۔

ہم اس جمعہ یعنی ٹھیک دو دن بعد دانی اور مہوش کا سادگی سے نکاح"

کر رہے ہیں۔ اس عمل میں ہم سبھی کی رضا مندی شامل ہے سوائے

تمہارے۔ خیر اتنا سمجھانے کر بعد اب دوبارہ تم سے بحث کرنے کا میرا
"کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

ان کا اشارہ ان کے بابا جی کے ہاں جانے پر تھا۔
لہذا تمہیں دعوت دینے آئیں ہیں کے آجانا اور اپنے بیٹے کی خوشی
میں شریک ہو جانا۔ آنے یا نا آنے کا فیصلہ اب تم پر منحصر ہے۔ امید
کرتی ہوں کہ اتنا سب ہونے کے بعد اتنا سا تو تم اپنے خون کے لیے
"کر لو گے۔"

جمیلہ بیگم نے بڑی مشکل سے اپنے آنسو روکے ہوئے تھے۔ بلال بھی
ضبط کی کن مراحل سے گزر رہا تھا وہی جانتا تھا۔
میں نہیں آؤں گا اس لیے فضول امیدیں نا پالے گا مجھ سے۔ امید
"کرتا ہوں کے آپ لوگوں کو میں یہاں آخری دفع دیکھ رہا ہوں۔
وہ بغیر ان کی طرف دیکھے وہاں سے چلے گئے تھے۔ بلال سختی سے اپنی
آنکھیں رگڑ کے وہاں سے چلا گیا تھا۔ جمیلہ بیگم بھی سست روی سے
اس کے پیچھے چل دیں۔"

"کیا کہا ابا جی نے؟"

جمیلہ بیگم کے گھر کے لاؤنج میں قدم رکھتے ہی دانی ان کی طرف لپکا تھا۔ مہوش اور سحرش بھی کب سے اس کی پیچینی نوٹ کر رہی تھیں۔

"اچھی امید رکھو وہ ضرور آئیں گیں بیٹا۔"

جمیلہ بیگم نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا۔

"بھیا سچ بتائیں نا کیا کہا ابا نے کیا وہ آپ سے ملے؟"

دانی کو اب بھی چین نہیں آ رہا تھا۔

وہ پہلے تو بابا جی کے ہاں گئے تھے دعا کروانے اور ملاقات ہوئی تھی "

"میری۔"

یعنی انھوں نے ہماری بات نہیں مانی؟ نہیں توبہ کی اس بابا کے در پر "

"جانے سے"

وہ افسوس سے بولا تھا۔

یار مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتا کہ وہ بھی مٹی سے بنا بندہ ہے اسی رب کا" اور ہم بھی تو اسی رب کے مٹی سے بنے بندے ہیں۔ تو اللہ پاک خدا نخواستہ ہم سے ناراض تو نہیں ہیں جو ہماری دعائیں قبول نہیں کریں گیں۔ یا پھر اللہ معاف کرے وہ کیا تنہائی میں مانگیں دعائیں قبول نہیں کرتا جو لوگ ایسے جھوٹے بابا کے پاس جانا پسند کرتے ہیں۔

وہ بے بسی سے بولا تھا۔ اسے سخت غصہ آ رہا تھا وہ چاہ کر بھی اپنے باپ کو ہدایت کی راہ پر نہیں لے کر آ پا رہا تھا۔ پر وہ نادان شاید یہ نہیں جانتا تھا کہ ہدایت بھی ان کو نصیب ہوتی ہے جنہیں اللہ تعالیٰ توفیق دیتے ہیں۔ ہدایت سچے دل سے چاہنے پر ملتی ہے۔ پر سچے دل سے۔۔۔

وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جتنی زیادہ بھری محفل میں دعائیں مانگی جائیں" گیں اتنی ہی زیادہ قبول ہوں گیں۔

دانی افسوس سے بولا تھا۔

اللہ کو تو رات کے آخری پہر میں تنہائی میں مانگیں جانے والی دعائیں " بھی بہت پسند ہیں پر لوگ بیوقوف ہیں۔ وہ جاننا ہی نہیں چاہتے کچھ۔ " سمجھ کر بھی غفلت میں رہتے ہیں۔

جمیلہ بیگم بھی دھیرے سے بولیں تھیں۔

اللہ تو ان کی بھی سنتا ہے جو منہ سے بول نہیں سکتے۔ جو معذور " ہوتے ہیں اپناج ہوتے ہیں۔ وہ تو انسان کے دل میں آنے والے خیالات بھی بھامپ لیتا ہے۔ انسان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب تر ہے وہ۔ پھر بھی لوگ اتنی کم عقلی کیوں دکھاتے ہیں۔ وہ جو انہیں ہر چیز عطا فرماتا ہے۔ اس کی عبادت کرنے سے غافل رہتے ہیں۔ ایک لفظ بھی شکر کا ان کی زبان سے ادا نہیں ہوتا۔ کچھ لوگ اتنے ناشکرے " کیوں ہوتے ہیں؟

مہوش بولی تھی۔ اس کی باتیں سب کے دل پہ لگی تھیں۔ اس کی باتوں کی سچائی اور گہرائی سے سب دل سے قائل ہو گئے تھے۔

اور اسی غفلت میں رہ کر لوگ نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔۔۔ پھپھو"
لوگ نماز کے بارے میں جانتے بوجھتے ہوئے بھی نماز ادا نہیں
"کرتے۔۔۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟

دانی نے معصومانہ سوال پوچھا تھا۔

بیٹا جس طرح بچے اسکول کالج وغیرہ جاتے ہیں اگر وہ مسلسل کئی دن"
سے غیر حاضر ہوں تو انہیں ایک ہی خوف لاحق رہتا ہے کہ مسلسل
غیر حاضری کی وجہ سے انہیں اسکول یا کالج سے نکال دیا جائے گا بلکل
اسی طرح جب اللہ کا بندہ کئی روز سے نماز کی غیر حاضری کرتا آ رہا
ہو تو اسے بھی جنت سے نکال دیا جاتا ہے۔ اللہ کے بندے اسی خوف
سے نماز پڑھنا نہیں چھوڑتے کہ کہیں اسی غیر حاضری کی وجہ سے
"انہیں جنت سے نکال نا دیا جائے۔

وہ انتہائی مدلل انداز میں سمجھا رہی تھیں۔ سب ہمہ تن گوش ہو کر
انہیں سن رہے تھے۔

"امی اگر کسی مجبوری کی وجہ سے کسی کی نماز رہ جائے تو؟"

سحرش نے سوال کیا تھا۔

"تو اسے بعد میں پہلی فرصت میں نماز ادا کرنی چاہیے۔"
 نماز بہت اہم ہے۔۔ کبھی بھی نماز ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کرنی"
 "چاہیے۔"

بلال بولا تھا۔

"بلکل"

سب یک زبان بولے تھے۔

چلو پھر شام مغرب کی اذان کا وقت ہوا چاہتا ہے سب اٹھو وضو"
 "کرو"

پھپھو یہ کہتے ہوئے اٹھی تھیں۔

"یس باس"

دانی اپنی گرے آنکھیں گھما کر شرارت سے بولا تھا۔

"تو نہیں سدھر سکتا بیٹا"

بلال نے اس کے سر پے چپت لگائی تھی۔

"آپی ٹھیک لگ رہی ہوں نا؟"

وہ نروس سی پوچھ رہی تھی۔ سفید کمر کی گھیردار فرائک میں سرخ رنگ کا نیٹ کا دوپٹہ اوڑھے وہ کوئی اسپرا ہی معلوم ہو رہی ہی۔ ہلکی پھلکی جیولری اور لائٹ سے میک اپ میں وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ مگر اس کی تسلی نہیں ہو رہی تھی۔

اف وش اتنی بار بتایا ہے بہت پیاری لگ رہی ہو۔ تسلی نہیں ہو رہی"

"کیا؟ دانی کو بھیجوں؟ وہ اچھی طرح تسلی کر دے گا تمہاری سحرش شرارت سے بولی تھی۔

"آپی نہیں کریں۔"

وہ بلش ہوئی تھی۔

"اوہ ہو شرما رہی ہو؟"

نہیں وہ مجھ سے بھی زیادہ حسین لگ رہا ہوگا اس لیے ڈر رہی ہوں"

"کہیں میرے ہی ہوش نا اڑا دے۔

وہ شرما تے ہوئے بولی تھی۔

آج تو مزاج ہی بدلے بدلے لگ رہے ہیں محترمہ کے۔۔ اللہ ابھی "

"سے ہی یہ حال ہے تمہارا۔۔ بعد میں کیا ہوگا

سحرش کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی تھی۔

"بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی آپی"

وہ ایک آنکھ دباتے ہوئے بولی تھی۔

"شرم کر لو تھوڑی اچھی چیز ہوتی ہے۔"

وہ اسے ڈانٹتے ہوئے بولی تھی۔ پر اس پر کہاں اثر ہونے والا تھا۔

"ویل مجھے اچھی چیزیں بچپن سے ہی نہیں پسند"

وہ آنکھیں گھماتے ہوئے بولی تھی۔

دانی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ وہ تو اچھا ہے کیا تمہیں نہیں "

"پسند؟"

وہ شوخی سے بولی تھی۔

"نہیں نہیں آپی ایسا نہیں"

سحرش اس کی بے قراری اور جلدبازی میں بولے گئے الفاظ پر ہنس دی

تھی۔ اور مہوش شرمانے پر مجبور ہو گئی تھی۔

سارے انتظامات انتہائی سادگی سے کیے گئے تھے۔ ریاض احمد نے واضح انکار کر دیا تھا اس بات کی خبر ابھی تک دانی کو نہیں دی گئی تھی باقی سب باخبر تھے۔ سب تیاریوں کو ایک بار پھر سے دیکھ کر تسلی کر کے بلال دانی کے پاس آیا تھا۔ واٹ کالر کی شلوار قمیض پہنے پاؤں کو پشاور چیل میں قید کیے وہ بہت خوب رو لگ رہا تھا۔ قمیض کے اوپر اس نے واسکوٹ زیب تن کی ہوئی تھی۔ جس سے اس کی مردانہ وجاہت کو چار چند لگ گئے تھے۔

"ہاں بھئی ہیرو ہو گیا ریڈی؟"

"بھائی اپنا پرفیوم دیں"

وہ مانگتے ہوئے بہت معصوم لگ رہا تھا۔

"بھائی اپنی شادی والے دن تو اپنی چیز استعمال کر لے"

وہ ناراض ہوتے ہوئے بولا تھا۔

لو جی میں تو شادی کے بعد میں بھی آپ سے ہی مانگ کر لے جایا"
"کروں گا۔"

وہ گرے آنکھیں میں شرارت سموئے کہہ رہا تھا۔

"نیک ارادے نہیں ہیں تیرے"

وہ روٹھا روٹھا بولا تھا پر پرواہ کس کو تھی۔

"بھائی اپنا ہسیر سپرے دیں"

"اب سپرے بھی میری چاہیے تمہیں؟"

وہ تنگ آ کر بولا تھا۔

"بلکل"

وہ دانت نکوستے ہوئے بولا تھا۔

"یہ لو پھر"

بڑے معصوم انداز میں کہتے ہوئے بلال نے الماری کو لاک کر دیا تھا

دانی جو اس امید پے تھا کے ابھی اس کا پیارا بھائی اسے سپرے نکال کر

دے گا اس کی اس حرکت پر تلملا اٹھا تھا۔ اس سے پہلے کے وہ بلال

سے بدلہ لینے کے لیے آگے بڑھتا بلال کمرے سے باہر بھاگ چکا تھا۔

"بھائی ابھی تک ابا نہیں آئے؟"

وہ اداسی سے پوچھ رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے ابھی آجائیں راستے میں ہوں گیں نا"

وہ نظریں چراتے ہوئے بولا تھا۔ وہ خود بھی تھک گیا تھا اسے جھوٹی تسلیاں دیتے دیتے۔ اس سے حقیقت چھپاتے چھپاتے۔ پر وہ بھی کیا کرتا اپنے بھائی کے چمکتے چہرے کی خوشی ماند نہیں پڑنے دینا چاہتا تھا۔

"مولوی صاحب آپ نکاح شروع کریں"

بلال نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"بھائی پر ابا؟؟؟"

وہ سوال پر سوال کر رہا تھا۔ بلال کے لیے اب سب کچھ سمجھالنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔

دانی میرے بھائی انھوں نے اس دن ہی آنے سے انکار کر دیا تھا۔"

"میں تمہیں جھوٹی تسلیاں دے رہا تھا مجھے معاف کر دے"

آنسو موتیوں کی مانند ٹوٹ کر اس کے رخسار پر بہے تھے۔

"!!! بھائی"

وہ شدت غم سے چلا اٹھا تھا۔

آپ نے ایسا کیوں کیا۔ جب انھیں ہماری خوشی کا ذرا احساس نہیں تو"

"ہمیں بھی ان کی پرواہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں

وہ بھی اشک بھری نگاہوں سے بولا تھا۔ بلال اس کا بھائی تھا وہ جانتا

تھا دانی کتنا ضبط کر رہا تھا۔ وہ اس کا چہرہ پڑھ سکتا تھا۔

"دانی۔۔"

اس نے زور سے دانی کو خود میں بھینچ لیا تھا۔

ماحول ایک دم سے بہت جذباتی ہو گیا تھا۔ اس منظر پر سب کی آنکھیں

نم ہو گئیں تھیں۔

"نکاح شروع کریں؟"

جمیلہ بیگم نے نم آنکھوں سے پوچھا تھا۔

دانی اور بلال نے آنکھیں صاف کر کے لبوں پے مسکراہٹ لیے اثبات

میں سر ہلایا تھا۔

نکاح کے دستخط کرتے ہوئے ہاتھ کا پینا ایک فطری عمل ہے۔ سائن کرنے میں لگتے تو چند سیکنڈز ہیں لیکن ان کچھ لمحات میں آپ کی پوری زندگی بدل کے رہ جاتی ہے۔ بچپن سے لے کر جوانی تک کی کتنی ہی خوبصورت یادیں اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔ ایسے موقع پر بکھرے ہوئے اور بچھڑے ہوئے اپنے بہت یاد آتے ہیں۔ اس کی زندگی کے کتنے خوبصورت پل اسے یاد آئے تھے۔

"سائن کرو بیٹا"

سوچوں کا تسلسل ٹوٹا تھا۔ وہ ہوش کی دنیا میں واپس لوٹی تھی۔ ہاتھ اسکے بھی کامپ رہے تھے۔ حقدار بدلنے والا تھا۔ وہ کسی کی ہونے والی تھی۔ کسی کو اپنی ذات کے تمام حقوق دے دینے والی تھی۔ سائن کرتے ہوئے آنسو خاموشی سے اس کی آنکھوں سے بہے تھے۔ ایک زخمی سی مسکراہٹ تھی اس کے ہونٹوں پر۔

"مبارک ہو میری جان"

سحرش نے اس کو اپنے ساتھ لگایا تھا بلال نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کے بڑے بھائی ہونے کا ثبوت دیا تھا۔

اس نے اپنے مضبوط مردانہ ہاتھوں سے پین کو تھاما تھا۔ بلال نے اس کے کندھے پر ہاتھ سے دباؤ ڈال کر اسے حوصلہ دیا تھا۔ دانیال نے ایک نظر دروازے کو دیکھا تھا مگر وہ جس شخص کا منتظر تھا وہ تو اس کے نازک جذبات کی قدر ہی نہیں کرتا تھا اس لیے تو اسے اپنا منتظر چھوڑ گیا تھا۔ سر جھٹک کر اس نے بھی نم آنکھوں سے سائن کر دیے تھے۔ ایک جاندار مسکراہٹ نے اس کے خوبصورتی سے تراشے ہوئے ہونٹوں کا احاطہ کیا تھا۔

"مبارک ہو بھائی"

بلال نے خوشی سے کہا تھا وہ اٹھ کر اس کے گلے لگا تھا۔ اور پھر دانیال نے شرارت سے بلال کا گال چوم ڈالا تھا۔

"یہ کیا کیا ہے کمینے؟"

وہ اس کے کان کے قریب ہو کر پوچھ رہا تھا۔ دانی کی اس حرکت پر سب لوگ مسکرا دیے تھے۔

"فیل نہیں ہوا دوبارہ کروں؟"

دانی نے شوخی سے اپنی گرے آنکھیں گھمائی تھیں۔

"بیٹا آج معاف کر رہا ہوں خاص دن ہے تیرا کل پوچھوں گا تجھے"

وہ اپنا گال زور سے رگڑ کر بولا تھا۔

"جی بھیا اور کچھ"

اس پر ذرا برابر اثر نہیں ہوا تھا۔

تجھ میں سدھرنے والے جراثیم ہی نہیں ہیں دانی۔ تو بچپن سے ایسا"

"ہی ہے"

"بھائی ہوں گیں بھی کیسے میں ڈیٹول سے نہاتا ہوں روز"

"اففف"

اس کی حاضر جوابی پر وہ جھلا کر رہ گیا تھا۔ اور وہاں سے کھسکنے میں ہی

اپنی عافیت جانی تھی۔

"بیٹا ایسا کیسے؟"

دانی کو کمرے میں جاتا دیکھ کر سحرش اور اس کی ایک دو کزنز بھاگ کر

آئی تھیں۔ سحرش نے ایک ہاتھ کمر پر اور دوسرا اس کے آگے کیا تھا۔

"کیا بھابھی آج بھی سکون نہیں ہے آپ کو؟"

وہ مہوش سے ملنے کو پیچھین تھا اور یہ اس کی بھابھی اتنی آسانی سے کیسے ہونے دے سکتی تھی۔

"نہیں دیور جی مجھے سکون نہیں ہے۔ پیسے نکالو پہلے"

اسے ستاتے ہوئے بولی تھی۔

"کتنے پیسے چاہیے فقیرنی بھابھی"

"ہو ہائے تم نے مجھے فقیرنی کہا"

وہ پورا منہ کھولے شاک میں بولی تھی

"پہلی دفع میں سہی سنا نہیں گیا کیا پیاری بھابھی؟"

وہ لبوں پے شرارتی مسکراہٹ لیے ابرو اچکاتے ہوئے گویا ہوا۔

"اب سنا گیا ہے"

وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"کیا؟"

دانی حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

"یہی کے تم نے مجھے پیاری بھابھی کہا"

وہ ہنس پڑی تھی۔ جب کے دانی ابھی تک اس کی بات سمجھ نہیں سکا تھا۔

"اچھا کتنے پیسے چاہیے آپ کو؟"

اس سے اب مزید صبر نہیں ہو رہا تھا۔

"یہی کوئی دس ہزار"

کیا اتنے سارے؟؟ اس سے اچھا ہے کے میں اندر جاؤں ہی نا آ جاؤ"

وشی میں ہوٹل میں روم بک کروا لیتا ہوں وہاں چلتے ہیں۔ کم از کم

"دس ہزار تو نہیں لگیں گیں وہاں

وہ بھی کہاں پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھا۔

"نہیں نہیں۔ اچھا چلو پھر تم پانچ ہزار ہی دے دو"

سحرش منہ پھلا کر بولی تھی۔

ویسے دینے تو میں نے اتنے بھی نہیں تھے پر بھیا آج میری کٹ نا لگا"

"دیں اس لیے دے رہا ہوں یہ لیں

اس کی بات پر سحرش ہنس دی تھی۔ ساتھ ہی دانی نے اپنے وولٹ

سے پانچ ہزار کا نوٹ نکال کر اس کے حوالے کر دیا تھا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر اس کی دل کی دنیا میں ایک ہلچل سی مچی تھی۔
 دھڑکنوں کا شور اٹھا تھا۔ دماغ میں بھی بس ایک ہی شخص چھایا ہوا تھا۔
 تمام سوچوں کا مرکز اس کے ہمسفر کی ذات تھی جو کمرے میں داخل ہو
 چکا تھا۔

"مہوش"

اس نے بہت دلنشین آواز میں اس کا نام پکارا تھا۔
 "جی"

وہ گھبراتے ہوئے بولی تھی۔ ایک بے نام سی پچھینی اور بے قراری نے
 اسے گھیرا ہوا تھا۔

"تمہاری بہن نے لوٹ لیا مجھے لوٹیری کہیں کی"

وہ منہ پھولائے بولا تھا۔ وہ تو شاید کچھ اور ہی توقع کر رہی تھی پر آج
 تک دانی نے سب کے توقع کے برعکس ہی کام سر انجام دیے تھے۔
 ایک اور بار سہی۔

"تم نے میری بہن کو لوٹیری کہا"
 اس نے گھور کر دانی کو دیکھا تھا۔
 ہاں تو اور کیا کہوں اسی پیسوں سے تمہیں میں نے منہ دکھائی کا گفٹ"
 "دینا تھا"

وہ لہجے کو حد درجہ غمگین بناتے ہوئے بولا تھا۔
 "تم نے بس مجھے پانچ ہزار کا گفٹ دینا تھا؟"
 وہ غصے سے پوچھ رہی تھی۔ اس کی سرخ و سفید چہرے پر غصہ اتنا
 حسین لگ رہا تھا کہ مسکراہٹ خود بخود دانی کے ہونٹوں پر رخص کر
 رہی تھی۔

"تمہارے لیے تو گفٹ میں نے بہت پہلے لے لیا تھا میری جان"
 اس کا لہجہ اس کے جذبوں کی شدت بتا رہا تھا۔
 "تو دو مجھے اتنی دیر کیوں لگا رہے ہو؟"
 وہ غصے سے بولی تھی۔

"یہ لو بھی تم آج بھی لڑنا مت چھوڑنا"

وہ خفا خفا سا بولا تھا۔ جس پر مہوش مسکرائی تھی۔ دانی نے اپنی پاکٹ سے ایک مخملی ڈبی نکالی تھی۔ اور مہوش کا ہاتھ تھام کر اسے پکڑا دی تھی۔ مہوش نے جلدی سے اسے کھولا تھا جیسے اسے ڈر ہو کے کہیں دانی واپس ہی نالے لے۔ دانی کے ارادوں کا کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا نا۔ ڈبی کے اندر ایک انگھوٹی چمک رہی تھی۔ انگھوٹی سونے کی تھی اور اس کے درمیان میں ایک چھوٹا سا ہیرے کا نگ لگا ہوا تھا۔ وہ اتنی خوبصورتی سے بنائی گئی تھی کہ مہوش کتنی ہی دیر تک اس انگھوٹی کو دیکھتی رہی تھی۔ اسے الفاظ نہیں مل رہے تھے کہ وہ کیسے دانی کے اس تحفے کا شکریہ ادا کر سکے۔

"دانیال"

اس کے لب دھیرے سے ہلے تھے۔

"شکریہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں"

وہ وارفتگی سے اسے تک رہا تھا۔ اور بڑے پیار سے انگھوٹی نکال کر

اس کے ہاتھ کی انگلی میں سجادی تھی۔

"دانی میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔"

مہوش نے نرمی اور عقیدت سے دانی کے دونوں ہاتھ تھامے تھے۔ وہ اب اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

مجھے پچھلے کچھ دنوں میں خود سے بھی پیار ہو گیا ہے۔ مجھے لگتا ہے " کے میں بہت نازک اور انمول انسان ہوں جس سے اتنے لوگ محبت کرتے ہیں خیال رکھتے ہیں اور ان سارے احساسات سے مجھے مانوس کرنے والے تم ہو دانیال صرف تم۔ تم وہ پہلے مرد ہو جس کی محبت میں اپنے دل میں محسوس کی تھی۔ پہلے پہل میں اپنے دل میں موجود تمہارے لیے ان جذبات و احساسات کو کوئی نام نہیں دے سکی تھی پر مجھے بعد میں احساس ہوا کہ یہ تو محبت تھی جو وقت کے ساتھ میرے دل میں پروان چڑھتی جا رہی تھی۔ وہ تمہاری محبت تھی تمہارے لیے محبت تھی۔ پر ایک نامحرم کی محبت اپنے دل میں پا کر میں رب کے حضور بہت شرمندہ تھی۔ لیکن پھر میرے دل میں ایک خیال آیا۔ کہ جب ایک چھوٹا سا پتا بھی خدا کی رضا کے بغیر ہل نہیں سکتا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے دل میں کسی شخص کے لیے جذبات جنم لیں اور ہمارے خدا کو خبر تک نا ہو۔ ایسا ہر گز نہیں ہوتا ہو ہی نہیں سکتا۔

ہمارے دلوں میں مچلنے والے جذبات بھی خدا کی طرف سے ہی ہوتے ہیں۔ لہذا ان کا احترام کرنا ہمارا فرض ہے۔ پر جذبات کی رو میں بہہ کر غلط قدم اٹھا لینا ہمیں زیب نہیں دیتا۔ جذبات جتنے پاکیزہ ہوں اتنے ہی شدت کے ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس لیے میں نے بھی تمہارے لیے اپنی محبت کے جذبات کو پاکیزہ رکھا ہر حد تک۔ خدا سے نا محرم کو نہیں مانگا بلکہ اس نا محرم کے محرم ہو جانے کی دعا ضرور کی ہے۔ اور دیکھو اسی لیے شاید تم آج میرے ساتھ ہو میرے سامنے ہو میرے محرم ہو۔ خدا بہت مہربان ہے وہ ہمیں وہ نہیں عطا کرتا جو ہمیں بہتر لگتا ہے بلکہ وہ عطا کرتا ہے جو حقیقت میں ہمارے لیے بہترین ہوتا ہے۔ وہ ہمیں بہتر نہیں بہترین سے نوازتا ہے اور ہم اس کا شکر بھی ادا نہیں کرتے ہیں ہم کتنے ناشکرے ہیں نا دانی۔ پر میں نے خود کی اصلاح کی ہے دانی تم بھی تو میرے لیے خدا کی خاص نعمت ہو جسے میں نے چاہا اسے پا لیا۔ مامو جان کی وجہ سے پہلے تو مجھے لگا تھا کہ "شاید میری دعائیں کبھی قبول نہیں ہوں گی پر میں غلط تھی۔"

وہ دھیرے دھیرے اپنے دل پے گزر جانے والے سارے حالات اپنی
 محبت کو سنا رہی تھی۔ وہ بھی بت بنا اس کے جذبات کی گہرائی اور
 سچائی سن رہا تھا۔ ایک دم سے ہی اسے بہت ساری خوشیوں نے آگھیرا
 تھا

وہی میری جان خدا نے جب ہمارا ملنا لکھا تھا تو بھلا یہ کوئی بھی کیسے "
 اس عمل کو روک سکتا تھا۔ جب خدا کسی کو کچھ دینے کا ارادہ کرتا ہے
 تو کون سی شے ہے جو اس راہ میں رکاوٹ بن سکتی ہے۔ بلکل اسی
 طرح جب اللہ کسی سے کچھ لے لیتا ہے تو چاہے ساری دنیا مل کر ہی
 کوشش کر لے کوئی اسے وہ چیز نہیں دلا سکتی پر اگر خدا ہم سے کچھ
 لے لیتا ہے تو ہمیں اس کے بدلے کچھ عطا بھی کر دیتا ہے۔ پر ہم
 نادان لوگ سوچتے نہیں ہیں اس بارے میں اور اس میں کہیں نا کہیں
 ہماری بہتری چھپی ہوتی ہے۔ بس نا شکری کیے جاتے ہیں۔ تمہاری
 طرح میں نے بھی اپنی اصلاح کر لی ہے اگر اللہ نے میرے باپ کو
 ہم سب سے دور کر دیا ہے تو ضرور اس کے پیچھے بھی کوئی مصلحت
 چھپی ہوئی ہے جسے ہم سب سمجھ نہیں سکتے۔ اس نے اس کے بدلے

میں مجھے تمہارا ساتھ عطا کیا ہے۔ اس کے فیصلوں کے پیچھے چھپی ہوئی
 مصلحتیں وہی جانتا ہے۔ بس ہمیں ایک بات اپنے پلو سے باندھ لینی
 چاہیے کہ اس دنیا میں ہمارا سب سے بڑا خیر خواہ اللہ تعالیٰ کی ذات
 ہے۔ وہ ہمیں بہترین سے نوازتا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے مہربان ہے۔ وہ
 "ہمارے ساتھ کبھی بھی کچھ بھی غلط کر ہی نہیں سکتا۔
 وہ اپنے ہاتھوں پے رکھے اس کے ہاتھ تھام کر بول رہا تھا۔
 "بلکل سہی کہا تم نے"
 وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔
 "میں ہمیشہ سہی ہی کہتا ہوں"
 وہ گردن اکڑا کر بولا تھا۔
 "جھوٹے انسان"
 مہوش نے اسے زبان چڑائی تھی۔
 "تمہیں تو ابھی بتاتا ہوں بد تمیز"
 "ہی ہی بتاؤ گے تب نا جب میں یہاں ہوں گی"
 "کیا مطلب؟"

وہ الجھا تھا۔ مہوش نے بڑی چالاکی سے اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑوائے تھے اور بھاگ کر کپڑے بدلنے چلی گئی تھی۔ تب جا کر دانیال کو اس کی شرارت سمجھ میں آئی تھی۔

"تم واپس آؤ ذرا پھر بتانا ہوں"

وہ بھی شوخی سے چلایا تھا۔

"تم سو جاؤ میں جلدی نہیں نکلنے والی اب"

اندر سے آواز آئی تھی جس پر دانی نے زور سے بیڈ سے ایک تکیہ اٹھا کر نیچے پھینکا تھا۔

مہوش کیا ہوا ہے اتنی جلدی میں کیوں بلایا ہے میں آفس سے اتنی "مشکل سے لیو لے کر آیا ہوں۔ گھر میں بھی کسی نے بھی نہیں بتایا کیا "ہوا ہے جلدی بتاؤ یار میں کب سے اتنا پریشان ہوں تمہارے لیے

ان کی شادی کو ایک ماہ گزر چکا تھا۔ مہوش اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر کے نظارے دیکھ رہی تھی جب دانیال بھاگا بھاگا کمرے میں آیا تھا۔ اور پریشانی سے گویا ہوا تھا۔

"دانیال وہ دراصل آپ کے لیے ایک سرپرائز ہے۔"

وہ شرماتے ہوئے بولی تھی۔ چہرے پر حیا کے رنگ اٹھ آئے تھے۔

"کیا سرپرائز؟"

اس نے تعجب سے پوچھا تھا آخر ایسا کیا سرپرائز تھا جس کی وجہ سے اس نے اسے اتنی ایمر جنسی میں بلایا تھا۔

"وہ آپ نا۔۔۔"

اس سے کچھ بولا ہی نہیں جا رہا تھا۔ جتنا وہ بولنے میں دیر لگا رہی تھی اتنی ہی دانیال کے دل کی دھڑکن تیز ہوتی جا رہی تھی۔

"بتا بھی دو وشی"

وہ بے قراری سے بولا تھا۔

"اللہ نے ہماری دعائیں سن لی ہیں اور جلد ہمارے گھر بھی۔۔۔"

وہ اتنا کہہ کر پھر سے شرماتے لگی تھی۔

"کیا جلد؟؟؟"

اس نے دو قدم آگے آ کر مہوش کے ہاتھ تھامے تھے۔

"بہت جلد ہمارے گھر ایک ننھا سا مہمان آنے والا ہے"

شرماتے ہوئے کہہ کر اس نے سر جھکا دیا تھا شرم و حیا آڑے آ رہی

تھی۔ آج صبح سے ہی اس کی طبیعت کچھ ناساز تھی سحرش اور بلال

اسے فوراً گھر کے پاس ایک کلینک لے گئے تھے۔ ڈاکٹر نے چیک اپ

کے بعد انہیں خوشخبری سنائی تھی۔ دانیال کافی دیر تک گم سم سا کھڑا

تھا۔ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے کس قسم کا اظہار کرے۔

خوشی اتنی زیادہ تھی کہ سمجھالی نہیں جا رہی تھی۔

"سچ میں تم سچ کہہ رہی ہو؟"

دانیال نے ایسے انداز میں پوچھا تھا جیسے ابھی ابھی جو بات اس نے سنی

ہے اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا۔

"ہاں بالکل سچ"

دانیال نے گہری مسکراہٹ لئے اپنی محبت اپنے محرم کو دیکھا تھا جس

کے وسیلے سے آج اسے اتنی بڑی خوشی ملی تھی۔ اور محبت و عقیدت

سے اس کی پیشانی چومی تھی۔ مہوش کے آجانے سے اس کی زندگی پھر سے خوشیوں سے بھر گئی تھی۔ مہوش نے بڑی خوبصورتی سے اس کی زندگی میں خوشیوں کے رنگ بھرے تھے۔ اس کے سارے درد سمیٹ لیے تھے۔

"اوہ ہیرو چل گاڑی نکال ہمیں پارٹی چاہیے"

اسی لمحے ان کے روم میں بلال اور سحرش کی دھماکے دار انٹری ہوئی تھی۔ وہ دونوں ایک دم سمجھلے تھے اور تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے۔

"چلیں بھیا"

وہ مسکرا کر آفر کر رہا تھا۔

"واہ بھئی آج تو مزاج ہی بدلے ہوئے ہیں"

سحرش نے ستائشی انداز میں مہوش کو کوہنی ماڑی تھی۔

"!!!!آپی"

وہ شرما کر سحرش کے گلے لگی تھی۔ ان دونوں کو ایسے دیکھ کر بلال اور دانیال بھی مسکرا اٹھے تھے۔

"چلو چلیں"

بلال نے ان کی توجہ اپنی جانب کی تھی۔

"چلیں"

وہ دونوں بھی مسکراتے ہوئے ان کے پیچھے چل دی تھیں۔

نو ماہ کا عرصہ پڑ لگا کر اڑ گیا تھا۔ اس تمام عرصے میں سب گھر والوں نے خصوصاً دانیال نے مہوش کا بہت خیال رکھا تھا۔ آج بھی ایک سنہرا دن تھا۔ سحرش دھونے والے کپڑے لیے واشنگ مشین کی جانب قدم اٹھاتی جا رہی تھی جب اسے مہوش کے کمرے سے اپنا نام چیختے ہوئے سنائی دیا۔ وہ کپڑے وہیں پھینک کر اس کے کمرے میں بڑھی تھی۔

"کیا بات ہے مہوش؟"

اسے اپنے تجربے سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اب وقت آ گیا ہے۔ اس نے فوراً دانی اور بلال کو فون کر کے گھر بلایا تھا۔ اور وہ سب ہسپتال کے لیے نکل گئے تھے۔۔۔ جمیلہ بیگم ان سب کے زور لگانے پر زیاں

کے ساتھ گھر پر رکی تھیں۔ انہیں کیا خبر تھی کہ وہ اپنے بچوں کو
آخری بار یوں سہی سلامت دیکھ رہی ہیں۔۔۔۔۔

وہ بابا شریف کے آستانے کی دہلیز پر کھڑا تھا۔ نگاہوں کا زاویہ بدل کر
جو نہی اس نے اس ماحول پر ڈالی جہاں اس وقت وہ کھڑا اسے اپنے وجود
میں عجیب س احساس ہوا تھا۔ ذہن میں بیٹوں اور بہن کی باتیں گردش
کر رہی تھیں۔ برگد کے درخت جہاں بے شمار لال دھاگے بندھے
ہوئے تھے ان درختوں کی چھاؤں میں بے شمار لوگ چٹائی بچھا کر بیٹھے
ہوئے تھے جہاں پر شاید وہ سب اپنی باری کا انتظار کر رہے تھے برگد
کے درخت کے ساتھ ہی چھوٹی سی جھوگی بنی ہوئی نظر آتی تھی وہ بابا
شریف کا حجرہ تھا سیاہ موٹے کپڑے سے بنا ہوا وہ حجرہ جس کے باہر
ایک آدمی کھڑا برگد کے درخت کے نیچے بیٹھے لوگوں کو ایک ایک
کر کے اندر بھیج رہا تھا وہ ابھی وہیں پر کھڑا تھا جب سیاہ حجرے کا پردہ

سرکا تھا اور اس کی نظر اندر کے منظر پر گئی تھی بے شک وہ اتنی سی دیر میں بابا شریف کو نہیں دیکھ پایا تھا مگر وہاں ایک بڑا سا میز نما فرشی میز رکھا ہوا تھا جس کے اوپر اسے کسی چیز کا ڈھیر نظر آیا تھا ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ تھوڑا انتظار کرنے کے بعد اس کا نام پکارا گیا تھا۔ اس کے قیمتی کپڑے اور جوتوں کی وجہ سے شاید وہاں بیٹھے تمام لوگوں میں سے اسے پہلے بابا جی کے پاس جانے کی اجازت دی گئی تھی۔

"سلام بابا جی"

وہ اپنے مخصوص انداز میں ان کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔

بڑی دیر بعد چکڑ لگایا ہے ریاض کیا ہوا اب میری ضرورت نہیں رہی " تمہیں؟

سامنے تخت پر بیٹھا وہ شخص تشویش سے پوچھ رہا تھا۔

نہیں نہیں بابا جی بس کچھ دفتری مصروفیت رہی ہے۔ بس آج فرصت "

"سے آیا ہوں کچھ باتیں کرنی تھیں آپ سے۔

ان کا لہجہ ان کے دل کی اداسی ظاہر کر رہا تھا۔

ٹھیک ہے تم ذرا خورشید کو بھیجو پھر تفصیل سے بات ہوتی ہے۔ ریاض صاحب نے باہر کھڑے شخص کو اندر جانے کا اشارہ کیا تھا۔
"جی آپ نے بلایا؟"

وہ ادب سے سر جھکائے کھڑا تھا۔

ہاں میری بات سنو مجھے لگتا ہے آخری پتا پھینکنے کا وقت آ گیا ہے۔" ریاض بڑا غمگین لگ رہا ہے۔ لگتا ہے اس کے بیٹوں نے چھوڑ دیا اسے بیچارہ سمجھ نہیں پایا کہ اس کی طاقت اس کے وہ بیٹے ہیں خیر اس سے مجھے کیا فرق پڑتا ہے میرا کام مزید آسان ہو گیا ہے۔ میرے لیے اس نے انھیں چھوڑ دیا ہے۔ میں اب اس کو اپنے منصوبے کے مطابق مشورہ دوں گا اور تم باقی سب کو کہہ دو کہ باقیوں کی مراد کل سنی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے بابا شریف"

وہ اثبات میں سر ہلاتا باہر نکل گیا تھا۔ بابا جی کی نصیحت کے مطابق اس نے باقی تمام افراد کو کل آ جانے کا کہہ دیا تھا اور ریاض صاحب کو ان کے حجرے میں بھیج دیا تھا۔

"بابا جی آپ نے سب کو بھیج کیوں دیا میں انتظار کر لیتا"
ریاض صاحب گویا ہوئے۔

"تم میرے لیے ان سب سے زیادہ اہم ہو ریاض"
بابا جی نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے ریاض صاحب کو دیکھا تھا جس
سے انہیں مزید اپنی بات کہنا آسان ہو گیا تھا۔
"بابا جی دراصل میں بہت پریشان ہوں"

"ہاں تو بتاؤ تمہارے بیٹوں نے کیا کیا ہے تمہارے ساتھ؟"
وہ سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے۔ ان کا اندازہ صحیح تھا اور اس صحیح ٹکے
سے ان پر ریاض صاحب کا یقین اور بھی پختہ ہو گیا تھا۔
بابا جی انہوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے یہاں تک"
"کے میری اکلوتی بڑی بہن نے بھی

وہ اداسی سے بولے تھے۔ دو موتی ٹوٹ کر ان کی آنکھوں سے گرے
تھے۔ بابا جی نے اس شخص کو غور سے دیکھا تھا جیسے ان کے اندر کی
کیفیات کو کنگھال رہے ہوں۔

وہ تو ہونا ہی تھا ریاض وہ سب گمراہی پر چل نکلے ہیں۔ یقیناً انہوں نے
 "نے میرے ہاں آنے سے بھی تمہیں منع کیا ہو گا
 انہوں نے بالکل نشانے پر تیر پھینکا تھا اور وہ اپنا اثر دکھا گیا تھا۔ آخر
 اتنے عرصے کی کوشش تھی ان کی ریاض صاحب جیسے شخص کو اصل
 راہ سے گمراہ کرنے کی اور اب وہ اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہوئے
 تھے۔ ان کی چاپلوسی اور غیر معمولی توجہ سے ریاض صاحب ان کے
 گرویدہ ہو کر رہ گئے تھے۔

"جی ایسا ہی ہے"

وہ سر جھکائے بولے تھے۔

بابا جی میرے وہ بیٹے جو میرا فخر میرا مان میرا غرور سب کچھ تھے "
 آج مجھے وہ مشرک کہہ رہے ہیں مجھے گمراہ کہہ رہے ہیں مجھے توبہ
 کرنے کو کہہ رہے ہیں اب آپ ہی بتائیں کیا یہ سب باتیں انہیں کہنا
 "زیب دیتا ہے جب کہ ان کا تو حقیقت سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔
 وہ اپنا مسلہ ان کے سامنے رکھتے ہوئے بولے تھے۔

"ان کی جھوٹی باتوں پر کان نا دھڑو تم"

وہ ناک سے مکھی اڑاتے ہوئے بولے تھے۔ انہیں بس کسی بھی حال میں ریاض احمد کو ان کے گھر والوں کی باتوں سے قائل نہیں ہونے دینا تھا۔

"بابا جی وہ۔۔۔"

"ہاں کہو گھبراتے کیوں ہو؟"

وہ لہجے کو انتہائی نرم رکھتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

بابا جی میں بلال کی طرح دانیال کی شادی بھی آپ کی اجازت سے " جہاں آپ کہتے وہاں کرنا چاہتا تھا پر اس نے اپنے باپ کی بھی نہیں سنی اور گھر چھوڑ دیا اس کو دیکھ کر میرے بڑے بیٹے نے بھی بہو اور پوتے سمیت گھر چھوڑ دیا ہے۔ اب میں بالکل تنہا ہو کر رہ گیا ہوں بابا جی۔ میرا آپ کے سوا کوئی بھی نہیں رہا۔ بس آپ ہی ہیں جو مجھے " سمجھتے ہیں۔

اپنی تدابیر کی کامیابی پر وہ خوش ہو کر مسکرا اٹھے تھے پر جلد ہی اس مسکراہٹ پر قابو پا لیا تھا۔

تو ایسی نا فرمان اولاد کو سزا ضرور ملنی چاہیے۔ اس نے صرف تم سے " بد تمیزی نہیں کی تم سے رشتہ توڑ دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ تمہاری "خاندانی روایات کو بھی ٹھکرایا ہے۔

وہ ان کی حالت کا مزہ لیتے ہوئے سنجیدگی سے بولے تھے۔

بلکل بابا جی پر مجھے سمجھ نہیں آ رہا کیا کروں اس نے میری بھانجی "

سے شادی کر لی ہے اپنی پسند سے۔ جب کہ ہماری خاندانی روایت اس

"بات کی اجازت نہیں دیتیں گے پسند کی شادی کی جائے۔

وہ اپنا حال دل ان پر بیان کرتے ہوئے بولے تھے۔

ایسی نا فرمان اولاد کو سزا تو ملنی ہی چاہیے اور تو اور وہ تمہیں اس عمر "

"میں تنہا چھوڑ گئے ہیں۔

بابا جی سخت تیور لیے بولے تھے۔

تھوڑی دیر اور وہاں بیٹھ کر ریاض صاحب جانے کے لیے اٹھ کھڑے

ہوئے تھے۔ اب وہ بہت پرسکون محسوس کر رہے تھے۔ اپنے دل کا

بوجھ ہلکا کر چکے تھے۔ اب انہیں گھر جا کر بابا جی کے مشورے پر عمل

کرنا تھا اور اپنے بیٹوں کو سبق سیکھنا تھا۔

ٹھیک ہے ریاض تم اپنا خیال رکھنا اور جلد میں تم سے آج کی بات " کے مطابق خوشخبری سننا چاہوں گا۔ امید ہے تم میری نصیحت پر عمل "کرو گے"

وہ ان کے شانے پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے مسکرا کر بولے تھے۔

"جی بابا جی ضرور اب میں چلتا ہوں"

وہ کہتے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گئے تھے۔

"کیا واقعی بابا جی آپ نے یہ مشورہ دے دیا ریاض کو؟"

ان کا سب سے بھروسہ مند ماتحت خورشید ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ جسے وہ آج کے دن کی ساری روداد سنا رہے تھے۔

ہاں آج نہیں تو کل یہی کہنا تھا ہمیں بس آج ہی لوہا گرم دیکھ کر " میں نے اسے کہہ دیا

پر بابا جی یہ کچھ زیادہ نہیں ہو جائے گا؟ مطلب آپ نے اس کے " ہاتھوں اس کی اپنی اولاد کا قتل کرنے کا منصوبہ بنا لیا اور ریاض کو بھی

کہہ دیا آپ تو جانتے ہیں نا وہ آپ کی باتیں ہی مانتا ہے اور کبھی آپ
"کی بات نہیں ٹالتا۔"

وہ ذرا پریشان ہوتے ہوئے بولا تھا۔ ان کا یہ فیصلہ ان کے لیے کافی
مسائل کھڑے کر سکتا تھا۔

نہیں بس میں نے اسے اتنا کہا ہے کہ کسی طرح انھیں ایسا سبق"
سیکھائے کہ وہ یاد رکھیں۔ بس وہ ہمارے ہی منتخب کردہ آدمی سے اپنا
کام کروائے گا۔ میرے خیال سے ریاض معمولی سے ایکسیڈنٹ کا حکم
دے گا مگر میرا آدمی تو میری دی گئی ہدایات پر عمل کرے گا اور
ریاض کو خبر بھی نہیں ہوگی۔ اور اس کا یہی عمل اس کے لیے عمر
بھر کا پچھتاوا بن جائے گا۔ اور تمہیں بھی پتا ہے نا وہ کس قدر جنونی
انسان ہے۔ میری بات کی تکمیل کے لیے کسی بھی حد تک چلا جائے گا
بلکہ کیا تم جانتے ہو میں نے اسے اس کی اولاد کو کیا سبق دینے کو کہا
"ہے؟"

وہ شاطرانہ مسکراہٹ لیے بولے تھے۔

"جی کیا؟"

ان کی مسکراہٹ اس کے ذہن میں کئی طرح کے وسوسے لا رہی تھی وہ سہم کر پوچھ رہا تھا۔

میں نے اسے کہا ہے کہ جب اس کے چھوٹے بیٹے کی اولاد کی "پیدائش کا وقت آئے تو وہ کچھ ایسا کر دے کہ اس کا بیٹا بھی سبق سیکھ جائے اولاد کا دکھ کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اور تم دیکھنا وہ ایسا ہی کچھ کر گزرے گا۔ وہ خبیثی انسان کیا جانے ایسا کرنے سے وہ خود بھی اپنی اولاد سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور پھر ہم اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گیں۔"

بابا جی شیطانی مسکراہٹ چہرے پر سجاتے ہوئے بولے تھے۔

"بابا جی"

وہ صدمے سے بولا تھا۔ کوئی اس قدر کیسے گر سکتا تھا صرف پیسے کے لالچ میں۔

بیوقوف انسان تم بس یہ دیکھو ہمیں کتنا فائدہ ہو گا پیسوں کی ریل پیل "ہو گی یہاں اور وہ ریاض تو ویسے ہی میری مٹھی میں ہے۔ اس حادثے کے بعد وہ دماغی طور پر بہت کمزور ہو جائے گا۔ اور سمجھ نہیں پائے گا

کہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اور ہم آسانی سے اس کے بزنس پر "قبضہ کر لیں گیں۔"

وہ بڑی بے حسی سے اپنے منصوبوں سے اسے آگاہ کر رہے تھے۔
بابا جی پر آپ کو کیسے معلوم کے اس کے چھوٹے بیٹے کے ہاں اولاد "
"ہونے والی ہے۔؟"

اس نے اپنی پریشانی ان پر واضح کی تھی۔

میرے پاس بیٹھا ہوا تھا نا آج وہ تو اسی دوران اس کے بیٹے کی کال "
آئی تھی میرے کہنے پر اس نے اٹھالی اور فون سپیکر پر لگوا دیا۔ وہ بیچارہ
بڑی خوشی سے اپنے باپ کو خوشخبری سنا رہا تھا مگر اس کے باپ نے
میرے ایک اشارے پر اس کو آئندہ فون نا کرنے کا کہہ کر فون کاٹ
"دیا۔ بس ایسے مجھے معلوم ہوا۔"

بابا نے اسے آگاہ کیا تھا۔

"بابا ویسے یہ انتہائی گھٹیا حرکت ہے"

اس کی بات پر ان کے چہرے پر غصے کے تاثرات ابھرے تھے۔

کیا گھٹیا حرکت ہے ہاں؟ تم بس یہ دیکھو نکلے آدمی کے ہمارا کتنا فائدہ" ہے اس میں۔ اتنی ہی اگر اس ریاض میں عقل ہوتی تو کبھی میری سنتا ہی نا پر ہمارا کام مشورہ دینا ہوتا ہے وہ چاہے اس پر عمل کرے یا چاہے تو نا کرے۔ ہم اسے اپنے مشوروں کے پابند تھوڑی نا کرتے ہیں۔ اس لیے اگر وہ یہ عمل کر گزرتا ہے تو اس میں ہم گناہ گار نہیں "ہوں گیں آئی سمجھ؟؟ اب جاؤ مجھے آرام کرنا ہے میرا سر نا کھاؤ مزید وہ غصے سے چلائے تھے۔ ان کا غصہ دیکھ کر وہ شخص مزید سہم گیا تھا اس لیے وہاں سے چلے جانے میں ہی اپنی بھلائی جانی تھی۔

میں آپ سے آخری بار پوچھ رہا ہوں کیا آپ واقعی ایسا کرنا چاہتے ہیں؟

دوسری جانب خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

بتائیں جلدی ہمارے پاس ایسا وقت اور موقع دونوں دوبارہ نہیں آئیں" گیں۔ ٹریکر کے مطابق کسی بھی لمحے آپ کے بیٹے کی گاڑی یہاں سے

گزرنے والی ہے ان کے گھر سے بس ایک یہی رستہ ہے قریبی ہسپتال
 "جانے کا کیا آپ واقعی چاہتے ہیں؟
 دوسری جانب جو سوال پوچھا جا رہا تھا انہیں اسی سوال کا تو اتنے عرصے
 سے انتظار تھا انہیں نے نو ماہ تک صبر کیا تھا اس ایک لمحے کا۔ انہیں
 آج بھی تھوڑا سا بھی افسوس نہیں تھا کیسے انہوں نے اپنی ضد اور انا
 میں اپنے بیٹے کے ارمانوں کا خون کیا تھا۔ نو ماہ پہلے بھی کتنی خوشی سے
 دانیال نے انہیں کال کر کے انہیں خوشخبری سنائی تھی۔ وہ یقیناً بہت
 خوشی کا اظہار کرتے اگر بابا جی کا حکم انہیں نا ماننا ہوتا انہوں نے بڑی
 بے رحمی سے اس کا دل توڑا تھا۔ اور مبارکباد کیا خوشی کا ایک لفظ بھی
 کہے بغیر اسے دوبارہ فون نا کرنے کو کہا تھا۔ بس نو ماہ سے وہ یہی
 انتظار کر رہے تھے کہ اولاد پالینے کے قریب ہی جب وہ اپنی اولاد
 سے ہاتھ دھو بیٹھے گا تب ہی دانی کو احساس ہو گا کہ اولاد کا دکھ کتنا
 تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اور پھر وہ روتا بلکتا ہوا آئے گا اور اپنے ابا جان
 کے قدموں میں گر کر معافی مانگے گا بس یہ سوچ کر انہیں مسرت کا
 احساس ہوتا تھا۔ اور بابا جی کے بچھائے ہوئے جال میں وہ کتنی آسانی

سے وہ پھنس چکے تھے انہیں فلوقت اس بات کا احساس نہیں ہوا تھا۔
بابا جی کی مدد سے ہی انہوں نے کا ایک بندہ ڈھونڈا تھا۔ جو ٹارگٹ
کلنگ میں ماہر تھا۔

"سر؟؟؟"

سوچوں کی دنیا سے نکل کر وہ حال میں واپس آئے تھے۔ جب کان پر
لگے فون سے آواز آئی تھی۔

"ایس شوٹ دا ٹائر"

وہ بے رحمی سے بولے تھے اپنی ہی اولاد کے ساتھ ایسی گھٹیا ترین
حرکت کرتے ہوئے انہیں ذرا بھی شرم یا ندامت محسوس نہیں ہو رہی
تھی۔

کچھ لمحوں بعد انہیں اسی نمبر سے کال ریسیو ہوئی تھی۔ انہوں نے
موبائل کان کے ساتھ لگایا تھا۔

سر ہم نے دو ٹائر پے فائر کیا تھا اندر چار جوان لوگ موجود تھے دو"
مرد اور دو عورتیں سمیت اس حاملہ عورت کے۔ ان میں سے کوئی بھی
نہیں بچا ہو گا کوئی موجزہ ہو تو شاید ایک آدھا بنا بچ گیا ہو۔۔ ابھی

کافی لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا ہے۔۔ لوگ انہیں ہسپتال بھجوا رہے ہیں۔ کسی کو بھی اندازہ نہیں ہوا کہ یہ ایکسیڈنٹ کروایا گیا ہے۔ آپ بے فکر رہیں ہم میں سے کسی پر بھی نام نہیں آئے گا۔ اور میری فیس "تیار رکھیں۔"

اس شخص کے الفاظ تھے یا کوئی تیر جو ان کے دل میں پیوست ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی آدھی بات سن کر ہی ان کا ذہن مؤف ہوا تھا۔ انہوں نے تو معمولی سے ایکسیڈنٹ کا کہا تھا پھر اس بندے نے ہدایات سے مختلف کام کیوں کیا تھا۔ وہ اس وقت کچھ بھی سوچنے سے قاصر تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ کس قسم کا اظہار کریں۔ اب دوسرے مشکل منصوبے پر عمل کرنا تھا۔ جو اس سے تھوڑا مشکل تھا۔۔۔

انہیں جو خبر دی گئی تھی انہیں اس کی توقع نہیں تھی انہیں ایک زور کا چکڑ آیا تھا۔ فون کے دوسرے جانب وہ انجان آدمی جو بھی کہہ رہا

تھا انہیں سنائی نہیں دے رہا تھا۔ ننھا سا زیان ان کی ٹانگوں سے لپٹا کھڑا تھا۔ وہ رو رہا تھا ماما کی گردان کر رہا تھا انہیں ہمت کرنی تھی اپنے اس نواسے کے لیے۔ انہوں نے جلدی سے اس کو اٹھایا تھا۔ اور ہسپتال کی جانب نکلی تھیں۔

وہاں پہنچ کر انہیں اپنے بھائی کو دیکھ کر شدید حیرت ہوئی تھی۔ انہوں نے نم آنکھوں سے اپنے بھائی کو دیکھا تھا جس کے چہرے پر افسوس یا غم کے کوئی تاثرات نہیں تھے۔ ریاض احمد نے ابھی انہیں نہیں دیکھا تھا۔ وہ انہیں ہی دھندلی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں جب ایک شخص ریاض احمد کے قریب آیا تھا اور ان سے مخاطب ہوا تھا۔

"سر میں نے اپنا کام بخوبی انجام دیا ہے اب لائیں میرا انعام"

وہ مسکراتا ہوا کہہ رہا تھا۔ ریاض احمد نے کوئی بھی تاثر دیے بغیر اس کے ہاتھ میں ایک چیک تھمایا تھا اور ڈاکٹر سے بات کرنے لگے تھے جو ابھی ابھی روم سے نکلے تھے۔ جمیلہ بیگم بیشک انہیں نظر نہیں آئی تھیں پر وہ ان کے اتنے قریب ضرور تھیں کہ سب کچھ با آسانی سن سکتی تھیں۔ ڈاکٹر کے جو الفاظ تھے اسے سن کر دونوں بہن بھائی اپنی

اپنی جگہ ساکت کھڑے رہ گئے تھے۔ انہیں لگا تھا کہ انہیں سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے۔ پر یہ حقیقت تھی جسے انہیں قبول کرنا تھا۔ گاڑی میں چار افراد سوار تھے۔ ایکسیڈنٹ بہت شدید قسم کا ہوا ہے۔" دونوں مرد تو موقع پر ہی جان بحق ہو گئے تھے۔ ایک عورت کی حالت بہت تشویش ناک ہے دوسری عورت حاملہ تھیں ان کی کنڈیشن بھی اچھی نہیں تھی ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ جیسی ان کی حالت ہے بچے اور ماں میں سے کسی ایک کو ہی بچایا جا سکتا ہے پر آپ فکر نا کریں ہم اپنی پوری کوشش کریں گیں۔

ڈاکٹر کے الفاظ کم اور نیزہ زیادہ لگ رہے تھے جو ان دونوں کمزور لوگوں کے دل کو گھائل کرتا جا رہا تھا۔ انہیں محسوس ہوا تھا جیسے ان چاروں کے ساتھ ساتھ ان دونوں کی روحیں بھی قبض کر لی گئیں ہوں۔ وہ ڈاکٹر کی بات سن کر مڑے ہی تھے کہ ایک زور دار تھپڑ تھا جس نے ان کا استقبال کیا تھا۔

"!!آپا جان

شرم نہیں آئی تمہیں ایسی گھٹیا حرکت کرتے ہوئے؟؟ ارے تم بھی " تو اولاد والے تھے نا پھر اپنے ہی بیٹے کے ساتھ تم نے آج ایسی شرم ناک حرکت کی ہے۔ ریاض مجھے گھن آ رہی ہے تم سے۔۔ جس بھائی پر میں ساری زندگی فخر کرتی رہی ہوں آج اسے بھائی کہتے ہوئے شرم آ رہی ہے مجھے۔

وہ اپنے تیزی سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو بے دردی سے صاف کرتے ہوئے بولی تھیں۔ اور وہ گم سم سے کھڑے اپنے گریبان کو سختی سے جھنجھوڑتے ہوئے ان ہاتھوں کو دیکھ رہے تھے جو کبھی ان کے سر پر ہوا کرتے تھے۔ آج ایک غلط آدمی پر بھروسہ کرنے کی وجہ سے انہوں نے سب اپنوں کو کھو دیا تھا۔

آپا جان میرا یقین کریں میں نے ایسا ہر گز نہیں چاہا تھا۔۔۔ میرا " یقین کریں آپا جان میں تو بس دانی کو چھوٹا سا سبق دینا چاہتا تھا کے "اولاد کی دوری ماں باپ کے لیے کیا ہوتی ہے۔۔۔ بس۔۔

وہ ان کے سامنے گھٹنوں کے بل گڑے تھے۔ آس پاس موجود لوگ ان کی طرف متوجہ تھے۔ اچھا خاصا تماشاک چکا تھا۔

اسی دوران دو ڈاکٹر جو پہلے ہی انہیں حیران پریشان نظروں سے دیکھ رہے تھے ان کی جانب بڑھے تھے۔۔

کیا تماشا لگا رکھا ہے آپ نے یہ ہسپتال ہے کوئی تفریح کی جگہ "

"نہیں۔۔ اور ان دو لیڈیز کے ساتھ کون ہے؟

وہ سختی سے بولنے کے بعد تھوڑا نرم پڑے تھے۔

"جی۔۔ میں ہوں "

جمیلہ بیگم ہمت کرتے ہوئے بولی تھیں۔ آواز کی لڑکھڑاہٹ صاف واضح تھی۔

ان میں سے دونوں ہی نہیں بچ سکیں آپ ہمت کریں۔ پر خدا کا " معجزہ ہے کے حاملہ خاتون کی بیٹی پیدا ہوئی ہے لیکن ہم اس کی ماں کو پوری کوشش کرنے کے بعد بھی بچا نہیں سکے۔ ہمت و حوصلہ سے کام لیں اللہ آپ کو صبر دے

انہیں زور کا دھچکا لگا تھا صبح تک ان کا گھر کتنا خوشیوں سے مہک رہا تھا پر اسی شام کو یہ کیا ہو گیا تھا۔ زندگی ایک پل میں بدل کر رہ گئی

تھی۔ ہستے بستے گھر کی خوشیوں کو آگ لگ گئی تھی اور اس سب کا
قصور وار اس گھر کا ہی ایک ممبر تھا۔

"ریاض"

وہ صدمے سے بولی تھیں۔ اپنے پیروں پر کھڑا ہونا انہیں اس وقت دنیا
کا سب سے دشوار کام لگا تھا۔ وہ تو خود انہی کیفیات سے گزر رہے تھے
اپنی بہن کو حوصلہ کیسے دیتے۔

"آج سے۔۔۔ ابھی سے میرا تم سے کوئی تعلق نہیں۔۔۔"

وہ غصے سے چیخی تھیں۔ وہ ان کے الفاظ پر ہی ڈھے گئے تھے۔ اولاد تو
جا چکی تھی آج بہن کا ساتھ بھی چھوٹ گیا تھا۔

"کہاں ہے میری نواسی؟؟"

وہ ایک دم سے ڈاکٹر کی طرف مڑی تھیں۔ جس نے انہیں روم کی
طرف گائیڈ کر دیا تھا۔ وہ بو جھل قدموں سے روم کی طرف بڑھی
تھیں۔ سامنے ہی ایک بیڈ پر ان کی بیٹی کی لاش پڑی تھی۔ آنسو ان
کی آنکھوں سے بڑی روانی سے بہے چلے جا رہے تھے۔

"یہ لیں"

نرس نے آکر ان کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی گڑیا پکڑائی تھی کم از کم انہیں تو ایسا ہی لگا تھا۔ وہ بہت حسین تھی آنکھیں اس کی بلکل اپنے باپ دانیال جیسی تھیں۔ اور حسن میں اپنی ماں کی طرح تھی۔

جمیلہ بیگم نے بھینگے چہرے سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔ اور ایسبولینس میں اپنے چاروں جوان بچوں کی لاشیں لیے گھر کے لیے نکلی تھیں۔ زیان گم سم سا یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ تین سال کا بچہ کیا جانے اس کی دنیا اس کے دادا کی وجہ سے ہی لٹ گئی تھی۔

"آپا جان میرے بچوں کی میت میرے گھر سے اٹھائی جائے گی۔"

وہ بغیر تمہید باندھے مدعے پر آئے تھے۔ جمیلہ بیگم نے حیرت سے اپنے بھائی کو دیکھا تھا وہ کس قدر بے شرمی اور ڈھٹائی سے ان کے گھر آئے تھے اور اب کیا تقاضہ کر رہے تھے۔

کون سے بچے وہ جنہیں تم نے ان کو زندگی میں ہی اپنی زندگی سے "نکال دیا تھا؟ تنہا چھوڑ دیا تھا؟؟"

وہ غصے سے بھڑکی تھیں۔ اتنا بڑا غم تھا جسے صبر سے برداشت کرنا تھا اور ایک ریاض صاحب تھے جنہیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہو رہا تھا اور بار بار جمیلہ بیگم کا امتحان لینے چلے آ رہے تھے۔

آپا جان میں آپ سے بحث نہیں کرنا چاہتا۔ انہیں ایسولینس میں "ڈالو"

وہ بے رحمی سے بولے تھے اور ایسولینس والے لڑکوں کو حکم دیا تھا جمیلہ بیگم نے اب چپ سادھ لی تھی۔ انہوں نے سوچ لیا تھا کہ اب انہیں ریاض احمد کو کچھ نہیں کہنا۔ اب وقت انہیں بتائے گا۔ اللہ ان کی عقل ٹھکانے لگائے گا۔

ریاض احمد نے یہاں بھی بس نہیں کی تھی اور آگے بڑھ کر زیان کو اٹھایا تھا۔ جمیلہ بیگم کے دل پر ان کا یہ قدم دیکھ کر ہزاروں چڑھیاں چل رہی تھیں۔ پر وہ خاموش تھیں۔ بے بس تھیں۔ اپنے نواسے کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔ ان کا مقابلہ ان کے اپنے بھائی سے تھا پر ہے تو وہ ایک مرد تھے وہ اکیلی عورت کرتی بھی تو کیا۔ ریاض احمد نے اپنی پوتی کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تھا اور نا ہی جمیلہ بیگم نے

انہیں یاد کروانے کی زحمت کی تھی۔ صد شکر کے ان کی پوتی ابھی کمرے کے اندر تھی اس لیے ریاض احمد کا دھیان ادھر نہیں گیا تھا۔ وہاں موجود سب لوگ یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ کسی کی زبان سے ایک لفظ نہیں نکلا تھا ریاض احمد کی اس حرکت پر انسانیت بھی شرمندہ تھی۔

"آئندہ کے بعد میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی" وہ منہ پھیرے بولی تھیں۔ جسے ریاض احمد نظر انداز کرتے باہر نکل گئے تھے۔ اب جمیلہ بیگم کے پاس ان کی دونوں جوان بیٹیوں کی میتیں تھیں اور ایک ننھی سی جان جو آج ہی اس دنیا میں آئی تھی۔۔۔

کچھ ماہ گزر گئے تھے۔ ریاض احمد ذرا معقول انداز میں سوچنے لگے تھے۔ پہلے ان کے بیٹے اس دنیا میں تو تھے کیا ہوا جو ان سے تھوڑا دور تھے پر ہے تو اسی نا پائیدار دنیا میں۔ انہیں آج بھی یاد تھا کہ انہوں نے اس ٹارگٹ کلر کو بس معمولی سا ایکسیڈنٹ کرنے کو کہا تھا

جس سے کسی کو اتنی چوٹ نا آئے۔۔۔ پر اس نے ان کی ہدایت سے الٹا کام کیوں کیا تھا انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ اب صحیح معنوں میں وہ صدمے میں تھے اپنی جوان اولاد کھو دیا تھا۔ دیر سے ہی صحیح پر اب انہیں اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا احساس ہوا تھا۔ وہ سچ میں شرمندہ تھے دل کہیں لگتا ہی نہیں تھا نا بیٹھے چین آتا تھا نا لیٹے۔ آفس بھی وہ کچھ دنوں سے جا نہیں رہے تھے آفس کا سارا کام بابا جی اور ان کے ماتحت دیکھ رہے تھے کیوں کے انہیں ابھی بھی ان پر بہت بھروسہ تھا۔ ان کی سوچوں کا تسلسل تب ٹوٹا جب خادم نے آ کر بتایا کہ سحرش کی دوست مریم آئی ہے۔

"انہیں بٹھاؤ میں آتا ہوں"

انہوں نے خادم کو ہدایات دے کر رخصت کیا تھا۔ وہ جب لاؤنج میں داخل ہوئے تو ایک نوجوان خاتون لاؤنج کے صوفے پر بیٹھیں زیان کو گود میں لے کر اس کے ساتھ کھیل رہی تھی۔

"سلام انکل"

"وعلیکم سلام"

وہ تعزیت کرنے آئی تھی جب کر کے جانے لگی تو ریاض احمد کی بات پر واپس مڑی تھی۔

"بیٹا ایک بوڑھے آدمی کی گزارش ہے اگر تم پورا کر سکو تو"

وہ اس کے آگے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولے تھے۔

"جی جی انکل یہ آپ کیا کر رہے ہیں کہیں۔۔"

وہ گھبرا کر بولی تھیں۔ ریاض احمد کے اس عمل سے وہ پریشان ہو گئی تھی۔

بیٹا یہ زیان ہے میرا پوتا اس کا اب اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے " تم سحرش کی بہنوں کی طرح تھی اس بات کا اندازہ مجھے ہے۔۔ پر آج اس کی بہن بھی زندہ نہیں ہے تم سے اس بوڑھے آدمی کی درخواست ہے کہ زیان کو اس کی ماں کی کمی محسوس نا ہونے دینا اس کی پرورش کر دو میں کسی خادم یا آیا پر بھروسہ نہیں کر سکتا اب۔ تمہیں اس لیے کہا ہے کہ شاید تم کر سکو مجھ پر مہربانی کرو اور اپنی دوست کی دوستی کا حق ادا کر دو

وہ اب انہیں کیا جواب دیتی۔ ان کی ایک بیٹی تھی شوہر کا انتقال ہو چکا تھا اور وہ دبئی میں مقیم تھی۔ پاکستان آتی رہتی تھی اور سحرش کی بچپن کی دوست تھی۔ اس کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی تھی پھر اس سوچ کر جھٹک دیا۔ پر اب جب انہیں خود کہا جا رہا تھا وہ کیسے انکار کرتی۔

جی انکل آپ پریشان نا ہوں میں زیان کی تربیت بہت اچھے سے " کروں گی اور جب بھی آپ کہیں گیں اس کو آپ کے پاس بھجوا دوں گی۔ مہوش سے بھی ملی ہوں میں وہ بہت اچھی تھی۔ بہت اچانک ہو گیا یہ سب۔ خیر اللہ کی جو بھی مرضی ہو۔ اس کے پیپرز وغیرہ تیار کروا "دیں پھر مجھے بتا دیجیے گا میں اس حساب سے کلکس کر والوں گی۔ وہ ان کی پریشانی دور کرتی زیان کو پیار کرنے لگی تھی۔۔۔ ریاض صاحب تھوڑا مطمئن ہو گئے تھے۔ انہوں نے اس معاملے میں بھی جمیلہ سے بات کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اور زیان کو رخصت کرتے وقت ان کو اطلاع دینے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔ نا جانے وہ احساس

ندامت تھا یا کچھ اور جو انہیں جیلہ بیگم کا سامنا کرنے میں بے بس
ثابت کر دیتا تھا

"سر ہمیں پھر سے بڑا نقصان اٹھانا پڑا ہے"

ان کے آفس آتے ہی مینیجر نے انہیں اطلاع دی تھی۔ آج وہ کافی
دن کے بعد آفس آسکے تھے۔

کیا ہو گیا ہے تم سب کو میں اگر کچھ دن نہیں آسکا تو تم لوگوں "
" نے تو اپنا کام صحیح طرح کرنا تھا۔

وہ غصے سے ان پر برسے تھے۔

سر پہلے ڈیلنگز بلال سر اور دانیال سر کرتے تھے اور کمپنی کو بہت "

فائدہ ہو رہا تھا پر آپ نے جو نئے سر رکھے ہیں برا نا ماننے گا وہ کام

صحیح طرح نہیں کر رہے تھے اور جب ہم نے ان کی اصلاح کرنی چاہی

انہوں نے بد تمیزی کی اور ہمیں نوکری سے نکال دینے کی دھمکی دی اور

"ہم لوگ پھر خاموش ہو گئے۔"

مینجر ڈرتے ڈرتے راست گوئی سے بولا تھا۔

"کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟"

انہوں نے باقی سٹاف سے کنفرم کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"لیں سر۔۔"

ان کے ذہن میں بابا جی کے الفاظ گونج رہے تھے۔

ریاض تم میرے بیٹوں کی طرح نہیں میرے بیٹے ہی ہو ابھی تم ذہنی طور پر کافی پریشان ہو اتنا بڑا صدمہ لگا ہے تمہیں کچھ دن تم گھر میں آرام کرو کاروبار کی فکر نا کرو وہ میں دیکھ لوں گا۔

اور انہوں نے بھروسہ کر لیا تھا۔

سب لوگ ڈرتے ڈرتے وہ سب بتانے لگے تھے جو ریاض احمد کی غیر

موجودگی میں ان کے آفس ہوتا رہا تھا۔ وہ ان سب کی باتیں سن کر

پریشان ہو گئے تھے۔ بابا جی نے تو مجھے بے فکر ہو جانے کو کہا تھا کہ

کمپنی کے کام وہ دیکھ لیں گیں پر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔۔ ان کا سر

چکڑایا تھا۔

"اف بابا جی کے پاس جا کر ہی پتا چلے گا"

کچھ سوچ کر انہوں نے اپنی گاڑی کی چابی اٹھائی تھی۔۔۔۔

انہوں نے آج گاڑی بابا جی کے آستانے کے تھوڑا دور کھڑی کی تھی۔ ہمیشہ بابا جی ان کے لیے سب لوگوں کو واپس بھیج دیا کرتے تھے ان کو بابا جی کا یہ عمل ہرگز پسند نہیں تھا۔ اس کے پیچھے ان کے لیے بابا جی کا بے پناہ پیار تھا وہ تو آج تک یہ سمجھتے رہے تھے کہ بعض اوقات حقیقت ہمیں نظر نہیں آ رہی ہوتی۔ اس لیے انہوں نے سوچا کہ آج گاڑی باہر کھڑی کر دیں کسی کو ان کی آمد کے بارے میں علم نہیں ہو گا۔ جب وہ بابا جی کے حجرے کے قریب پہنچے تو خلاف توقع آج کوئی بھی وہاں نہیں تھا اس پاس مکمل سناٹا تھا۔ بس ایسے خاموش ماحول میں بابا جی کے قہقہوں کی آواز گونج رہی تھی جو ان کے حجرے سے باہر بھی آ رہی تھی۔ انہیں زور کا جھٹکا لگا تھا۔ وہ بابا جی جو ہلکا سا مسکرایا بھی نہیں کرتے تھے آج ان کے ہی فلک شکاف قہقہے گونج

رہے تھے۔ تجسس کی وجہ سے وہ ذرا ان کے حجرے کے قریب گئے تھے اب انہیں اندر موجود لوگوں کی آواز بالکل واضح سنائی دے رہی تھی۔

بابا جی کیا واقعی آپ نے اس ٹارگٹ کلر کو ریاض احمد کی ہدایت کے "برعکس کام کرنے کے ایکسٹرا پیسے دیے تھے؟ کسی شخص نے صدمے سے پوچھا تھا۔

ہاں اور یہی نہیں میں نے ہی تو خورشید کو ریاض کے آفس بھیجا تھا وہ "بیوقوف آدمی سمجھ رہا ہو گا کہ میں اس کے آفس کی ترقی کا خواہشمند ہوں مگر اسے کیا معلوم وہ آفس کی ڈیلنگز کے بہانے سارے پیسے مجھے دے جاتا ہے۔ اب تک تو ہم نے کتنے کروڑ اڑا بھی لئے ہیں۔ وہ اب بھی نہیں جان پائے گا کون اس کے ساتھ مخلص ہے اور کون نہیں۔۔۔ اسی وجہ سے تو اس نے اپنے سب اپنوں کو کھو دیا یہاں تک کہ اس کی اپنی وجہ سے اس کے بیٹے بھی چل بسے اور اب وہ اسی غم میں مبتلا رہے گا اور ہماری بھی عیش ہوتی رہے گی۔ اتنی محنت اس پر ایسے ہی "نہیں کی تھی میں نے

بابا جی کے الفاظ سن کر ان کے لئے اپنے قدموں پر کھڑا رہنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ لڑکھڑاتے ہوئے وہ اپنی گاڑی تک پہنچے تھے۔ یہ تھا وہ شخص جس کے لیے انہوں نے سب کو کھو دیا تھا۔ یہ تھا وہ انسان جس کی وہ بجد عزت کیا کرتا تھا اور یہاں تک کے اس شخص کو اس نے خدا کے برابر تصور کر لیا مگر یہی تو حماقت تھی۔ جب اللہ خود قرآن پاک میں متعدد مقامات میں فرماتا ہے کہ اس کا کوئی شریک ہے ہی نہیں تو پھر انسان کیسے گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس کی سب سے اہم اور بڑی وجہ یہی ہے کہ ہم قرآن نہیں پڑھتے ہم خدا تعالیٰ کی کتاب کھول کر دیکھتے ہی نہیں کے اس نے ہمیں کون کونسے احکامات دیے ہیں اور کن باتوں سے منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ اخلاص میں فرماتے ہیں۔

کہہ دیجئے اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نا وہ کسی سے پیدا ہوا " ہے نا اس سے کوئی پیدا ہوا ہے۔ اور اس کا کوئی ہم پلہ نہیں ہے۔ پھر بھی لوگ اتنی آسانی سے کیسے مشرک لوگوں کی بات میں آ جاتے ہیں۔ انسان غلطیوں کا پتلا ضرور ہے۔ مگر ایک ہی غلطی بار بار کرتا

رہے تو وہ اس کی حماقت ہوتی ہے۔ اور یہ شرک کرنا کوئی معمولی غلطی نہیں ہے یہ گناہ ہے اور گناہوں کی فہرست میں سب سے کبیرہ گناہ یہی ہے۔ نا جانے لوگ کس گمان میں رہتے ہیں کہ یہ بخش دے جائیں گیں؟؟ ایسے لوگ جو دنیا کی رنگینیوں میں کھو کر درپے در گناہ کیے جاتے ہیں خصوصاً وہ جو مشرک ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اللہ شرک کرنے والے کو معاف نہیں کرتا اس کے علاوہ جسے چاہے"
"گا معاف کر دے گا"

پر سچے دل سے کی گئی توبہ انسان کو معاف کروا ہی دیتی ہے رب تو کہتا ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر بھاری ہے تو لوگ کیوں نہیں اس سے اس کی رحمت کی بھیک مانگتے۔۔ کیوں اس وقت اپنی عقل کو ہاتھ مارتے ہیں جب توبہ کا دروازہ ان پر بند کر دیا جاتا ہے۔ اپنے کے گئے سارے اعمال پر آج وہ تھے دل سے شرمندہ تھے۔ ابھی وہ یہیں سوچوں میں ڈوبے تھے کہ یکا یک پولیس کی دو تین گاڑیاں انہی کی جانب آتی دکھائی دیں تھیں۔ وہ حیرت سے ان گاڑیوں کو تک

رہے تھے۔ بابا جی کا آستانہ ایک سنسان سے علاقے میں تھا جہاں صرف اس کے عقیدت ماند ہی آتے تھے پر آج پولیس کی یہاں آمد پر وہ حیرت کا مجسمہ بنے کھڑے تھے۔ اب پولیس والے گاڑیوں سے نکل کر بہت احتیاط سے آستانے کی جانب بڑھ رہے تھے۔ وہ ان کی کاروائی دیکھ کر دل میں آنے والے خیالات کو جھٹکا رہے تھے۔ کچھ لمحات بعد ہی بابا جی بھاگتے ہوئے ان کی جانب آ رہے تھے۔ ان کے پیچھے ہی پولیس کے آفیسرز ہاتھوں میں گن پکڑے ان کا نشانہ لیتے ہوئے آ رہے تھے پیچھے بابا جی کے تمام ماتحت پولیس کے باقی آدمیوں کے ہمرا آ رہے تھے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔ بابا جی بھاگتے ہوئے ایک دم سے ریاض کے پیچھے چھپے تھے۔

ریاض تم مجھے بچا لو انہیں کچھ رقم دے دو مگر مہربانی کرو مجھ پر اپنے "بابا جی کو بچا لو یا اللہ مجھے معاف کر دے مجھے بچالے۔"

وہ خوف سے بول رہے تھے ان کی آواز کی لرزش واضح محسوس کی جا سکتی تھی۔ وہ شخص جو خود کو خدا کے برابر تسلیم کرواتا تھا آج جب اس کی اپنی جان خطرے میں تھی تو اسی رب سے مدد کی پکار کر رہا

تھا۔ اگر وہ اتنا ہی طاقتور تھا جیسے دوسروں کے سامنے اپنے آپ کو ان کا داتا کہلاتا تھا تو آج اس کی وہ طاقت اس کے کام کیوں نہیں آ رہی تھی وہ تنہا اور بے بس کیوں تھا؟؟

"بات کیا ہے انسپٹر؟"

وہ سنجیدگی سے اس آفت کی وجہ پوچھنے لگے۔
یہ شخص اپنے گروہ کے ساتھ مل کر معصوم اور امیر لوگوں کو بیوقوف بناتا ہے اور ان کی جائیداد ضبط کر لیتا ہے اور ان کے آفس میں بھی قبضہ کر لیتا ہے اور جب وہ نادان حقیقت جان لیتا ہے تو پھر شہر سے ہی غائب ہو جاتا ہے۔ کتنے ہی مہینوں سے ہم اسے تلاش رہے ہیں۔
"فائنلی آج یہ ہاتھ لگ ہی گیا۔"

وہ ان پر کئی انکشاف کر رہے تھے انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کس قسم کا اظہار کریں۔۔ ان کے چہرے پر کئی سائے آ کر گزرے تھے۔
انسپٹر نے ان کی شخصیت کے رعب اور دھیمے پن کی وجہ سے انہیں بابا جی کا ماتحت نہیں سمجھا تھا نہیں تو آج وہ بھی ان جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہوتے جو بابا جی کا مقدر بننے جا رہا تھا۔

"پر یہ تو۔۔۔"

ان کے الفاظ ہی نہیں نکل رہے تھے یا پھر شاید ایک مشرک شخص اور مشرک بنا دینے والے شخص کے لیے صحیح الفاظ کا منتخب کرنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔

"جی کہیں آپ بھی تو ان کے مرشد نہیں؟"

افسر نے انہیں مشکوک نگاہوں سے دیکھا تھا۔ ان دونوں کو محو گفتگو دیکھ کر بابا جی فرار ہونے کی کوششوں میں تھے۔ جسے اس افسر کی گہری آنکھیں دیکھ چکی تھیں۔ انہوں نے فوراً ریاض صاحب کو جھکنے کو کہا تھا وہ بغیر کوئی سوال کیے نیچے کی جانب جھکے تھے اور پولیس افسر نے یکے بعد دیگرے فائر کیے تھے۔ بابا جی زمین پر ڈھے گئے تھے۔ ساری زمین لہو لہو ہو رہی تھی۔ ریاض احمد یہ سارا منظر دیکھ کر شش و پنج میں مبتلا تھے۔ جو دوسروں کی زندگیاں لمبی کرنے کا دعوہ کیا کرتا تھا آج خود موت کا شکار ہوا تھا۔ بہت سی حقیقتیں انہیں سمجھ آئیں تھیں۔ مگر اب پچھتاوے کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں تھا۔ پولیس کی گاڑیاں ایک ایک کر کے نکلنے لگی تھیں۔ ایمبولینس بھی بلوائی گئی تھی۔

بابا کی لاش کو بھی لے جایا گیا تھا۔ وہاں اگر کوئی رہ گیا تھا تو وہ تھے اور ان کے لا تعداد غم اور پچھتاوے۔ اولاد کھو دینے کا دکھ۔۔ بہن سے بچھڑ جانے کا ملال۔۔ پوتے کو باہر بھیج دینے کی اداسی اور پوتی جن کی انہیں شکل دیکھنا تک بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ "پوتی"۔۔ ان نے ذہن میں جھماکہ ہوا تھا۔ میری پوتی بس بہت ہو گیا جتنی غلطیاں اور گناہ کرنے تھے کر لیے اب اور نہیں انہوں نے گاڑی جمیلہ کے گھر کی طرف بھگانی شروع کی تھی۔ مگر افسوس جمیلہ کا دروازہ کھٹکھٹانے پر انہیں معلوم ہوا کہ وہ گھر کرائے پر دے چکی ہیں اور اب وہ کہاں گئیں ہیں کسی کو کچھ خبر نہیں۔ ایک بار پھر شکستہ قدم وہ لوٹے تھے۔ گھر آ کر نجانے کتنے برس بعد انہوں نے وضو کیا تھا جائے نماز بچھاتے ہوئے ملال اور رنج تھا جو ان کے چہرے پر رقم تھا۔ کئی سالوں بعد اللہ نے انہیں سجدہ کرنے کی توفیق دی تھی۔ سجدے کی حالات میں نا جانے وہ کتنی دیر رب کے حضور روتے رہے تھے۔ توبہ کرتے رہے تھے اپنی گزشتہ زندگی کے گناہوں کی توبہ کرتے رہے تھے۔ انہوں نے آج سب کچھ کھو دیا تھا سب اپنے بچھڑ گئے تھے۔ باقی رہا تھا تو وہ

خدا جو تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔۔۔ کون ہے جو اس کا مقابلہ کر سکتا ہے۔۔۔ وہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔۔۔ انہوں نے کئی معاملات میں خود کی اصلاح کر لی تھی۔ اب باقاعدگی سے نماز پڑھنے لگے تھے مسجدوں کے لیے کثیر رقم دینا اور یتیموں کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھنا ان کی روز کی زندگی کا معمول بن گیا تھا۔ آفس کو بھی خود دیکھنے لگے تھے۔ ان کا بزنس اب بہت ترقی کر رہا تھا اپنے پرانے یادوں سے بھرے گھر میں ان کے لیے رہنا آسان کام نہیں تھا اس لیے انہوں نے ایک نیا بنگلہ خرید لیا تھا۔ اب زندگی تھوڑی پرسکون ہو گئی تھی۔ زیان کی پڑھائی مکمل ہوتے ہی انہوں نے اسے اپنے پاس بلا لیا تھا وہ بھی ان سے کھنچا کھنچا سا رہتا تھا پر یہ ان کے لیے تکلیف دہ ضرور تھا مگر ان کا آخری سہارا تھا۔ ان کا اپنا خون ان کا واحد اپنا وہ اس کو اس کے تمام رویوں سمیت بہت محبت کرتے تھے۔ عنایہ کو پہلے دن آفس میں دیکھ کر انہیں کچھ کھویا ہوا پالینے کا احساس ہوا تھا مگر انہوں نے اس احساس کو دل کی خوشنہمی کا نام دے دیا۔۔۔ پر وقت گزرتا گیا اور وہ حجابی لڑکی ان کے دل کے بہت قریب ہوتی گئی۔۔۔ پھر دبئی میٹنگ

میں کامیابی کی خوشی میں ان کے گھر وہ مدعو تھی۔ انہیں اس لڑکی کو پہلی دفع گھر بلانے کی بہت خوشی تھی مگر وہ دن شاید انکشافات کا دن تھا۔ وہ دن سب کے لیے ایک بڑا شاک اپنے ساتھ لایا تھا۔

جمیلہ بیگم کے لیے اس گھر میں رہنا اب بہت مشکل ہو گیا تھا۔ اس گھر میں انہوں نے اتنی خوشیاں دیکھی تھیں اب وہاں رہنا ان کے لیے محال تھا۔ انہوں نے عنایہ کو لے کر شہر کے پاس ایک گاؤں میں رہائش گاہ کا بندوبست کر لیا تھا اپنے گھر کو کرائے پر دے دیا تھا جس سے ان کے گھر کا نظام چل جایا کرتا تھا۔ باقی کے اخراجات وہ چھوٹی موٹی نوکری کر کے پورے کیا کرتی تھیں۔ عنایہ کی تعلیم انہوں نے بہت محنت کر کے پوری کروائی تھی۔ تعلیم کے مکمل ہونے پر ان کا گزارا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ عنایہ بہت پر اعتماد لڑکی تھی۔ عنایہ کے ہی ضد کرنے پر انہیں دوبارہ اسی شہر میں آنا پڑا تھا جہاں ان کا بھائی بھی رہتا تھا۔ وہ ان کی اولاد نہیں تھی پر اولاد سے کم بھی نہیں تھی

اولاد کی ضد کے آگے ماں باپ ہار ہی جاتے ہیں۔ وہ عنایہ کی خوشی کے لیے شہر واپس آئیں اپنے گھر میں رہنا شروع کیا جہاں بہت سی خوش گوار یادیں تھیں۔ پر آخری یاد ان کے لیے بالکل بھی خوشگوار نہیں تھی۔ پھر گھر کے اور انکے اپنے اخراجات اٹھانا اب بہت مشکل ہو گیا تھا وہ اب بوڑھی ہو گئیں تھیں اور کوئی کام نہیں کر سکتی تھیں۔ عنایہ کے بے جا زور لگانے پر انہوں نے اسے نوکری کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ پھر وہ دن آیا جب وہ پہلی دفع زیان کے ساتھ ان کی سالگرہ میں آئی تھی۔ زیان کو دیکھ کر انہیں لگا ان کا ضبط ٹوٹ جائے گا انہیں بار بار یہی احساس ہوتا رہا تھا جیسے وہ ان کا اپنا نواسہ ہو۔۔۔ خونی رشتوں میں بہت کشش ہوتی ہے۔ وہ آپ کو اپنی جانب کھینچتے ہیں۔ پر انہوں نے اپنے دل کو سمجھا لیا تھا۔۔ اور ایک بار پھر سے ساری توجہ عنایہ پر کر لی تھی۔

ان کے گھر کے ساتھ ان کی پرانی دوست ان کی واپسی تک وہیں مقیم تھی۔۔ وہ اکثر وقت گزاری کے لیے وہاں چلی جاتی تھیں وہ ان کی

دوست کم اور بہن زیادہ بن گئی تھیں۔ عنایہ نے تو ان کو واقعی اپنی نانی ماں کی صحیح والی بہن سمجھ لیا تھا۔

حال (PRESENT TIME)

وہ سب گنگ بیٹھے تھے۔ آنکھیں اشکبار تھیں۔ زبان کو تو جیسے تالے لگ چکے تھے۔ وہ آج تک جیسا سمجھتے رہے تھے ویسا نہیں تھا۔ اب بس تم دونوں سے گزارش ہے کہ مجھے معاف کر دو میں اب "مزید کسی کو کھو دینے کا حوصلہ نہیں رکھتا" ریاض صاحب ان دونوں کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے بولے تھے۔ "سر یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

عنایہ جلدی سے صوفے سے اٹھ کر ان کے قدموں میں بیٹھی تھی زیان نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا تھا جس کے ماں باپ اس کے اپنے دادا کی وجہ سے انتقال کر گئے رہے تھے آج اسی شخص کو معافی مانگنے سے بھی منع کر رہی تھی۔ وہ تو پھر بھی ماں باپ کی گود میں

کھیلا تھا ان سے لاڈ اٹھوائے تھے۔ اور مریم نے بھی تو اسے کم پیار سے نہیں پالا تھا۔ پر عنایہ نے تو ساری عمر نانی ماں سے پرورش پائی تھی۔ ماں باپ کا چہرہ دیکھنا بھی اسے نصیب نہیں ہوا تھا۔ یہ سب دیکھ کر اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تھا۔

عنایہ کیا کر رہی ہو تم ایسے شخص کے لیے رحم کے جذبات رکھتی ہو"!! جس نے ہمارے ماں باپ کو ہمیشہ کے لیے ہم سے دور کر دیا وہ غم و غصے سے بولا تھا۔

"عنایہ تم اس کو معاف نہیں کرو گی چلو اپنے گھر چلیں"

جمیلہ بیگم نے لاؤنج میں قدم رکھتے ہی حتمی فیصلہ سنایا تھا۔ ان کی سب نے مڑ کے دیکھا تھا ریاض تو ان سے نظریں نہیں ملا پارہے تھے۔

آپا جان "وہ چہرہ جھکائے بولے تھے۔"

مت کہو تم مجھے آپا جان۔۔ آج سے بیس سال پہلے میں نے تم سے"

"اپنے سارے رشتے ختم کر دیے تھے وہ مضبوط لہجے میں بولی تھیں۔"

آپا جان پر کہہ دینے سے رشتے اور تعلق ختم تو نہیں ہو جایا کرتے " نا۔ مہربانی کریں مجھ پر مجھے معاف کر دیں۔۔ مجھ سے بہت سے گناہ ہوئے ہیں میں نے توبہ کر لی ہے مجھے آپ بھی معاف کر دیں۔۔ میرا آپ کے اور ان بچوں کے سوا اب کوئی نہیں رہا۔۔ بیس سالوں سے میں آپ دونوں کو ڈھونڈ رہا ہوں پر مجھے ہمیشہ ناکامی ہوئی۔ شاید ہمارا ملنا یوں لکھا تھا۔۔ آپا جان پلیز مجھے معاف کر دیں ایک موقع دے کر "تو دیکھیں

وہ ان کے قدموں میں گڑے تھے۔۔ رو رہے تھے بلک رہے تھے۔۔ وہ چاروں حیرت کا مجسمہ بنے کھڑے تھے جو ریاض آفس میں اتنی متاثر کن شخصیت رکھتے تھے آج بڑی بہن کے قدموں میں بیٹھے ہاتھ جوڑتے ہوئے ان سے معافی مانگ رہے تھے۔ جمیلہ نے خود کو کمزور پڑتا ہوا محسوس کیا تھا جو وہ نہیں چاہتی تھیں۔

نانی ماں دیکھیں میری بات سنیں جو ہونا تھا وہ ہو چکا نا۔ اور اللہ نے " جو ہماری قسمت میں ہمارے لیے لکھ دیا ہے وہ تو ہو کر ہی رہنا ہے چاہے اس کا وسیلہ کوئی بھی شخص بنے۔ سر نے ہمارے ماں باپ کو مارا

نہیں ہے ان کی موت لکھ دی گئی تھی اور بس یہ وسیلہ تھے۔۔ آپ
"پلیز انہیں معاف کر دیں

وہ ان کے قریب آ کر انہیں پیار سے سمجھا رہی تھی۔

تم اتنی آسانی سے کیسے کہہ سکتی ہو یہ سب تم نے بھی تو اپنے ماں
باپ کھوئے ہیں۔۔ کیا تمہیں سچ سن کر ان پر ذرا بھی غصہ نہیں
"آیا؟؟"

وہ اس کی خلاف توقع بات سن کر بولی تھیں۔

پر نانی ماں آپ سب یہ بھی تو دیکھیں نا کہ جس بات پر آپ لوگ
آج تک یوں ایک دوسرے سے دور رہے ہیں اس بات کو بیس سال
گزر چکے ہیں۔۔ اللہ نے ان سب کی موت یونہی لکھ دی گئی تھی کیا
"اس سب میں ہم کچھ کر سکتے ہیں؟؟"

"عنا یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے"

زیان سنجیدگی سے بولا تھا۔۔

لیکن جس بات کی ناہم اصلاح کر سکتے ہیں ناہم وقت پیچھے جا کر
صحیح کر سکتے ہیں اس بات پر افسوس کرنے یا لڑنے جھگڑنے کا کوئی

فائدہ۔۔؟؟ دیکھیں آج اتنے سالوں بعد اگر ہم ملے ہیں تو اس عمل کے پیچھے چھپی اللہ کی حکمت جاننے کی کوشش کریں۔۔ اب ہم ساتھ رہ سکتے ہیں۔ جو اب صحیح ہو ہی نہیں سکتا اس پر کیسا افسوس یا کیسا غصہ۔۔ ہم سب اللہ کے نظام میں زندگی گزارنے کے پابند ہیں اپنی مرضی سے کچھ بھی نہیں کر سکتے اللہ کے سامنے ہم سب بے بس ہیں۔۔ بس جو ہوا سو ہوا اسے اللہ کی رضا سمجھ کر قبول کر لیں۔ ان کی موت یونہی ہونا لکھی تھی

وہ بڑے پیار اور نرمی سے سب کو اپنی بات سمجھا رہی تھی۔

"عنا یہ تمہاری سب باتیں ٹھیک ہیں مگر۔۔"

جمیلہ بولی تھیں۔

مگر کیا پیاری نانی ماں؟؟ دیکھیں اگر اللہ نے آج بیس سال بعد سب "

اپنوں کو اکھٹا کیا ہے تو آپ کیوں گریز کر رہے ہیں۔۔ ہمیں اب ممتا

اور شفقت دونوں ساتھ مل رہی ہیں تو کیوں یہ سنہری موقع گنوائیں

"کیوں زیان؟"

زیان نے ہلکا سا مسکرا کر اس پیاری لڑکی کو دیکھا تھا۔ وہ اس کی باتوں سے قائل ہو گیا تھا بلکہ وہاں موجود سب ہی دل سے اس کی باتوں کے قائل ہوئے تھے۔

"چلیں صلح کریں بھئی ملائیں ہاتھ"

وہ آنسو صاف کرتے ہوئے مسکرا کر بولی تھی۔ سب کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

"ریاض"

جمیلہ نے دھیرے سے انہیں پکارا تھا

"آپا جان مجھے معاف کر دیں"

وہ پھر روتے ہوئے بولے تھے۔

"میں نے تمہیں معاف کیا خدا کی رضا کے لیے"

انہوں نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تھا۔

"آپا جان"

وہ اٹھ کر انہیں حیرت سے دیکھنے لگے تھے۔

"ہاں ریاض میں نے تمہیں معاف کیا میرے بھائی"

وہ ہچکیاں لیتے ہوئے بولی تھیں۔۔

"آپا جان"

ریاض سے شدتِ جذبات سے انہیں اپنے ہانہوں میں لیا تھا۔ سب یہ منظر دیکھ کر مسکرا اٹھے تھے۔ آنکھیں سب کی رونے سے سرخ ہو رہی تھیں۔۔ زیان نے مسکرا کر عنایہ کو دیکھا تھا جس کی وجہ سے آج سب پھر سے ایک ہو گئے تھے نہیں تو کیا پتا تھا کہ یہ صلح کبھی نا ہوتی اور دو بہن بھائی اگلے بیس سال تک ایک دوسرے سے ملتے ہی نا۔۔۔ ذرا سی بات پر آج کل گہرے تعلقات ختم کر دیے جاتے ہیں۔ اگر انہیں عقلمندی سے حل کر لیا جائے تو کبھی کوئی اپنے دور نا ہوں پر دماغ کے بجائے دل سے فیصلہ کرنے والوں کو کون سمجھائے پر یہ بھی سچ ہے کہ دل سے کیے گئے فیصلے بھی اکثر بہت سی خوشیوں کا سبب بنتے ہیں۔۔۔

"السلام علیکم"

زیان نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہی سلام پیش کیا تھا۔
 وعلیکم سلام میرے بچے بلکل ٹائم پر آئے ہو۔ جس وقت کا کہا تھا"
 "عین اس وقت ہی۔۔ تم بلکل اپنے باپ کی طرح وقت کے پابند ہو
 جمیلہ بیگم نے پیار سے اس کی پیشانی چومی تھی۔

"دیکھ لیں میں بلکل بابا جیسا ہوں"

ہاں وہ تو ہے بیٹا "وہ مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔"

"نانی ماں مجھے لگتا ہے میری طبیعت ٹھیک نہیں"

عناویہ نے لاؤنج میں قدم رکھتے ہی کہا تھا اس نے زیان کو بلکل نظر

انداز کیا تھا اور اسے سلام تک نہیں کیا تھا۔

"خیریت ہے بیٹا؟؟ رات تک تو ٹھیک تھی۔"

ان کے لہجے میں تشویش تھی زیان بھی اسی کی طرف متوجہ تھا جس

نے ڈھیلا سا حجاب کیا ہوا تھا مگر اس ڈھیلے سے حجاب میں بھی وہ پوری

طرح سے چھپی ہوئی تھی۔

"جی لاؤنج میں جن نظر آ رہا ہے"

اس نے شرارت سے زیان کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اس کی شرارت سمجھ کر جمیلہ ہنس پڑی تھیں جبکہ زیان نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

محترمہ آنکھیں کھول کر دیکھیں۔ اتنی وجیہہ شخصیت کو تم جن کہہ "رہی ہو لگتا ہے رات بھر جاگتی رہی ہو نیند نہیں پوری ہوئی تمہاری زیان نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

کیا کہا تم نے تم اور وجیہہ شخصیت۔ لگتا ہے تم نے بھی منہ نہیں "دھویا آج اس لیے ہوش نہیں قائم عنایہ نے جتاتے ہوئے مسکرا کر کہا تھا۔

ہاں دیکھ لو منہ نہیں دھویا پھر بھی چڑیلیں آس پاس منڈلاتی رہتی "ہیں

عنایہ اس کا اشارہ بخوبی سمجھ چکی تھی۔

"نانی ماں دیکھ لیں یہ مجھے چڑیل کہہ رہا ہے"

اس نے نانی ماں کی عدالت میں شکایت دی تھی۔

"شروعات کس نے کی تھی؟"

زیان نے اسے گھورا تھا۔ بدلے میں عنایہ نے بھی اسے گھور کر دیکھا
تھا

"بس کرو دونوں۔ چلو ناشتہ بناؤ عنایہ آج میرا بیٹا بھی یہیں کرے گا"

جمیلہ نے پیار سے زیان کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"پر نانی ماں میں اس کے لیے کیوں بناؤں بھلا؟"

وہ منہ پھولائے کہہ رہی تھی۔ ایسے کہتے ہوئے زیان کو وہ بہت معصوم
اور پیاری لگی تھی۔

"بیٹا بنا دو نا کوئی بات نہیں"

"اچھا پھر پہلے زرشی کو آنے دیں نا جانے کہاں رہ گئی ہے وہ"

عنایہ نے اکتاتے ہوئے کہا تھا وہ کب سے اسی کی منتظر تھی زرشالا کا

گھر اس کے گھر کے قریب ہی واقع تھا اس لیے پانچ منٹ کی واک

سے وہ پہنچ جایا کرتی تھی پر آج نا جانے ابھی تک نہیں پہنچی تھی۔

"السلام علیکم نانی ماں سوری میں تھوڑا لیٹ ہو گئی"

وہ تقریباً بھاگتے ہوئے آئی تھی اور آکر اس نے گھر کا دروازہ یوں بند

کیا تھا جیسے اس کے پیچھے خطرناک جانور پڑے ہوں۔۔

"آرام سے بیٹا کیا ہو گیا ہے"

نانی ماں تو پریشان ہی ہو گئیں تھیں۔

"سوری عنایہ میں تھوڑا لیٹ ہو گئی"

اس نے آگے بڑھ کے عنایہ کو پیچھے سے گلے لگایا تھا۔

"تھوڑا؟؟؟"

عنایہ نے تھوڑا پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں تھوڑے سے کم"

وہ ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"کیا بات ہے آج بڑے بڑے لوگ بھی یہاں موجود ہیں"

زیان پر اس کی نظر اب پڑی تھی۔

"ویسے میں چھوٹا ہی ہوں ہاں تم سے مقابلہ کیا جائے تو بڑا ہی ہوں۔"

زیان نے مسکراتے ہوئے زرشالا کے چھوٹے قد پر چوٹ کی تھی جو

عین نشانے پر جا لگی تھی۔ اس کی بات پر جمیلہ اور عنایہ بھی ہنس پڑی

تھیں۔

"زیان میں تمہیں چھوڑوں گی نہیں"

وہ غصے سے اس کی جانب بڑھی تھی۔

"اوائے میرے گھر مار کٹائی نہیں!! آئی سمجھ؟؟"

عناویہ ان دونوں کو شہادت کی انگلی دکھاتے وارن کرتی ہوئی بولی تھی۔

"تم کبھی معصوم دوست کا ساتھ نا دینا"

وہ منہ بناتے ہوئے بولی تھی۔ اسی لمحے دروازہ بجا تھا۔

"زرشی ذرا دیکھنا بیٹا"

نانی ماں نے کہا تھا

"جی اچھا"

وہ عنایہ کی کلاس بعد میں لینے کا سوچ کر دروازے کی جانب بڑھی تھی۔

"کون"

اس نے اندر سے ہی پوچھا تھا۔

"دودھ والا"

ایک جانی پہچانی آواز آئی تھی۔ اس نے دروازہ کھولا تو سفیان صاحب

مسکراتے ہوئے کھڑے تھے۔

"آج کھلے نہیں ہیں کل آ جانا"

وہ سنجیدگی سے کہتی دروازہ بند کرنے لگی تھی۔

"زرشی کیا کر رہی ہو میں ہوں سفیان"

وہ جلدی سے اس کی کاروائی روکتے ہوئے بولا تھا۔

"ابھی تو تم نے کہا تم دودھ والے ہو"

وہ اسے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ پیچھے باقی تینوں کا

ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا تھا۔

"افو تم پیچھے ہٹو"

"کیوں ہٹوں؟"

وہ اپنے نیچے والے لب کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے بولی تھی۔

سفیان نے اسے ایسے دیکھا تھا جیسے ابھی اس لڑکی کو کچا چبا جائے گا

جسے وہ نادانی میں اپنا دل دے بیٹھا تھا۔

"زرشی پلینز"

وہ منتوں پر اتر آیا تھا اس کی شرارت اسی پر مہنگی پر گئی تھی۔

"عناہ دیکھی لانا دودھ لے لیں"

"اس نے پیچھے بیٹھی عنایہ کو آواز لگائی تھی۔" زرشہ

وہ اب کی بار اس کے نام پے زور دیتے ہوئے بولا تھا۔

"چلو بیٹا بس کرو آنے دو اسے"

جمیلہ بیگم مسکراہٹ روکتیں سنجیدگی سے کہہ رہی تھیں۔ ہنستے رہنے سے ان تینوں کے چہرے سرخ ہو رہے تھے۔ وہ ان کے کہنے پر پیچھے ہو گئی

تھی اور سفیان کو راستہ دیا تھا سفیان نے اسے اندر آتے ہوئے منہ

چڑایا تھا جس پر زرشہ نے بھی اسی جواباً منہ چڑا کر بدلہ پورا کیا تھا وہ

سب آج نانی ماں کے کہنے پر ناشتے میں مدعو تھے۔ ریاض صاحب نے

جمیلہ بیگم کو ان کے اپنے بنگلے میں رک جانے پر بہت زور لگایا تھا

لیکن انہوں نے اپنے گھر ہی رہنا پسند کیا تھا۔

معافی تلافی والی بات کو بھی اب کئی دن گزر چکے تھے زندگی اب

معمول پر آگئی تھی۔ سب پہلے کی طرح پیار سے مل جل کر رہنے لگے

تھے۔

"عنایہ"

"زرشتی میں اب اور پراٹھا نہیں بنا رہی"

وہ اس کی طرف مڑے بغیر بولی تھی۔

"تمہیں کیسے پتا زیان کو ایک اور پراٹھا چاہیے؟"

وہ ہنستے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

کیوں کے وہ دونوں بندر سمجھ رہے ہیں کے کسی کی شادی پر آئے ہیں۔۔ نہیں ملنے والا اس کو اب پراٹھا اس کو کہہ دو اور یہ لو اپنا لے

"جاؤ"

عنایہ نے چولہے کی آنچ کم کرتے ہوئے اس کے ہاتھ میں پراٹھے والی پلیٹ پکڑائی تھی۔

کیوں نہیں ملنا بھئی؟ نانی ماں نے خاص طور پر ہم دونوں بھائیوں کو"

"انوائٹ کیا ہے چلو جلدی بناؤ"

زیان اور سفیان نے اکٹھے کچن میں آتے ہوئے کہا تھا۔

کیوں کہ بس ہو گئی ہے میری۔ اتنے پراٹھے کھا کھا کر موٹے ہو" جاؤ گے تم دونوں۔ اب نہیں ملنے والا کسی کو اب میری باری ہے ناشتے کی

وہ ان کی جانب مڑ کے کمر پر دونوں ہاتھ جمائے سختی سے انہیں حکم سنا رہی تھی۔

ویسے زیان سہی کہتے ہیں مصیبت کے وقت گدھے کو بھی باپ بنانا" پڑتا ہے تم نے تو پھر پراٹھے کے لیے سفیان کو بھائی بنا لیا وہ اس کو کہہ کر باہر بھاگ گئی تھی۔

"رکو ذرا میں پہلے اس کو دیکھ لوں زیان تو اپنی والی سمبھال" وہ زیان کے کندھے پر ہاتھ رکھتا کہہ کر زیان کی جوابی کاروائی سے بچتے ہوئے باہر بھاگ گیا تھا۔

"کیا کہا ہے اس موٹے نے ہاں؟"

وہ غصے سے اس کو گھور رہی تھی۔ زیان نے اس وقت خود کو کوسا تھا جب وہ سفیان کو لے کر کچن میں آیا تھا۔ دل میں سفیان کو ہزار گالیاں دے کر وہ سر کھجاتے ہوئے بولا تھا۔

اب مجھے کیا پتا کیا کہا ہے کیوں کہا ہے اسی سے پوچھو۔۔ مجھے تو"
"ناشتہ دے دو

اس نے بات بدلنی چاہی تھی۔

"کوئی نہیں ملنے والا ناشتہ اب بس بھی کرو کتنا کھاؤ گے موٹے"
عناہ نے موٹے پر زور دیتے ہوئے کہا تھا اور ساتھ ہی اپنی بے ساختہ
اٹڈ آنے والی ہنسی دبائی تھی۔

"تم نے مجھے موٹا کس خوشی میں کہا ہے ہاں؟"

وہ اس کے قریب آیا تھا۔

بس بندے کو ہر وقت خوش رہنا چاہیے نا اس لیے خوشی میں اکثر سچ"
"کہتی رہتی ہوں

عناہ کا موڈ اسے مزید چڑانے کا تھا۔

"عناہ کی بچی باز آ جاؤ تم"

وہ دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔

"سوری نو چانس"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی۔ وہ بھی مسکرایا تھا۔ اس سے پہلے کے اسکی دلکش ہنسی پھر سے زیان کو اپنے جادو میں جکڑ لیتی وہ آگے بڑھا تھا۔
"نکمی کہیں کی کچھ کرنا نہیں آتا تمہیں"

نکما کس کو کہا ہے تم نے یہ جو اتنا ہیوی ناشتہ کیا ہے اس کے بعد"
"بھی نکمی کہہ رہے ہو مجھے

وہ منہ پھلا کر بولی تھی۔ اس کی یہی ادا تو زیان کی جان لیتی تھی
نجانے وہ کیوں اب تک محبت جیسے خوبصورت احساس سے بے خبر تھا جو
اس کے دل کی دنیا میں کب سے اپنے قدم جما چکا تھا۔ اس وقت اس
نے ڈھیلا سا حجاب تھوڑا سیٹ کر لیا تھا اور اس کے چہرے پر جگہ جگہ
آٹا لگا ہوا تھا جس سے وہ اور بھی پیاری اور معصوم لگ رہی تھی۔
"میں نے بھی سچ ہی بولا ہے"

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مسکرا کر بولا تھا۔
ٹھیک ہے تو مسٹر زیان تم مجھے ناشتہ بنا کر دکھاؤ دوسرے کے کیے"
گئے کام پر بہت اعتراض ہے نا تمہیں چلو خود کو ناشتہ بنانے میں مجھ
"سے بہتر ثابت کر کے دکھاؤ"

وہ اسے چیلنج کرتے ہوئے بولی تھی۔

" چیلنج اکسیپٹڈ مگر تم میرے لیے دوسری نہیں ہو۔ "

اس نے ذومعنی بات کرتے ہوئے تھمبرز اپ کا سگنل دیا تھا۔ عنایہ نے اس کی دوسری بات کو اگنور کر کے اس کو جگہ دے کر پیچھے ہٹی تھی۔ مگر ناشتہ بناتے ہوئے وہ گہری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اگلے دس منٹ میں اس کی ٹیبل پر آملیٹ دو پراٹھے اور جوس کا گلاس رکھ دیا گیا تھا۔ وہ بہت جلدی جلدی کام نبٹالیا کرتا تھا۔ صفائی پسند ہونے کی وجہ سے ہر کام نفاست سے کرتا تھا۔ عنایہ اس کی دل سے متعرف تھی۔ وہ اس سے یہ توقع نہیں کر رہی تھی۔

"جی میڈم چھک کر بتائیں پاس ہوں یا۔؟"

زیان اس کے سامنے چٹکی بجا کر ہوش میں واپس لایا تھا۔ عنایہ ٹیبل کے پاس ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی تھی۔ انہوں نے اپنے کچن میں بھی ٹیبل اور دو کرسیاں رکھی ہوتی تھیں۔ دوسری کرسی پر اس کے ساتھ ہی زیان بھی بیٹھ چکا تھا۔ عنایہ نے پراٹھے کا ایک نوالہ توڑ کر منہ میں ڈالا تھا۔ اس نے ساری زندگی ایسا پراٹھا کبھی نہیں کھایا تھا۔ وہ پورے یقین

سے کہہ سکتی تھی کہ زیان لڑکا ہونے کے باوجود اس سے بہتر ناشتہ بنا سکتا تھا۔

امیزنگ۔۔ سیریلی میں تمہیں بھی کچن کے کام کے معاملے میں زرشہی " کی طرح کا سمجھ رہی تھی۔ پر تم تو مجھ سے بھی اچھا بنا لیتے ہو۔۔ " کمال ہے

اس نے دل سے اس کی تعریف کرتے ہوئے ایک ہے نوالہ توڑا تھا۔ زیان اس کی بات پر مسکرا دیا تھا۔ ہلکی بڑھی ہوئی شیو میں اس کی مسکراہٹ اور بھی جاذب لگ رہی تھی۔

دیکھا کہا تھا نا۔ ویسے تم سب لڑکیاں لڑکوں کو اتنا انڈر ایسٹیمیٹ " کیوں کرتی ہو؟ ہم کرنے پے آئیں نا تم لوگوں کے کام تم لوگوں سے " ہی بہت بہتر کر کے دکھائیں اس نے ہنس کر کہا تھا۔

وہ ہم اس لیے کرتے ہیں تاکہ تم لوگوں کا ہڈن ٹیلنٹ ابھر کر باہر " آجائے دیکھ لو ہم تو سب کا بھلا ہی سوچتے ہیں اس کی حاضر جوابی پر وہ مسکرا کر رہ گیا تھا۔

"ویسے زیان تمہاری وائف بہت لکی ہو گی۔۔ آئی ایم امپریسڈ "

وہ روانی میں دل میں آئی بات کہہ گئی تھی۔

"پر مجھے لگتا ہے میں زیادہ لکی ہوں گا"

وہ ناجانے کہاں کھویا کھویا سا مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ عنایا کو ایک عجیب احساس ہوا تھا اس لیے خود پر قابو پاتے ہوئے اس نے ٹاپک بدلنا ہی مناسب سمجھا تھا۔

اوہ ہیرو واپس آ جاؤ ویسے تمہیں اتنا بھی نہیں پتا ناشتہ چائے کے کپ "

"کے بغیر نامکمل ہوتا ہے

وہ اسے جتاتے ہوئے بولی تھی۔

چائے تو تم زیادہ اچھی بنا لیتی ہو۔ اب اتنا کم ہے کے میں زیان احمد "

"نے تمہیں اپنے ہاتھوں سے ناشتہ بنا کر دیا ہے کنکمی

"زیان تم نا"

وہ بس دانت پیس کر رہ گئی تھی کیوں زیان آرڈر دے کر نانی ماں کے

روم میں چلا گیا تھا۔

"اس کو تو میں بتاتی ہوں "

دل ہی دل میں منصوبہ بناتے وہ مسکرا دی تھی۔

اب ان سب نے نانی ماں کے کمرے میں ہی محفل سجائی ہوئی تھی۔ وہ سب خوش گپیوں میں مصروف تھے جب عنایہ ٹرے میں چائے دیگر لوازمات سمیت لائی تھی اس نے باری باری سب کے آگے ان کے کپ رکھے تھے اور پھر ایک ایک کر کے ان سے چینی کا پوچھ کر انہیں کپ تھمانے لگی تھی۔

"شوگر کتنی؟"

اس نے چائے کو کپ میں انڈیلتے ہوئے پوچھا تھا۔

"No Thankyou I'm enough sweet"

زیان دلکش مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے بولا تھا۔ مجال ہے جو یہ شخص کبھی کسی بات کا صحیح جواب دے دے۔ اس نے سر جھٹک کر زیان کے کپ میں تین چمچ چینی کے ڈال دیے تھے۔ اب بنتا رہے سویٹ

میری بلا سے وہ آہستہ آواز میں بڑبڑاتے ہوئے کہہ کر روم سے باہر چلی گئی تھی۔ پیچھے سے زیان کو پہلا گھونٹ لیتے ہی اچھو لگا تھا۔
"پانی دو اسے"

نانی ماں نے جلدی سے سفیان کو کہا تھا اپنے لاڈلے کا چہرہ لال دیکھ کر انہیں اس کی فکر ستانے لگی تھی انہیں کیا خبر یہ ان کی لاڈلی کا ہی کام تھا۔

"کیا ہوا زیان تمہیں؟"

کمرے میں ایک چھوٹی سی ڈبی پکڑے مسکرا کر آتی عنایہ نے معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑ دیے تھے کچھ اس پر معصومیت ججتی بھی بہت تھی۔

"تم"

زیان غصے سے اس کے چہرے کو دیکھ کر بولا تھا۔

"کیا ہاں؟"

وہ بھی کمر پر دونوں ہاتھ باندھتے ہوئے لڑاکا موڈ میں آتے ہوئے بولی تھی۔

نانی ماں اس نے میرے کپ میں اتنی زیادہ شوگر ڈالی ہے حالانکہ "

"میں بالکل لائٹ پیتا ہوں

زیان غصے سے بولا تھا۔

نانی ماں کی خود پر گھورتی نگاہیں محسوس کر کے اس نے بات کا رخ ہی بدل دیا تھا۔

نانی ماں یہ دیکھیں آپ کے لیے گفٹ میرے اور زیان کی طرف "

سے۔۔ یہ ہم نے آپ کو کب کا دے دینا تھا پر موقع نہیں ملا اس

"لیے اب سہی

اس نے نانی ماں نے ہاتھ میں چھوٹی سی خوبصورت ڈبی پکڑتے ہوئے

کہا تھا۔

"بیٹا اس کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے نم آنکھوں سے مسکرا کر پوچھ

رہی تھیں۔

"کیوں نہیں تھی ضرورت نانی ماں؟"

زیان بھی ان کے قریب آ کر بیٹھا تھا۔ ہر عنایہ کی حرکت بھولا نہیں تھا بدلہ بعد میں لینے کا سوچ کر وہ نانی اماں کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ ارے میرے بچوں میرے لیے تم سب ہی کافی ہو۔ ان تحفوں کی "کیا ضرورت؟"

انہوں نے ان دونوں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے تھے۔ بس کر دیں نانی ماں۔ نہیں تو اس ایموشنل سین پر میرے اور "زرشی کے آنسو نکل آئیں گیں۔ اور ذرا زرشالا کا بھی سوچیں اس کا "میک اپ خراب ہو جائے گا رو کر اس نے رونے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا تھا۔ "!!! سنی"

زرشی نے غصے سے اسے گھورا تھا۔ تو کبھی سیریس نا ہوں۔ خیر نانی ماں اسے چھوڑیں آپ گفٹ کھول "کر تو دیکھیں

زیان نے ان سب کی توجہ گفٹ کی طرف کروائی تھی۔ نانی ماں نے اپنے بوڑھے ہاتھوں سے ڈبی کھولی تھی اس چھوٹی سی ڈبی میں ایک

خوبصورت سونے کی سنہری بریسلٹ تھی جو چمک رہی تھی۔ وہ دیکھنے میں بہت نایاب لگ رہی تھی۔ عنایہ نے ان کے ہاتھ میں وہ بریسلٹ بڑے پیار سے پہنائی تھی۔

"بیٹا رہنے دو اب کہاں میں زیور پہنتی ہوں"
نانی ماں کہہ رہی تھیں۔

"نہیں پہنتی تو اب پہنیں نا"

زرشالا نے ان کا بریسلٹ کھولتا ہاتھ روک کر کہا تھا۔
اوائے ویسے تم دونوں چھپے رستموں نے یہ کب خریدی اور ہمیں کیوں"
"نہیں پتا اس بات کا؟"

سفیان کا دھیان اب اس بات پر گیا تھا۔

"جب تم لوگ عنایہ کو چھوڑ کر پیزا کھانے گئے تھے"

زیان نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

"دیکھا سفی میں نے کہا تھا نا ان دونوں نے ہم سے کچھ چھپایا ہے"

زرشی بھی سمجھتے ہوئے سر ہلا رہی تھی۔

"نہیں اس کے علاوہ ہم نے تم لوگوں سے کچھ نہیں چھپایا"

عنایہ نے سنی کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"پکا کچھ نہیں چھپایا کیوں زیان؟"

سنی نے شرارت سے زیان کو دیکھتے ہوئے کہا تھا وہ اسے بچپن سے جانتا تھا۔ زیان کی آنکھوں میں عنایہ کے لیے محبت اور پسندیدگی اس نے کب سے محسوس کر لی تھی مگر چپ سادھی ہوئی تھی کیوں کہ زیان نے اس بارے میں ابھی تک اس سے کوئی بات نہیں کی تھی اور اسی یقین تھا کہ ابھی تک وہ اس بات سے بے خبر ہے کہ وہ موصوف بھی محبت جیسے لا علاج مرض میں مبتلا ہیں۔۔۔ پر اب اس نے باتوں باتوں میں زیان کی ٹانگ کھینچنا شروع کر دی تھی مگر مجال ہے کہ زیان اپنے منہ سے محبت کا اقرار کر لے۔۔۔

"رک تو۔۔۔ تجھے میں بتاتا ہوں"

زیان نے یہ کہتے ہوئے اس کے پیچھے دوڑ لگا دی تھی۔۔۔ وہ بھی بچاؤ

بچاؤ کرتا پورے گھر میں دوڑ رہا تھا۔ ان کی کھٹی میٹھی دوستی کا سفر

یہاں تمام نہیں ہوا تھا بلکہ انہوں نے بوڑھے ہو کر بھی ایسے ہی ایک

دوسرے کی دھلائی کرنے کے پلان بنائے ہوئے تھے جن پر انہیں عمل کرنا تھا۔۔۔

"یار اب سب ٹھیک ہو گیا ہے تو میرا معاملہ بھی سلجھا دو" سفیان ان دونوں کو محو گفتگو دیکھ کر گویا ہوا۔ وہ اس وقت آفس کے کیفیٹیریا میں بیٹھے کسی میٹنگ کے حوالے سے بات چیت کر رہے تھے جب سفیان وہاں آیا تھا۔ زرشی نے آج اپنی والدہ کی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے آفس سے چھٹی کی تھی۔

"تمہارا معاملہ کونسا الجھا ہوا ہے جو ہم سلجھا دیں" عنایہ نے فائل پر نظریں مرکوز کرتے ہوئے کہا تھا۔

"جب سلجھا نہیں ہے تو الجھا ہی ہے نا"

وہ ایسے لہجے میں بولا تھا جیسے دنیا کا سب سے دکھی انسان وہی ہے۔

بس کر دے تجھے کیوں اتنی بے صبری ہو رہی ہے خود کو موت کے
"قرب لے جانے کی

زیان نے شرارت سے کہا تھا۔

زیان تم شادی جیسے پاکیزہ رشتے کے بارے میں کیسی باتیں کر رہے
"!ہو

عناویہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

"تم ہر بات میں دادی اماں بن جایا کرو"

زیان نے اسے چڑایا تھا۔

"تم ہو گے دادی اماں"

وہ بھی جواباً اسے چڑاتے ہوئے بولی تھی۔

"یار کم از کم میرے جینڈر کا ہی خیال کر لو"

وہ اپنے بال سیٹ کرتے ہوئے بولا تھا۔

"تم دونوں کا اگر ہو گیا ہو تو مجھ پر بھی نظرِ کرم کر دو"

وہ ان کی بحث سن کر تنگ آ گیا تھا۔

بھائی تیرے معاملے میں مشکل کیا ہے؟ جا کر لڑکی کو بول دے آئی"

"لو یو بس اور پھر انگھوٹی پہنا دے

زیان نے اسے آسان مشورے سے نوازا تھا۔

"تجھے کرنا ہوتا تو میں دیکھتا تجھے مشکل لگ رہا ہوتا کے نہیں"

سفیان نے غصے سے کہا تھا۔ اسے غالباً زیان کی تجویز پسند نہیں آئی تھی۔

"ویسے سفیان اگر اس نے انکار کر دیا؟"

عنایہ نے سنجیدہ رہنے کی پوری کوشش کی تھی۔ ورنہ تو وہ زرش کو اچھے سے جانتی تھی اس کی محبت کے بارے میں وہ لاعلم نہیں تھی۔

"نا کرے ایسا ہو بھی اللہ"

وہ ڈرتے ہوئے بولا تھا۔

عنایہ مجھے تو لگتا ہے کہ اس نے اس کے منہ پر ایک تھپڑ جھڑنا ہے"

"اور دو چار گالیاں نکال کر چلی جانا ہے"

زیان نے بھی اس کارِ خیر میں حصہ ڈالا تھا۔

یار اب مجھے ڈراؤ تو نا۔ ایسا نہیں ہو گا مجھے پتا ہے وہ بھی مجھ سے "
 "مجت کرتی ہے۔"

وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا ہاں؟"

زیان نے تعجب سے اسے دیکھا تھا۔

"بس محبت کرنے والے کو پتا چل جاتا ہے"

وہ لہجے میں مٹھاس سمونے کہہ رہا تھا۔

"کیا اس نے تجھے کہا کبھی؟ یا اس کے عمل سے فیمل ہوا تجھے؟"

زیان نے اس سے پوچھا تھا عنایہ بھی انہی کی طرف متوجہ تھی۔

نہیں یار کہنے کی کیا ضرورت ہے تیرے بھائی کو کہنے کی ضرورت"

"ہے بھلا ہزاروں لڑکیاں مرتی ہیں مجھ پر۔"

وہ کالر جھاڑتے ہوئے بولا تھا۔

"صحیح کہا وہ تمہیں دیکھ کر مر ہی جاتی ہوں گی"

عنایہ نے جتاتی مسکراہٹ اچھالتے ہوئے اس کا غرور خاک میں ملایا تھا۔

"عنایہ"

وہ غصے سے دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔

اوکے زیان میں جا رہی ہوں اب نانی ماں انتظار کر رہی ہوں گی تم"

"بیٹھ کر اس کا معاملہ سلجھاؤ

وہ سفیان کی چڑا کر وہاں سے نکل گئی تھی۔

"سفیان مجھے تو شاید دادا نے بلایا تھا میں ان کی بات سن آؤں ذرا"

زیان نے بھی بہانہ بنایا تھا۔

جھوٹے دو گھنٹے سے یہاں عنایہ کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے اور اب بھائی"

"کی مدد کی بجائے کام یاد آ گیا ہے

اس کے لہجے میں غصہ صاف ظاہر تھا۔

ہاں دادا نے بلایا ہے میرا دل کہہ رہا ہے۔۔ مجھے جانا ہو گا سنی مجھے"

"جانا ہو گا

وہ ڈرامائی انداز میں گویا ہوا۔

"زیان"

سفیان نے اس کے نام پر زور دیا تھا۔

مجھے مت روک۔۔ جانے دے مجھے۔۔ جانے دے مجھے۔ سنی میں کہہ "

"رہا ہوں مجھے مت روک

وہ بھرپور قسم کی اداکاری کرتا وہاں سے بھاگا تھا۔
 مطلبی کہیں کا بیٹا جب تیرے اظہارِ محبت کا وقت آئے گا میں بھی "

"ایسے ہی کروں گا۔۔۔ پر میں اب کیا کروں ہائے اللہ
 وہ بڑبڑا کر رہ گیا تھا۔

"السلام علیکم کیسی ہیں اب آپ آنٹی؟"

عناویہ جھک کر ان کے گلے لگی تھی۔ وہ زرشالا کے گھر اس کی امی کی
 تیمار داری کرنے کی غرض سے آئی تھی۔

"بہتر ہوں بیٹا اب۔ تم بیٹھو نا"

زرشی کی اماں نادیہ نے اسے خوشدلی سے اپنے پاس بیٹھنے کو جگہ دی
 تھی۔

"آنٹی کیا ہو گیا ہے خود کو سمجھالیں۔۔ اتنی پیار لگنے لگ گئیں ہیں"

عنایہ نے پیار سے ان کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔
 "بس بیٹا پریشانیاں ہی اتنی ہیں طبیعت نہیں سمجھل رہی"
 وہ کھانستے ہوئے بولی تھیں۔

ارے آنٹی اپنی دو بیٹیوں کے ہوتے ہوئے آپ کو کسی بھی معاملے "
 "میں پریشان ہونے کی ضرورت ہے بھلا
 عنایہ نے کہا تھا۔

بیٹا تم بہت اچھی ہو۔ خدا تمہارے نصیب اچھے کرے ہم تو بس "
 بیٹیوں کے لیے دعا ہی کر سکتے ہیں باقی بچتا ہے تو خدا کی ذات پر
 "بھروسہ

انہوں نے حقیقت بیان کی تھی۔

آنٹی بلکل ٹھیک کہا ہے آپ نے۔ پر ابھی آپ کو پریشان ہونے کی "
 "کوئی ضرورت نہیں ہے ابھی تو زرشہ کی شادی بھی کرنی ہے۔

اس نے زرشہ کو چھیڑا تھا وہ اپنا سرخ چہرہ لے کر کمرے سے باہر چلی
 گئی تھی۔

ہاں بیٹا میری زیادہ تر پریشانیوں کی وجہ یہی ہے زرشلا کی شادی کرنی " ہے یہی سوچیں مجھے رات دن گھیرے رکھتی ہیں۔
وہ لا چارگی سے بولی تھیں۔

آئی آپ فکر نا کریں۔ زرشلا کے لیے ایک رشتہ ہے میری نظر میں " اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہ لوگ رشتہ لے کر آنا چاہتے ہیں۔ لڑکے " کی گارنٹی میں آپ کو دیتی ہوں۔ سدھرا ہوا ہے۔

سفیان کی تعریف کرتے ہوئے اس نے دل میں استغفار پڑھا تھا۔
بیٹا مجھے تم پر بھروسہ ہے۔ تم زرشلا کو بہن سے بڑھ کر سمجھتی ہو " اس کے لیے اچھا ہی سوچو گی

انہوں نے نرمی سے عنایہ کا ہاتھ تھام کر کہا تھا۔
جی بلکل بس آپ اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ باقی معاملات میں " سمجھا لوں گی

اس نے نادیہ کے ہاتھوں کے اوپر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

" یہ تم کیا میری اماں سے پیار کروا رہی ہو؟ "

زرشالا نے مصنوعی خفگی سے آتے ہوئے کہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چائے کی ٹرے تھی۔ جس میں چائے کے کپ اور دیگر لوازمات موجود تھے۔

"وہ میری بھی اماں ہی ہیں آئی سمجھ؟"

عنایہ نے اسے گھور کر کہا تھا۔

"اماں صرف میری ہیں کیوں اماں؟"

وہ سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے بولی تھی۔

"میں تم دونوں کی اماں ہوں بس اب لڑائی ختم کرو"

نادیہ نے مسلہ سلجھانا چاہا تھا۔

"اماں"

زرشی نے خفگی سے انہیں دیکھا تھا اور پھر عنایہ کے مسکراتے چہرے کو

جو اسے مزید چڑا رہی تھی۔

"ارے اس تکلف کی کیا ضرورت تھی"

عنایہ نے اب ٹرے کی جانب دیکھا تھا۔

"یہ سب میں اپنے لیے لائی ہوں"

وہ خفگی سے گویا ہوئی۔

"ہاہا تم کھا لو مجھے ویسے بھی صرف چائے کی طلب ہو رہی تھی۔"

اس نے پھر زرشی کی چڑ میں اضافہ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے تم چائے پیو تمہیں تو میں کل آفس میں دیکھ لوں گی"

زرشی غصہ ضبط کرتے ہوئے بولی تھی۔ وہ ہر گز ایسا نا کرتی اگر اماں کی گھورتی نظریں نا دیکھ لیتی۔

"شوق سے دیکھنا میری بہن"

عنایہ نے ہنس کر کہا تھا جب کے زرشی خاموشی سے چائے کا مزہ لینے لگی تھی۔

"زیان میں سیریس ہوں یار"

سفیان بیچارگی سے بولا تھا۔

"تو میں نے کب کہا تو مذاق کر رہا ہے؟"

وہ کافی کے مگ میں چچچ ہلاتا ہوا بولا تھا۔

سفیان اس وقت زیان کے گھر آیا ہوا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ زرشی کے معاملے میں سنجیدہ قدم اٹھا کر ہی دم لے گا۔

"زیان میں اس کو پرپوز کرنے والا ہوں"

سفیان نے اس کے سر پر بم پھوڑا تھا۔

"کیا کہا تو نے؟"

زیان نے اسے بے یقینی سے دیکھا تھا۔ کافی میں چمچ ہلاتا ہاتھ روک کر وہ سفیان کے سنجیدہ چہرے کو دیکھنے لگا تھا۔

"ہاں میں سنجیدہ ہوں میں اسے واقعی پرپوز کرنے والا ہوں"

وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تھا۔

"تجھے نہیں لگتا تو یہ سب کچھ زیادہ ہی جلدی کر رہا ہے؟"

زیان نے سوال کیا تھا۔

یار مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اسے کھونہ دوں اس لیے جلدی ہی"

"کرنا چاہتا ہوں۔"

سفیان نے مدعا بیان کیا تھا۔

"جسے تو نے اب تک پایا ہی نہیں تو اسے کھو کیسے سکتا ہے بیوقوف؟"

زیان نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

یار بات تو تیری بلکل ٹھیک ہے پر میں اپنے بے قرار دل کو کیسے "سمجھاؤں؟"

وہ جیسے اندر سے محسوس کر رہا تھا ویسے ہی زیان کے سامنے ظاہر کر رہا تھا ایک وہی تو تھا جو اسے اس کے رب کے بعد سب سے زیادہ جانتا اور سمجھتا تھا۔

یار تو تو بلکل مجنوں بنتا جا رہا ہے حوصلہ رکھ سوچتے ہیں کچھ اس "بارے میں

زیان نے اسے دلاسا دیا تھا۔

میرے خیال سے عنایہ سے ڈسکس کرنا چاہیے وہ زیادہ بہتر تجویز دے "گی

"عنایہ حاضر ہے جناب"

عنایہ نے سر کو خم دیتے ہوئے کہا تھا۔

"تم کہاں سے ٹسکی ہو چڑیل؟"

زیان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"چھت سے"

عناہیہ نے بے اختیار ان کی کم عقلی پر افسوس کا اظہار کیا تھا۔

"کیا واقعی؟"

سفیان چھت کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا۔

"بدھو دروازے آئی ہوں اور کہاں سے

عناہیہ نے دانت پیستے ہوئے بتایا تھا۔

"تو کیا تم اکیلی آئی ہو؟ آئی مین خیریت آج یہاں کیسے؟"

زیان نے پوچھا تھا۔

"ہاں وہ نانی اماں کو کچھ کام تھا۔ تو مجھے بھی آنا پڑا"

"دیکھنا تو نے سفیان خود تو اس کا دل ہی نہیں کرتا کبھی آنے کو"

زیان نے اس کے کندھے پر سر رکھ کر بہت اداسی سے کہا تھا۔

ڈرامے بند کرو اور یہ بتاؤ کیا چل رہا ہے تم دونوں میں ہاں۔ ابھی کیا"

"بات ہو رہی تھی اور میرا ذکر کیوں تھا اس میں؟

وہ انہیں مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"لو جی یہ بھی شکی عورت ہے"

سفیان عنایہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تھا۔

"سفیان میں تمہارا منہ توڑ دوں گی"

عنایہ طیش میں بولی تھی۔

"نا توڑنا تمہاری دوست کے سہاگ کا معاملہ ہے"

زیان ایک دم سے اس کے اور سفیان کے درمیان حائل ہوا تھا۔

ابھی بنا تو نہیں نا۔ اچھا خیر چھوڑو سفیان مجھے تمہیں کچھ بتانا تھا میں"

"نے تمہارا کام آسان کر دیا ہے"

عنایہ خوشی سے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

-- اس لڑکی کا کوئی بھروسہ بھی نہیں ہے۔ کہیں خود زرشکی کو یا اللہ"

"پرپوز تو نہیں کر آئی تم"

زیان نے سر پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا تھا۔

مانا کے تمہاری کزن ہوں پر تم جتنے لیول کی بیوقوف نہیں ہوں"

"زیان۔"

عنایہ نے جتاتی مسکراہٹ لیے کہا تھا۔ اور ایک بار پھر زیان کو اس کے جواب میں کچھ کہنا نہیں آیا تھا۔ ایک وہی تو تھی جس کے سامنے وہ لاجواب ہو جایا کرتا تھا۔

"اس کو چھوڑو تم مجھے بتاؤ کیا کام آسان کیا ہے تم نے میرا؟"
سفیان بیتابی سے آگے بڑھا تھا۔

میں نے آنٹی سے غیر واضح انداز میں بات کی ہے تمہارے رشتے کی۔"
زرشالہ کو اس بات کی بھنک بھی نہیں پڑی۔ اور الحمد للہ انھیں مجھ پر
"پورا بھروسہ ہے۔ میں ان کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچاؤں گی۔
عنایہ نے مسکراتے ہوئے اس کو بتایا تھا۔

"عنایہ تھینک یو سو مچ۔۔ دس ریلی مینز آ لاک فارمی۔"

سفیان نے فرحت جذبات میں عنایہ کے سر پر پیار سے ہاتھ رکھا تھا۔
تم میرے بھائی ہو سفیان اور یہ میں کہتی ہی نہیں سمجھتی بھی ہوں۔"
بس پرپوز والا پلان بھی میں نے اور زیان نے ریڈی کر کے رکھا ہوا
ہے۔ اور اب بس اس پر عمل ہونا باقی ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ

تم دونوں کو ہمسفر بنائے اور بہت ساری خوشیاں ایک ساتھ دیکھنی
"نصیب کرے آمین

عناویہ نے نم آنکھوں سے مسکرا کر کہا تھا۔

عناویہ ہمیشہ یاد رکھنا میں بیشک تمہارا خونی بھائی نہیں پر زندگی کے کسی
بھی موڑ پر تمہارے لیے ہمیشہ حاضر رہوں گا۔ تمہیں جب بھی میری
ضرورت ہو تم بلا جھجک کہہ دینا۔

"تم مجھے ہمیشہ اپنے ساتھ کھڑا پاؤ گی۔

تینوں مسکرائے تھے۔ وہ ایسی ہی تھی دوسروں کے لیے جان تک لڑا
دینے والوں میں سے پر اپنے دلی احساسات کا کبھی ذکر نہیں کرتی تھی
اس کا ماننا یہ تھا کہ لوگوں کو ان کے لیے اپنی محبت بتانے کی حماقت
نہیں کرنی چاہیے بلکہ انتظار کرنا چاہے کہ وہ کب آپ کی محبت محسوس
کر کے آپ کی جانب راغب ہوتے ہیں۔ محبت تو ویسے بھی محسوس کی
جاتی ہے۔ پر اب لوگ احساس کے جذبے سے عاری ہو گئے ہیں اور
جب تک ان کے سامنے اظہار نا کیا جائے وہ سمجھنے سے قاصر رہتے

ہیں۔ زیان نے مسکرا کر اس حسین دوشیزہ کو دیکھا تھا جس کے چہرے کے ساتھ ساتھ دل بھی اتنا ہی خوبصورت تھا۔

"چلو میں سر سے مل لوں پھر ہمیں جانا ہے"

اس نے ماحول پر چھایا اثر کم کرنے کے لیے کہا تھا۔

ہاں میں بھی نانی ماں سے مل لوں اور عنایہ سوری مجھے ابھی ایک"

فرینڈ کو ایئرپورٹ سے لینے جانا ہے پر یہ نکما مجنوں تمہیں چھوڑ دے گا
"گھر خود اکیلی مت جانا نانی ماں کو لے کر۔

زیان نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"اوکے شیور"

وہ مسکرا کر کہتی ریاض احمد کے کمرے کی جانب بڑھی تھی۔

ویسے بڑے تیز ہو تم دونوں مجھے بتائے بغیر پرپوز کا آئیڈیا تک تیار کر"
"کے رکھا ہے۔ خیر دیکھ لوں گا تمہیں بھی میں۔

بعد میں دیکھ لیں۔۔۔ تجھے اس نہیں آ رہا تیرا کتنا خیال کرتے ہیں ہم

"دونوں۔ اس دن کیفیٹیریا میں بیٹھے ہم یہی پلان کر رہی تھے۔

زیان نے ہنس کر اسے حقیقت سے آگاہ کیا تھا۔

"بد تمیز کہیں کے"

سفیان نے منہ پھلایا تھا۔

"چل میں چلتا ہوں فلائٹ کا ٹائم ہو گیا ہے"

زیان نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی پر نظریں جماتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ کس کو لینے جا رہا ہے تو؟"

سفیان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"سیمل آ رہی ہے نا اور ساتھ آئی بھی"

زیان نے اپنی اچانک اڈ آنے والی مسکراہٹ روکی تھی۔

"کیا؟؟؟ وہ لوگ پاکستان آ رہے ہیں اور مجھے خبر تک نہیں"

وہ خفگی سے بولا تھا۔

"ہاں بس دیکھ لے۔"

"بیٹا تو انھیں لے کر آ پھر پوچھتا ہوں انھیں تو"

وہ اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا یار ایک تو تو ہر بات میں میرا باپ بن جاتا ہے"

زیان نے اکتاتے ہوئے کہا تھا۔

"بیٹا ایک دن آئے گا تو خود کہے گا"

وہ اسے چیلنج کرتا ہوا بولا تھا۔

حافظ۔ عنایہ کو خود چھوڑ کر دیکھ لیں گیں اس دن ہی۔ چل اللہ"

"آنا۔"

زیان نے اسے یاد دہانی کروائی تھی۔

"تجھے بڑی فکر ہے اسکی"

سفیان نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا تھا۔ زیان نے کچن سے باہر قدم بڑھا دیے تھے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ابھی کسی کو بھی اس کی محبت کی بھنک بھی پڑے۔

"اوائے اب شرما کر بھاگ گیا ہے تو"

پیچھے سے سفیان کا فلک شگاف قہقہہ گونجا تھا۔

نہیں ریاض اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں جانتی ہوں نا اپنی بچی"

"کو وہ کبھی نہیں مانے گی"

جمیلہ سنجیدگی سے بولی تھیں۔

پر آپا جان ہمیں اس سے ایک دفع پوچھنا ضرور چاہیے کیوں کے یہ " اس کا حق ہے آگے جو وہ فیصلہ کرے گی ہمیں منظور ہو گا

ریاض صاحب گویا ہوئے۔

"السلام علیکم"

اسی لمحے عنایہ ان کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ عنایہ نے بیشک ریاض احمد کو معاف کر دیا تھا مگر ابھی بھی وہ انہیں پہلے کی طرح ہی ٹریٹ کرتی تھی اور سر کہہ کر مخاطب کرتی تھی۔

"وعلیکم سلام کیسی ہے میری بیٹی؟"

"الحمد للہ آپ کیسے ہیں؟"

اس نے بھی مسکرا کر پوچھا تھا۔

"میں بھی ویسا ہی ہوں۔ خیر بیٹا ہمیں تم سے ایک اہم بات کرنی ہے" انہوں نے اشارے سے جمیلہ بیگم سے اجازت طلب کی تھی۔ جس کے

جواب میں جمیلہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

بیٹا اب تمہیں ساری حقیقت کا پتا تو چل ہی گیا ہے میں چاہتا ہوں " کے اپنی کمپنی کے تمام شیئرز تم دونوں میں برابر تقسیم کر دوں آفٹر آل یہ تم دونوں کا حق ہے۔ اگر آج میرے بیٹے زندہ ہوتے تو وہ خود نے شاید مجھے ابھی تک اسی لیے زندہ رکھا ہے۔ یہ کام کرتے مگر اللہ "بتاؤ بیٹا تمہاری کیا رائے ہے؟"

ریاض احمد پوری طرح عنایہ کی طرف متوجہ تھے۔

سر میں مختصر لیکن سیدھی بات کروں گی۔ مجھے آپ کی کمپنی کا چھوٹا "سا حصہ بھی نہیں چاہیے عنایہ نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

پر بیٹا یہ تم کیا کہہ رہی ہو میں نے آج نہیں توکل سب کچھ تمہیں " اور زیان کے حوالے ہی تو کرنا ہے تم کیوں نہیں لینا چاہتی یہ تمہارا "جائز حق ہے

وہ پریشانی سے بولے تھے۔

سر میں ایسے ہی خوش ہوں۔ بس اتنی گزارش ہے کہ میں آفس میں " پہلے کی طرح اپنا کام کرتی رہوں۔۔ میں پوری رضامندی سے کہہ رہی ہوں آپ سب زیان کو دے دن مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ عنایہ از حد سنجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

"عنایہ تمہیں یقین ہے نا کہ تمہیں واقعی کچھ بھی نہیں لینا؟" جمیلہ بیگم نے براہ راست اسے مخاطب کیا تھا۔

جی نانی ماں مجھے بس میرے اپنے مل گئے ہیں اور کسی چیز کی تمنا ہے " نا دولت کی طلب ہے

عنایہ نے مسکرا کر اپنا فیصلہ سنایا تھا۔ "عنایہ بیٹا تم نے مجھے ابھی تک دل سے معاف نہیں کیا نا؟" ریاض احمد نم آنکھیں لیے پوچھ رہے تھے۔

"نہیں نہیں سر میں نے اسی دن آپ کو دل سے معاف کر دیا تھا۔" وہ جلدی سے بولی تھی۔

پھر بیٹا تم کیوں ابھی بھی مجھے اپنا باس سمجھتی ہو اور سر کہہ کر " مخاطب کرتی ہو؟

وہ آنکھوں میں نمی لیے اسے تک رہے تھے۔
 "نہیں ایسی بات نہیں ہے میں تو ویسے ہی بس"
 اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیسے انہیں یقین دلائے جمیلہ نے اس کی
 مشکل آسان کی تھی۔
 "بیٹا اسے یقین دلانے کے لیے اسے دادا کہہ دو"
 جمیلہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔
 "اوکے دادا ابو بس ایسی کوئی بات نہیں"
 عنایہ مسکرا کر ان کے سینے سے لگی تھی۔ ریاض احمد کی تو جیسے روح
 تک سرشار ہو گئی تھی۔ ایک سکون سا تھا جو انہوں نے اپنے جسم و
 جان میں محسوس کیا تھا۔
 "میری پیاری بیٹی"
 انہوں نے اس کے سر پر دست شفقت رکھا تھا۔ وہ بھی مطمئن ہو کر
 مسکرا دی تھی۔

"اندھے ہو یا نظر نہیں آتا؟"

وہ غصے سے اس سے مخاطب ہوئی تھی۔

"تم اندھی ہو تمہیں نظر نہیں آ رہا تھا کے میں اندر جانے والا تھا۔"

وہ بھی جواباً غصے سے ہی بولا تھا۔ وہ دونوں اس وقت ریاض احمد کے

آفس میں موجود زیان کے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ دونوں

ہاتھوں میں موبائل تھامے نگاہیں موبائل سکرین پر مرکوز کے مخالف

سمتوں میں زیان کے روم کی جانب بڑھے تھے۔ اور توجہ موبائل پر

مرکوز ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے سے بری طرح ٹکرائے تھے۔

نہیں تمہیں آج کل کچھ نظر جو نہیں آتا اس وجہ سے اتنی بری ٹکر"

"ہوئی ہے اف

زرشالا غصے سے بولی تھی۔ اتنے برے تصادم کے بعد اسے درد

محسوس ہو رہا تھا۔

"ہاں آج کل تمہارے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا کیا کروں"

وہ زو معنی بات کہہ گیا تھا۔ زرشالا نے حیرت سے خود پر جمی ہوئی

اس کی چمکتی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

"لگتا ہے تم پاگل ہو گئے ہو"

زرشالا نے مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے دماغ کی طرف
شہادت کی انگلی دائرے میں گھما کر بتایا تھا۔

"پاگل نہیں دیوانہ۔ میں سچ مچ دیوانہ بن گیا ہوں زرشا"

وہ لہجے کو نرم اور محبت سے بھرا رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ غصہ تو کہیں
غائب ہو گیا تھا۔

"سفیان تم ٹھیک ہو نا"

زرشالا کو لگا تھا سفیان کے دماغ نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے اور اسی وجہ
سے وہ بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔

"نہیں میں واقعی دیوانہ ہو گیا ہوں"

وہ اسے مزید الجھاتے ہوئے بولا تھا۔

"میں نے پوری دنیا میں تم سے بڑھ کر پاگل انسان نہیں دیکھا"

وہ تذبذب کا شکار ہو کر بولی تھی۔

دیکھو گی بھی کیسے تمہاری دنیا مجھ سے شروع ہو کر مجھ پر ختم ہو جاتی" ہے محترمہ "وہ دلنشین انداز میں کہہ کر زیان کے روم کے اندر چلا گیا تھا جب کے زرشالا وہیں تھم کر رہ گئی تھی۔

کہیں اسے پتا تو نہیں چل گیا میں نے تو ابھی عنایہ کو بھی نہیں یا اللہ" "بتایا اس بارے میں کچھ وہ سوچ کر رہ گئی تھی۔

"میٹ ہر شی از مائے کزن سیمل" سفیان سیمل کو ساتھ لیے عنایہ کے آفس روم میں حاضر ہوا تھا۔ اس وقت ان سب نے یہیں محفل لگائی ہوئی تھی۔ بیٹھے تو وہ ایک میٹنگ پلان ڈسکس کرنے کے لیے تھے۔ مگر ایسا ہونا نا ممکن سا تھا کے زرشالا کہیں بیٹھی ہو اور وہاں امن قائم ہو۔ تینوں کی نگاہیں سفیان کے ساتھ جینز شرٹ پہنے ایک دہلی پتلی لڑکی پر ٹکی تھیں۔ وہ ایک کم عمر سی خوبصورت لڑکی تھی۔

"السلام علیکم"

پرپل حجاب لیے عنایہ نے سلام کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تھا۔

"وعلیکم سلام"

پھر ایک اور حجاب اوڑھے لڑکی نے اس سے سلام لیا تھا۔ یقیناً وہ زرشالہ تھی۔

"زیان میرا تعارف تو کرواؤ تم"

وہ بے تکلفی سے زیان کو کہہ رہی تھی۔ عنایہ کو حیرت کے ساتھ ساتھ ایک اور احساس نے بھی گھیرا تھا وہ جیلیسی تھی مگر وہ خود کے احساس دوسرے پر کبھی ظاہر نہیں ہونے دیتی تھی۔

ہاں یہ ہے عنایہ اور یہ ہے زرشالی اور ہم چاروں کا اچھا خاصا گینگ "بن چکا ہے"

زیان نے مسکراتے ہوئے تعارف کروایا تھا۔

"کیسی ہیں آپ؟"

اسے اتنی عزت دینے کی ضرورت نہیں ہے ہمارے جیسی ہی ہے ہاں "ہمارا مقابلہ کرنا اس کے بس کی بات نہیں ہے"

سفیان نے اس کے کھلے بالوں کی ایک لٹ کو کھینچا تھا۔

"سفیان تم باز آ جاؤ"

سیمل غصے سے بولی تھی۔

سوری میں ذرا غصے کی تھوڑی تیز ہوں اینڈ میں بالکل ٹھیک ہوں آپ"

"کیسی ہیں دونوں؟"

سیمل نے مسکراتے ہوئے حال احوال پوچھا تھا۔

"الحمد للہ"

عنایہ نے پر اعتماد لہجے میں کہا تھا۔

"کیا کرتی ہیں آپ؟"

سیمل نے پوچھا تھا۔

"بس اسی آفس میں جاؤ"

عنایہ نے مختصر سا جواب دیا تھا۔

سیمل تمہیں پتا ہے عنایہ زیان کی فرسٹ کزن ہے اسکو کچھ عرصہ"

"پہلے ہم نے ڈسکور کیا ہے۔"

سفیان نے جوش سے بتایا تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا ڈسکور کیا ہے ہاں؟"
عنا یہ خفگی سے بولی تھی۔

میرا مطلب ہے کہ یہ نہر کے کنارے بچاؤ بچاؤ کرتی ہوئی پائی گئی"
تھی اس کو ہم نے پھر بچا لیا اور یہ ہماری میرا مطلب ہے زیان کی
"کزن ہی نکلی

وہ نجانے کہاں کہاں سے من گھرت کہانیاں بنا بنا کر سنا رہا تھا۔
"سفیان تم ایک بات تو بتانا"

زرشالا نے سنجیدہ ہو کر اسے مخاطب کیا تھا۔
"ہاں؟"

"یہ کنارے پر کھڑے ہو کر وہ بھی نہر کے بچاؤ بچاؤ کون کرتا ہے؟"
زرشالا نے سنجیدگی سے پوچھا تھا باقی سب کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔
"تمہیں تو میں بعد میں دیکھوں گا"

اس نے دل میں سوچا تھا اور کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

"تجھے لگتا ہے وہ واقعی ہاں کر دے گی؟"

سفیان بہت گھبرایا ہوا تھا۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں سب کچھ اس کی توقعات سے الٹا نا ہو جائے۔

"ہاں بس یار ٹینشن نالے۔"

زیان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔

"تم دونوں وہیں کھڑے رہو گے یا کام میں ہیلپ بھی کرو گے؟"

عناہ دانت پیستے ہوئے بولی تھی۔ وہ کب سے اکیلی کام کر رہی تھی اور

یہ دونوں کونے میں کھڑے ہو کر نجانے کیا گفتو شنید کر رہے تھے۔

"آ رہے ہیں بھئی"

سفیان کہتا ہوا اس کے قریب چلا آیا تھا

"چلو تم لوگ جلدی کرو میں زرشالا کو لینے جا رہی ہوں۔"

عناہ کہتی ہوئی سیڑھیاں اترنے لگی تھی۔ ان کے منصوبے کے مطابق

آج سفیان نے زرشالا کو پرپوز کرنا تھا۔ انہیں پرپوز کرنے کے لیے ان

کے اپنے آفس کی چھت ہی سب سے بہترین لگی تھی۔ چھت کافی

وسیع تھی اور اس کے کونوں پر سنہری لائٹنگ لگائی گئی تھی جس سے

ایک دم سے سارا منظر حسین ہو گیا تھا۔ چھت کے عین وسط میں گلاب کی سرخ پتیوں سے ایک دل بنایا گیا تھا۔ اس دل کے اندر بھی گلاب کی تازہ خوبصورت گلاب کی پتیاں رکھی گئیں تھیں۔ جس سے منظر ایک ہی لمحے میں بدل سا گیا تھا۔ اس دل کے اعتراف پر اور اس سے تھوڑے سے فاصلے پر جگہ جگہ دیے جلائے گئے تھے۔ اور تھوڑی تھوڑی پتیاں بھی بکھیری تھیں۔۔ اس تمام تر تیاری میں لگ کر انہیں ٹائم کا پتا ہی نہیں چلا تھا۔ ساری تیاری عنایہ زیان اور سفیان نے مل کر کی تھی۔ ساری چھت سنہری روشنی سے جگمگ کر رہی تھی۔ وہ معمولی سی جگہ بھی اب ایک الگ منظر پیش کر رہی تھی۔ وہ ساری تیاری کو فائنل ٹچ اپ دے رہے تھے جب زیان کو عنایہ کی کال آنے لگی تھی۔

"ہیلو"

زیان نے فون رسیو کیا تھا۔

زیان میں دس منٹ میں پہنچ رہی ہوں تم سفیان کو کہو کے ریڈی " رہے اور کپڑے چینج کر لے۔ میں نے زرشالا کو بھی ریڈی کر دیا ہے۔"

"اوکے"

اس نے فون بند کرتے ہی سفیان کو ریڈی ہونے بھیجا تھا۔

عناویہ پر ہم پارٹی ادھر ہی کیوں کر رہے ہیں؟ آئی مین کسی ہوٹل " میں کیوں نہیں۔"

عناویہ نے زرشالی کے سامنے چاروں کے پارٹی کرنے کا بہانہ بنایا تھا۔ اس سے اب زرشالا کے ساتھ مزید سر کھپانا مشکل ہو گیا تھا۔

ادھر کر رہے ہیں تو ادھر ہی کر رہے ہیں۔ تمہیں اس بات پر خوشی " نہیں ہو رہی کے فائنلی ہم چاروں اتنے عرصے بعد پارٹی کر رہے ہیں

عناویہ نے اس کا دھیان ہٹانا چاہا تھا۔

ہاں چلو بس پہنچنے ہی والے ہیں وہ سٹیرنگ گھماتے ہوئے بولی تھی۔

"تم ذرا اوپر جاؤ مجھے کچھ کام ہے اپنے روم میں"

آفس پہنچ کر عنایہ نے کہا تھا۔

"ہم کیا پارٹی اوپر کر رہے ہیں؟"

"ہاں تم چلو تو میں آتی ہوں۔"

عنایہ نے اسے سیڑھیوں کی طرف بھیجا تھا۔

"تبھی اتنی لائٹنگ لگی ہوئی ہے واؤ"

وہ خود کلامی کرتے ہوئے بولی تھی۔ اس سے پہلے کے وہ چھت کا منظر

دیکھ پاتی سب سے اوپر والی سیڑھی پر قدم رکھتے ہی اچانک سے ساری

لائٹس آف ہو گئیں تھیں۔ وہ ڈر سی گئی تھی۔ آہستہ آہستہ قدم آگے

بڑھا رہی تھی۔ اسے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر دیے جلتے ہوئے نظر آ

رہے تھے۔ ان دیوں کی طرف دیکھتے ہوئے اس کی آنکھیں بھی چمکنے

لگی تھیں۔ اب اسے خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ تبھی اچانک سے

لائٹس جل گئیں تھیں۔ تیز سنہری روشنی سے اسکی آنکھیں بند ہو گئیں

تھیں۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد وہ آنکھیں کھولنے کی سکت پیدا کر پائی تھی۔ اب اس کی آنکھوں کے سامنے انتہائی دلکش منظر تھا۔ اس کے سامنے ڈھیر ساری گلاب کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں اور چھت کے بالکل درمیان میں سرخ گلابوں کا دل بنایا گیا تھا اور اتفاقاً وہ اس دل کے شروع کے کنارے پر کھڑی تھی اس بڑے سے دل کے درمیان میں ایک وجیہ مرد اس کی طرف پیٹھ کیے کھڑا تھا۔ یہ سب منظر اسے شدید حیرت میں مبتلا کر رہے تھے۔ اس نے لبوں سے کچھ بولنے کی ہمت کی تھی۔

"کون ہو تم؟"

وہ ہکلا رہی تھی۔ اس نے چند قدم آگے بڑھائے تھے۔ اب وہ اس شخص کے کافی قریب کھڑی تھی۔ جانے کیوں اسے گمان تھا کہ یہ شخص اور کوئی نہیں اس کی محبت ہے۔ پھر بھی وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ اس کے ایسے پوچھنے پر وہ شخص مسکرا کر کچھ کہتا ہوا اس کی جانب مڑا تھا۔

"تمہارا سفیان"

سفیان خوبصورت سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے ہوئے بولا تھا۔

"!!!کیا"

وہ ہکلاتے ہوئے بولی تھی۔ اسے یہاں اس طرح سے دیکھ کر وہ شدید حیرت میں مبتلا تھی۔

"ہاں کیا ہوا یقین نہیں آ رہا میری پرنس کو؟"

وہ بے یقین سی کھڑی بس اسے تکتی جا رہی تھی۔ جب سفیان اس کا ہاتھ تھام کر اسے ہوش میں واپس لیا تھا۔

"سفیان یہ سب؟"

اس کے ان پھولوں اور سجاوٹ کی طرف اشارہ کیا تھا۔

"ہاں تمہارے لیے کیا ہے یہ سب"

اس نے زرشالا کا دوسرا ہاتھ بھی تھاما تھا۔

دیکھو اگر تم تینوں میرے ساتھ کسی قسم کا پرنک کر رہے ہو تو یاد"

"رکھنا میں بہت برا ناراض ہوں گی اور مانوں گی بھی نہیں"

وہ ناراض ہوتے ہوئے اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولی تھی۔ پر سفیان کی گرفت اب مزید مضبوط ہو گئی تھی۔

"یہ کسی قسم کا کوئی پریک نہیں ہے زرشہ"

وہ مسکراتے ہوئے اسے یقین دلا رہا تھا۔ وہ بھی اب تھوڑا مطمئن ہوئی تھی۔

"تو یہ سب؟"

اس نے سوال ادھورا چھوڑ دیا تھا۔ سفیان اس کے قریب ہی گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا اور دائیں ہاتھ میں ایک مٹھی ڈبی کھول کر اس کے سامنے کی تھی۔ جس میں ہیرے کی انگھوٹی پورے آب و تاب سے چمک رہی تھی۔

یہ سب اس لیے کے مس زرشالا نور میں سفیان علی نجانے کب سے "تمہاری محبت میں گرفتار ہو چکا ہوں اور اب تمہارے بغیر میرا گزارا ممکن نظر نہیں آتا اس لیے تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ تم بغیر کسی فضول خیال کے مجھے اپنا دلی فیصلہ سنا سکتی ہو۔ بس خیال رکھنا تمہارے

انکار سے تم قاتل نا کہلانے لگ جاؤ وہ کیا ہے نا بندہ ذرا کمزور دل کا
"ہے انکار سہ نہیں پائے گا"

وہ بہت دل نشین انداز میں اپنا حال دل بیان کرتا جا رہا تھا۔ اور وہ
سننے میں محو تھی اس نے تو کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ سفیان بھی اس
کی طرح اس سے محبت کرتا ہو گا اور یوں اس کے سامنے گٹھنے ٹیک کر
اس کا ہاتھ تھامنے کی تمنا بیان کرے گا۔

"سو ول یو میری می؟"

سفی نے ڈرتے ڈرتے اس سے پوچھا تھا اس کے ذہن میں عنایہ اور
زیان کی باتیں گونج رہی تھیں۔ کے اگر زرشالا نے تمہیں جان سے مار
دینے کا سوچا تو تم چھت سے چھلانگ مار دینا ہم نیچے گدا رکھ دیں
گیں۔ اف یہ میں کیا سوچ رہا ہوں۔

"سوچوں گی"

زرشالا نے نم آنکھوں سے مسکرا کر اس کا مزید امتحان لینے کا فیصلہ کیا
تھا۔

"یار اب اس میں سوچنے والی کونسی بات ہے؟"

سفیان نے اسے گھور کر پوچھا تھا۔

"زندگی بھر کا فیصلہ ہے اور میں سوچوں بھی نا"

وہ آنکھیں دکھاتے ہوئے بولی تھی۔

دیکھو میرے بارے میں تم سب جانتی ہو۔ پھر بھی اگر سوچنا ہے تو"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں

وہ دکھی لہجے میں بولا تھا۔

سفیان سچ کہوں تو میں نے اپنی زندگی کے تمام فیصلوں کا اختیار اپنی"

اماں کے ہاتھ دیا ہوا ہے اس لیے تمہیں مجھ سے نہیں ان سے پوچھنا

"چاہیے"

وہ سر جھکائے بہت نرمی سے کہہ رہی تھی دل تو بیقرار ہوا جا رہا تھا

کے بس ہاں کہہ دے اور انگھوٹی اپنی انگلی میں پہن لے مگر اس کے

لیے اس کی ماں اس کی تمام خواہشوں سے بڑھ کر تھیں۔

سفیان مسکراتا ہوا کھڑا ہوا تھا۔

زرشی مجھے فخر ہے اپنی محبت پر مجھے فخر ہے تم پر مجھے فخر ہے خود پر"

"کے تم سے محبت ہوئی ہے۔"

اس نے پھر سے اس کے دونوں ہاتھ تھامے تھے۔ زرشالا نے حیرت سے سر اٹھا کر اس بندے کو دیکھا تھا۔
 "تمہیں برا نہیں لگا؟"

وہ حیرت سے اس کا چہرہ تک رہی تھی جو آج اسے سب سے حسین چہرہ لگ رہا تھا۔
 "نہیں پتا ہے کیوں؟"
 وہ نرمی سے بول رہا تھا۔
 "کیوں؟"

وہ بھی اسی انداز میں پوچھ رہی تھی۔
 "کیوں کے اماں سے عنایہ نے غیر واضح انداز میں بات کر لی ہوئی ہے"
 اور میری فیملی تو ہے نہیں بس آنٹی مریم ہی ہیں وہ خودی بات کر لیں
 "گیں"

وہ بس خاموشی سے اسے دیکھتی رہ گئی تھی
 زرشالی مجھے بہت خوشی ہے کہ تم نے اپنی محبت پر اپنی اماں کی خوشی "
 "اور رضامندی کو فوقیت دی ہے"

وہ خوشی اور فخر کے ملے جلے لہجے میں بولا تھا۔

"ایک سیکنڈ میں نے یہ کب کہہ دیا کہ مجھے تم سے محبت ہے"

زرشی اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

کہنے کی کیا ضرورت ہے؟ تمہاری یہ جو چمکتی آنکھیں ہیں نا خودی"

"تمہارا حال دل بتا دیتی ہیں

وہ بیٹھے لہجے میں بولا تھا۔ زرشہ بس مسکرا دی تھی۔ سفیان کتنی آسانی

سے سب سمجھ گیا تھا اسے کہنے کی ضرورت بھی نہیں پڑی تھی۔

"اب تو انگھوٹی پہن لو یا اتنے دل سے تمہارے لیے خریدی ہے"

وہ منہ پھولا کر بولا تھا۔

"اتنی جلدی بھی نہیں"

زرشی نے اسے چڑایا تھا۔

"کیوں بھئی ساری بات کلیر ہو گئی تو اب کیوں نہیں؟"

سفیان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا پتا پہنانے کا حق کوئی اور رکھتا ہو"

زرشی نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا۔

"اس حقدار کی ایسی کی تیسی"

سفیان نے غصے سے اس لڑکی کو گھورتے ہوئے اس کے ہاتھ کی انگلی میں زبردستی وہ انگھوٹی سجا دی تھی۔ زرشلی اس کی اس حرکت پر دل کھول کر ہنس دی تھی سفیان بھی اسے ہنستا ہوا دیکھ کر مسکرایا تھا اور ساتھ ہی اس نے ہاتھ ہوا میں بلند کر کے اوکے کا سگنل دیا تھا اور اسی لمحے ہوا میں آتش بازیاں شروع ہو گئیں تھیں۔ زرشلا نے شدید حیرت و خوشی سے یہ سارا منظر دیکھا تھا۔ کئی طرح کی آتش بازیاں ہو رہی تھیں۔ کبھی آسمان پر دل کا نشان ابھرتا تو کبھی ان دونوں کے ناموں کے حرف جگمگاتے۔۔ زرشلا کا دل اس قدر محبت پر خدا کے آگے سجدہ ریز ہو گیا تھا۔ خوشی سے وہ پھولے نہیں سما رہی تھی۔

یار یہ گدھا اتنی دیر کیوں لگا رہا ہے اب تک تو اسے سگنل دے دینا"
"چاہیے تھا؟"

زیان اکتاہٹ سے بولا تھا۔ وہ اور عنایہ ابھی ان کے آفس کے تھوڑے سے فاصلے پر کھڑے تھے۔ ان کا آفس جس علاقے میں واقع تھا وہ جگہ رات کو سنسان ہو جایا کرتی تھی۔ ادھر بس ایک دو ہی بلڈنگز تعمیر کی گئیں تھیں۔ باقی سارے اطراف میں خالی پلاٹ تھے۔ ان کے پلان میں آتش بازی بھی شامل تھی کے اگر زرشالا کی طرف سے ہاں ہو جاتی ہے تو وہ اس خوشی میں آتشبازی بھی کریں گیں۔ وہ جانتے تھے کہ ہاں ہو ہی جانی ہے کیوں کہ جیسے سفیان نے اپنا حال دل زیان کو سنایا تھا۔ ٹھیک ویسے ہی زرشالہ بھی سب کچھ عنایہ کو سنا چکی تھی۔

زیان اور عنایہ دونوں ہی جانتے تھے کہ ان کے دوست کیا چاہتے ہیں اس لیے انہوں نے پہلے ہی آتش بازی کا سارا سامان اور تیاری مکمل رکھی تھی۔ سفیان نے انہیں تھمبز اپ کا سگنل دینا تھا اور ان دونوں نے مل کر ایک ساتھ دیگر طرح کے آتش باز مظاہرے کرنے تھے۔

"تم ہوتے تو شاید تم اس سے زیادہ دیر لگاتے"

عنایہ آسمان میں دیکھتے ہوئے بولی تھی۔ اس وقت وہ ساری تیاریاں کر کے تیار بیٹھے تھے کسی بھی وقت سفیان کا سگنل آ سکتا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا؟"

زیان نے نظریں گھما کر اسے دیکھا تھا۔

"کیوں کے ابھی تک تو تم کہہ نہیں پائے"

عنایہ کی زبان پھسلی تھی۔ ایک دم سے اس نے چہرہ موڑ کر زیان کو

دیکھا تھا وہ بھی اسی پر نظریں گاڑھے ہوئے تھا۔

"یہ کیا بول دیا یا اللہ"

اس کا دل چاہا تھا کہیں بھاگ جائے وہ یہ کیا کہہ چکی تھی۔ صحیح کہتے ہیں کمان سے نکلا ہوا تیر اور زبان سے نکلے ہوئے الفاظ واپس لوٹ کر نہیں آتے۔۔

"یا اللہ"

اس نے مدد کے لیے دل میں اللہ کو پکارا تھا۔ اس سے پہلے زیان کچھ

کہتا سفیان نے انہیں ہاتھ بلند کر کے سگنل دیا تھا دونوں باقی باتیں

سائیڈ پر کر کے فوراً آتش بازی کے ادھورے کام میں لگ گئے تھے۔

نظارہ ایک پل میں حسین ہو گیا تھا۔۔ سب کچھ بدلا بدلا سا لگا تھا۔

عنایہ اور زیان نے مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ پر کچھ لمحوں

کے بعد وہ دونوں ہی نا دیکھ پائے تھے۔ شاید کچھ دیر پہلے کیے گئے
مکالمے کا اثر تھا۔

کچھ دیر بعد سفیان اور زرشلا آتے دکھائی دیے تھے۔

"ہاں بھی کتنے گھونسے کھائے؟"

زیان نے ہنسی دباتے ہوئے پوچھا تھا۔

"چہرہ لال دکھ رہا تھے؟"

سفیان نے اپنے چہرے پر ہاتھ ملتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں شکل تو ویسی ہی ہے بھوتوں جیسی"

زیان کے ساتھ ان دونوں کا بھی قہقہہ بلند ہوا تھا۔

"تجھے تو میں بعد میں دیکھ لوں گا۔"

سفیان خفگی سے بولا تھا۔

"یار تیری بعد کب آئے گی ہمیشہ کہہ دیتا ہے کے بعد میں دیکھوں گا"

زیان نے سر کھجاتے ہوئے کہا تھا۔

"تو بیچ مجھ سے ابھی بتا دیتا ہوں"

سفیان غصے سے اس کی جانب بڑھا تھا۔ زیان نے اس کو خود کے قریب دیکھتے ہی دوڑ لگا دی تھی۔ سفیان بھی اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

زیان سفیان کے ہاتھ نہیں لگ پایا تھا وہ تھک کر واپس عنایہ اور زرشی کے پاس آ گیا تھا۔ اس دوران عنایہ اور زرشی کا ہنس ہنس کر چہرہ لال ہو گیا تھا۔ زیان کچھ سیکنڈز بعد آیا تھا اور آتے ساتھ اسکو چڑانا نہیں بھولا تھا۔ دونوں کا سانس بری طرح پھولا ہوا تھا۔

"چلو بس بہت ہو گیا اب گھر چلیں"

سفیان کو دوبارہ زیان کی طرف بڑھتے دیکھ کر عنایہ سختی سے ہنسی کنٹرول کرتے ہوئے بولی تھی۔

"چل تو اپنی والی کو لے کر نکل میں اپنی والی کو"

سفیان نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کہا تھا۔ اس کا جملہ زیان اور عنایہ دونوں کو پسند نہیں آیا تھا۔

"کیا بولا تو نے ہاں؟"

اب کی بار زیان اس کے پیچھے لپکا تھا۔

"میرا مطلب تھا بھائی کزن کزن"

وہ ہکلاتے ہوئے بولا تھا۔ ساتھ ساتھ اپنے قدم تیزی سے پیچھے بڑھاتا جا رہا تھا کیوں کے زیان بھی اتنی ہی تیزی سے اس کی جانب قدم بڑھاتا جا رہا تھا۔

"اب واقعی تیرا منہ لال ہو گا سفیان کے بچے"

زیان غصے سے بولا تھا۔

"نہیں نہیں بھائی ابھی صرف پرپوز کیا ہے تیری قسم"

وہ ابھی بھی شرارت سے باز نہیں آیا تھا۔

"زیان اب تو تم اس کا چہرہ لال کر ہی دو"

عناہ اور زرشالا ایک ساتھ بولی تھیں۔ زیان نے انہیں یس سر کہتے

ہوئے سلیوٹ کیا تھا اور پہلے سے بھاگتے ہوئے سفیان کے پیچھے بھاگا

تھا۔ کوئی دس منٹ کے بعد وہ دونوں ہاپتے ہوئے ان کے قریب آئے

تھے۔

"اب چلو بہت وقت ہو گیا ہے۔"

عناہ نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

پر اس ٹائم تم دونوں اکیلی مت جانا سفیان تم زرشى کو چھوڑو اور میں "

"عنايہ کو لے کر نانی ماں کی طرف چلتا ہوں

زیان نے فکر مندی سے کہا تھا۔

پر عنایہ تم نے پارٹی کا کہا تھا میں نے تو پارٹی کا سوچ کر کھانا بھی "

"نہیں کھایا اب بہت بھوک لگ رہی ہے مجھے

زرشالا بیچارگی سے بولی تھی۔

"کوئی بات نہیں یہ سفیان کب کام آئے گا یہ کھلا دے گا تمہیں "

زیان نے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے آج تو کھلا ہی دوں گا پر تم دونوں کو بھوک نہیں لگی؟"

سفیان نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے زیان سے پوچھا تھا۔ عنایہ پہلے ہی

بیٹھ چکی تھی۔

وہ کیا ہے نا سفیان ہم نے باہر یہاں بیٹھ کر پہلے ہی زنگر برگر کھا "

"حافظ لیے یقین کر بہت لذیذ تھے۔۔ چل اللہ

زیان نے کان کھجاتے ہوئے اسے بتایا تھا اس سے پہلے سفیان اور زرشى

غصے سے ان کی جانب بڑھتے زیان نے گاڑی آگے بڑھا دی تھی۔۔

"کل ملو ذرا تم مجھے"

پچھے سے سفیان کی غصے سے بھری آواز آئی تھی۔ اس کی بات سن کر
گاڑی میں ان دونوں کا فلک شکاف قہقہہ بلند ہوا تھا۔

سیمل آج تو تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو کیا خیال ہے ڈنر پر"
"چلیں؟"

زیان نے عنایہ کو جلانے کی دل میں بے تحاشا منصوبہ بندی کرتے
ہوئے اپنے پاس بیٹھی موبائل یوز کرتی ہوئی سیمل کو دیکھ کر کہا تھا
جس نے اس کی بات کے جواب میں اس کی طرف مسکراہٹ اچھالی
تھی۔ عنایہ نے اس کی بات سن کر حیرت سے اسے دیکھا تھا اور پھر
سفیان کی جانب بڑھی تھی۔ اور بڑی دلکش مسکراہٹ کے ساتھ بولی
تھی۔

"سفیان ہمیں پرپوزل لے کر آج ہی جانا ہے"

اس نے زیان کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے کہا تھا۔ اس کا نظر انداز کرنا زیان کو اندر سے پیچین کر گیا تھا۔

ہاں اوکے میں آنٹی سے بات کرتا ہوں۔۔ اور ہاں تم بھی ساتھ چلنا"

"تھوڑی ہمت ہو جائے گی یار پہلا پہلا تجربہ ہے سفیان نے بڑے پیار سے کہا تھا۔

میں زرشالا کی سائیڈ پر ہوں اور تم آنٹی کے ساتھ آنا کوئی مسکے نہیں"

لگنے والے آج۔ اور مجھے کونسا ایکسپیرینس ہے جب تم پہلی دفع اس مقصد سے جا رہے ہو تو میں کونسا میرج بیورو کھول کر بیٹھی ہوئی ہوں

"جو تمہیں حوصلہ ملے گا مجھے دیکھ کر عنایہ تیوری چڑھا کر بولی تھی۔

میرج بیورو نہیں تم اپنے لئے رشتے کروانے والی آنٹی کا نام استعمال"

"کرو وہ زیادہ سوٹ کرے گا سفیان نے اسے تجویز دی تھی

"تم سدھرو گے نہیں؟"

عنایہ نے تحقیق کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"بلکل نہیں"

سفیان نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

اوکے میں زرشلا کی اماں کو کہہ دوں گی کہ وہ لڑکا مجھے اپنی زرشی "

"کے لیے پسند نہیں آیا

عنایہ اس کے ٹیبل پر سے اپنے فائلز اٹھا کر بولی تھی۔

"عنایہ کیسی باتیں کر رہی ہو بھائی کا مذاق بھی نہیں سمجھتی؟"

سفیان ایک دم بھوکلا گیا تھا۔

"نہیں میرا تمہارا کوئی مذاق نہیں"

وہ ہنسی دباتے ہوئے بولی تھی۔ اور اپنے روم کی جانب بڑھی تھی۔

"عنایہ سنو تو"

پیچھے سے سفیان اس کے پیچھے آنے لگا تھا۔

ان سے کچھ قدم دور زیان بیشک بظاہر اپنا کام کر رہا تھا مگر دھیان سارا

عنایہ کی باتوں میں ہی تھا۔

"کیا تو اس کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے تیری زرشی کہاں ہے؟"

زیان نے بظاہر نارمل انداز میں کہا تھا مگر اس کے لہجے کی تپش ان دونوں نے محسوس کر لی تھی۔

"تجھے کیا ہے ہاں؟ تو تو سیمبل کے ساتھ ڈنر پر نہیں جا رہا تھا؟" سفیان نے کہا تھا۔

ہاں میرا ارادہ کینسل ہو گیا ہے۔ اور تم دونوں نے یہ کیا آفس میں "تماشا لگایا ہوا ہے گھر کی باتیں گھر جا کر کریں بہتر ہو گا" زیان نے عنایہ کو دیکھتے ہوئے کہا تھا مگر وہ بے نیازی سے ادھر ادھر تنکنے میں مصروف تھی۔

"تجھے کیوں اتنی آگ لگی ہے خیر ہے بھائی؟" سفیان نے اس کا کندھا ہلا کر کہا تھا۔

"ہاں ٹھیک ہوں میں اور اپنا رشتہ نامہ یہاں ڈسکس بنا کرو" وہ سرد مہری سے کہتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔ عنایہ اور سفیان دونوں نے حیرت سے اس کا یہ روپ دیکھا تھا۔

اسے کیا ہوا؟"

عنایہ نے سفیان سے پوچھا تھا۔

"پتا نہیں"

سفیان کندھے اچکاتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔ عنایہ بھی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

یہ تم کیا کہہ رہے ہو صائم میں ایسا ہر گز نہیں کروں گی زیان"

"میرے بھائی جیسا ہے یار

وہ غصہ ضبط کرتے ہوئے بولی تھی۔

دوسری جانب سے کچھ کہا گیا تھا۔ جسے کسی کام سے آتی عنایہ کا سن کر

صدے سے برا حال تھا۔

تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتے ہو میں ایسی گھٹیا حرکت کبھی نہیں کروں"

"گی

سیمل غصے سے دبی دبی آواز میں بولی تھی۔

اس وقت وہ زیان کے آفس کے کمرے میں موجود اپنے منگیتر کے

ساتھ ویڈیو کال کرنے میں مصروف تھی جو کسی کام سے باہر گیا ہوا

تھا۔ عنایہ میٹنگ کی فائلز دینے آئی تھی جب اسے اندر سے سیمپل کی آواز آئی تھی وہ وہاں سے مڑ کے جانے ہی والی تھی جب اسے زیان کا نام سنائی دیا تھا۔ وہ چاہ کر بھی واپس نہیں جا پائی تھی اور جو اس نے بات سنی تھی وہ اس کے ہوش اڑا دینے کے لیے کافی تھی۔

پر ڈارلنگ تم خود سوچو ایک دفع جب پراپرٹی تمہارے نام ہو جائے گی" تو تم اس سے طلاق لے لینا میں تم سے سچی محبت کرتا ہوں میں تمہیں "اپنا لوں گا مجھے دوسرے مردوں کی طرح مت سمجھو دوسری جانب سے مردانہ آواز آئی تھی۔

پر میں زیان سے شادی کروں بھی کیوں؟ اول تو وہ سفیان کی طرح" بھائی ہے میرا اور دوسرا اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ میرے نام "اپنی تمام جائیداد کر دے گا؟

وہ غصے سے بولی تھی آواز ابھی بھی دھیمی تھی۔

کیوں کے میں کہہ رہا ہوں؟ اور تم اس سے محبت کا جھوٹا ڈرامہ کرو" "گی سیمپل

مقابل بھی اب تھوڑا غصے سے اسے سمجھاتے ہوئے بولا تھا۔

پر صائم تم سمجھو نا میری بات کو میں محبت بھی تو تم سے کرتی ہوں" اور شادی بھی تمہی سے کروں گی ہمیں کیا ضرورت ہے جائیدادوں کی؟

وہ بے بسی سے بولی تھی۔ محبت نے اسے بے بس کر دیا تھا۔ پر وہ ہر گز نہیں چاہتی تھی کہ وہ محبت کی خاطر غلط قدم اٹھالے دیکھو ابھی میرے پاس جا نہیں ہے ہم کیسے رہیں گیں اور جائیداد" ہونے سے کچھ سہولت ہو جائے گی نا وہ اسے قائل کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔ دروازے کی اوٹ میں کھڑی عنایہ صدمے سے کھڑی تھی۔

"ہم دونوں جا کر لیں گیں نا سب ٹھیک ہو جائے گا آہستہ آہستہ" سیمیل نے اسے سمجھانے کی ناکام کوشش کی تھی۔

تم مجھے صاف لفظوں میں انکار کر دو بجائے اس کے کہ مجھے فضول" بہانے سناؤ

اس نے درشتی سے اس کی بات کاٹی تھی۔

"پر صائم پھر تم وعدہ کرو مجھ سے شادی کرو گے دھوکہ نہیں دو گے؟"

وہ بڑے دھیمے سے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں یقین رکھو میری محبت پر"

اس کے لہجے میں نجانے کیا حاصل کر لینے کی خوشی تھی جو فلوقت
سیمل سمجھنے سے قاصر تھی۔

"اوکے میں زیان سے آج ہی بات کرتی ہوں"

اس نے بہت آہستہ آواز میں کہا تھا شاید اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کا
اپنا ضمیر ہی نا جاگ جائے اور اس کی محبت کھونا جائے۔۔۔ پر اس نادان
کو یہ علم ہی نہیں تھا کہ اصل محبت کبھی کہیں نہیں کھوتی وہ ہمیشہ
آپ کے ارد گرد ہی موجود رہتی ہے۔ عنایہ کا صدمے سے برا حال
تھا۔ ابھی تو زیان آفس موجود نہیں تھا اور اس کا فون بھی نہیں لگ رہا
تھا۔

"مجھے زیان کو اس شاطرانہ کھیل سے بچانا ہوگا"

دل میں عہد کرتی عنایہ چپ چاپ آنسو صاف کرتی وہاں سے چلی گئی
تھی۔۔۔

دیکھو تم دونوں پہلے مجھ سے وعدہ کرو کہ میری بات کا یقین کرو"

"گے اور سنجیدگی سے اس مسئلے پر مجھے مشورہ دو گے

عناہ نے زرشئی اور سفیان کو اعتماد میں لینا ضروری سمجھا تھا۔ اسے یقین تھا کہ زیان اس کی بات مانے گا اسے اس پر پورا اعتماد تھا وہ اس کے مان کو برقرار رکھے گا اسے کوئی ٹھیس نہیں پہنچائے گا۔ اس وقت اس نے زرشالا اور سنی کو اپنے گھر بلایا تھا۔ نانی ماں کسی کام سے ہمسائی کی طرف گئیں تھیں اس لیے اس کے لیے بات کرنا آسان ہو گیا تھا۔

اف عنایہ ایسی بھی کیا بات ہے جس کے لیے تم اتنی تمہید باندھ رہی"

"ہو سیدھا سیدھا کہو

زرشالا نے سنجیدگی سے کہا تھا۔

"ہاں پر مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں"

عناہ پریشانی سے بولی تھی

عناہ دیکھو مجھے اور زرشہی کو تم پر پورا بھروسہ ہے اور ہم تمہاری"
بات کا یقین کریں گیں تم بس بغیر کسی خوف کے ساری بات ایک ہی
"بار میں کہہ ڈالو

سفیان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔
"دراصل میں نے سیمل کو کسی مرد سے بات کرتے ہوئے سنا۔۔۔۔۔"
عناہ نے انہیں ساری بات بغیر کسی جھوٹ کے سنا ڈالی تھی۔
صائم تو اس کا منگیترا ہے اور سیمل ایسا نہیں کر سکتی ہم تینوں اکٹھے"
پلے بڑھے ہیں میں اسے جانتا ہوں وہ ایسی بیچ اور گھٹیا حرکت نہیں
"کر سکتی

سفیان پیشانی مسلتے ہوئے بولا تھا۔
پر عناہ کہہ رہی ہے تو ضرور ایسی ہی بات ہے اور سیمل نے اگر ایسا"
کچھ کہا ہے تو وہ کر گزرے گی کیوں کے انسان محبت میں بہت سے
"غلط قدم بھی اٹھالیتا ہے۔

زرشالا نے کہا تھا۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا میں کیا کروں اس لیے تم دونوں سے مشورہ"
 کرنا مناسب سمجھا اور اب تم دونوں کو ہی میری مدد کرنا ہوگی میں
 "زیان کے ساتھ کسی بھی حال میں اتنا بڑا دھوکہ نہیں ہونے دے سکتی
 عنایہ نے ان پر اپنا مسلہ بیان کیا تھا۔

تم فکر نہیں کرو ہمیں تمہاری بات پر مکمل بھروسہ ہے اور ہم"
 تمہارے ساتھ ہیں عنایہ اور میں بھی کبھی اپنے جان سے پیارے
 "دوست کے ساتھ ایسا نہیں ہونے دوں گا

سفیان نے اسے یقین دلایا تھا۔
 تو اب کیا کرنا ہے؟ زرشالا نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا"
 تھا۔

ابھی عنایہ پہلے بات کرے اور اگر وہ نا مانا تو ہم بھی اس کے ساتھ"
 "ہی ہوں گیں سمجھا لیں گیں اسے
 سفیان نے تجویز دی تھی۔

مجھے یقین ہے وہ سمجھ جائے گا اور خود کو اتنے بڑے دھوکے سے"
 "محفوظ کر لے گا

زرشالا نے کہا تھا۔

"عناہ کی بات تو سنے گا ہی"

سفیان نے شرارت سے کہا تھا۔

"بکو مت تم"

عناہ نے غصے سے اس کے اوپر صوفے کا ایک کیشن اچھالا تھا جو اس نے کمال مہارت سے کچھ کر لیا تھا۔۔

میں نے اس قدر غصے کا مظاہرہ کیوں کیا چھوٹی سی تو بات تھی یا اللہ بس اس نے میری شرارت پر اگنور ہی تو کیا تھا میں اس پر اتنا ہائپر کیوں ہو گیا تھا۔ زیان بچپنی سے سوچوں میں گم تھا۔ اسے بس عناہ کا اسے لفٹ نا کرانا برا لگا تھا مگر اس نے زیادہ ہی غصہ دکھا دیا تھا سفیان کی تو خیر تھی وہ بچپن سے اکھٹے رہے تھے اس لیے ایک دوسرے کی فطرت کو بخوبی سمجھتے تھے مگر عناہ۔۔ وہ تو کچھ عرصہ پہلے اس کی زندگی میں آئی تھی۔ اور آج بھی وہ اپنے دل کی بات ماننے کو

تیار نا تھا اس نے کبھی کسی سے بھی اپنی محبت کا اظہار نہیں کیا تھا یہاں تک کے خود سے بھی اعتراف نہیں کیا تھا۔ اسے بس رہ رہ کر عنایہ کی بے رخی یاد آ رہی تھی۔ لیکن وہ لمحہ یاد کر کے وہ مسکرایا تھا کم از کم اس نے ایک اشارہ تو دیا تھا کے عنایہ کو زیان کا سیمل کے ساتھ زیادہ وقت گزارنا پسند نہیں تھا۔ محبت میں بے رخی سہنے کا بھی ایک الگ ہی لطف ہے سب کہتے ہیں کے عاشق مزاج لوگوں کو اپنے محبوب کی باتوں کا غصہ نہیں آتا وہ نادان لوگ یہ کہاں سمجھتے ہیں کے اس کے پیچھے چھپا ہوا راز کیا ہے وہ اپنے محبوب سے ایک چھوٹا سا لفظ بھی سن لینے کے نشے میں ہوتے ہیں محبوب نے ان پر دھیان دیا ان کی بات سنی اور توجہ بھی دی جواب تو دیا چاہے تلخ ہی سہی مگر ان کے ساتھ دوپل کی گفتگو تو ہوئی یہ خوشی ان کے لیے دنیا جہاں کی تمام بے انتہا خوبصورت چیزوں سے بھی زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔ بس اب جلد ہی اسے اپنا حال دل سنا دوں گا۔ وہ کرسی پر بیٹھے اس کی بیک سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے اپنے ہی خیالوں میں مگن تھا اس حسین حجابی لڑکی کے بارے میں سوچنا اسے اچھا لگ رہا تھا اس کی بے رخی بھی اسے

سکون سا بخش رہی تھی۔۔ ایک گمان سا ہوا تھا کہیں وہ بھی تو مجھ سے۔۔ ابھی آگے کچھ سوچنے سمجھنے والا ہی تھا کہ اس کے کمرے کا دروازہ بجا تھا۔

میں اندر آ جاؤں؟"

دروازے کے باہر سیمل تھی جو اس سے اندر آنے کی اجازت چاہ رہی تھی۔

"یس"

زیان مختصر سا جواب دے کر سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔

"زیان وہ مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے"

وہ پیچینی سے بولی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پیوست کی ہوئی تھیں۔

اور چہرے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔

"کیا بات ہے تم پریشان لگ رہی ہو؟"

زیان نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

وہ پہلے تم وعدہ کرو میری بات سن کر میرا مذاق نہیں بناؤ گے اور"
"میرا یقین کرو گے"

وہ سنجیدگی سے کہتی ہوئی دو قدم آگے آئی تھی۔

"ہاں ہاں بتاؤ تو کیا بات ہے؟"

زیان نے الجھن سے اسے دیکھا تھا۔

زیان میں کب سے تم سے کہنا چاہتی تھی پر کبھی ہمت نہیں کر پائی"
میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں مجھے ہمیشہ سے لگتا ہے کہ تم بھی مجھ
سے محبت کرتے ہو اور اظہار کرنے سے ڈرتے ہو یقین کرو بہت ہمت
"کر کے آج تم سے یہ کہنے آئی ہوں۔"

وہ ہتھیلیاں مسلتے ہوئے بولی تھی۔

"!! یہ تم کیا کہہ رہی ہو سیمل"

زیان تو بونچکا کر رہ گیا تھا اسے یقین نہیں تھا کہ سیمل کبھی اس سے
اس قسم کی بھی بات کہے گی۔

ہاں زیان میرا یقین کرو میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں تم بھی تو"

مجھ سے محبت کرتے ہو پر کہنے سے ڈرتے تھے نا۔ تم بھی میری طرح

"۔۔ دیکھو آج میں نے کہہ ڈالا تم بھی کہ دو زیان

سیمل اس کے تھوڑا قریب آئی تھی۔

سیمل دیکھو یہ محبت کوئی مذاق نہیں ہے اور میں نے کبھی تم سے"

نہیں کہا کے میں تم سے محبت کرتا ہوں پھر تمہیں یہ گمان مجھ سے

"کیوں ہونے لگا؟؟؟"

زیان حیران پریشان سا کھڑا اس کا چہرہ تک رہا تھا۔

"بس پتا چل جاتا ہے"

سیمل کمال کی اداکاری کرتے ہوئے بولی تھی۔

زیان کے ذہن میں جھماکا ہوا تھا۔ سفیان نے بھی تو یہی کہا تھا۔۔۔

"پر تمہیں غلط لگتا ہے میں تم سے محبت نہیں کرتا"

زیان اس کی بات کاٹتے ہوئے گویا ہوا۔

دیکھو زیان تم مجھ سے محبت کرتے ہو یا نہیں مجھے اس سے کوئی فرق " نہیں پڑتا بس مجھے یہ پتا ہے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور "تمہیں مجھ سے شادی کرنا ہو گی

زیان گنگ رہ گیا تھا وہ لڑکی اتنی بے باکی سے اس سے شادی کی بات کر رہی تھی اسے سیمل کی یہ حرکت ہر گز پسند نہیں آئی تھی۔ سیمل دیکھو تم میری بہت اچھی دوست ہو پر میں تم سے محبت نہیں " کرتا میں نے تو کبھی تمہارے بارے میں ایسا سوچا تک نہیں۔۔۔ میں تم سے شادی نہیں کر سکتا

زیان نے پوری کوشش کی تھی کہ وہ نرمی سے سب سمجھ جائے۔

"تو ٹھیک ہے میں ابھی کے ابھی اپنی جان لے لوں گی"

سیمل ایک جھٹکے سے اس سے پیچھے ہوئی تھی۔ اور کمرے سے باہر کی طرف جانے لگی تھی لیکن زیان کے بروقت اس کا ہاتھ تھام لینے سے وہ ایسا نہیں کر پائی تھی۔

"کیا ہو گیا ہے پاگل تو نہیں ہو گئی تم؟"

زیان غصے سے دھاڑا تھا۔ اس کی اب برداشت ختم ہو رہی تھی۔

"ہاں ہو گئی ہوں میں پاگل"

وہ بھی دو بدو چیخ کر بولی تھی۔

زیان نے اس کو دونوں بازوؤں سے تھام کر اپنے سامنے کھڑا کیا تھا اتنا کے ان دونوں میں ابھی بھی بہت فاصلہ تھا۔ اس کی تیز اور اونچی آواز سن کر ریاض صاحب اور مریم بھی وہیں آگئے تھے۔ مریم اور سمیل زیان کے فورس کرنے پر وہیں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور ان دونوں کو اس طرح دیکھ کر وہ شاک رہ گئے تھے۔

میں تم سے محبت نہیں کرتا اور نا ہی تم سے شادی کروں گا آئی" "سمجھ؟"

تم محبت نہیں کرتے تو نا صحیح۔۔۔ پر آج میری ماں نے جو تمہاری تربیت کی ہے اس کا بدلہ چکانا ہوگا تمہیں زیان احمد۔۔۔ تم مجھے پسند کرتے ہو یا نہیں تمہیں مجھ سے ہی شادی کرنا ہوگی۔۔۔ سنا تم نے وہ غصے اور غم سے چیختے ہوئے بولی تھی۔

زیان نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اگر آنٹی مریم کی تربیت کا صلہ میں یوں دے سکتا ہوں تو میں تیار"
ہوں"

وہ ہار مانتے ہوئے بولا تھا۔ آنٹی مریم نے اسے ہمیشہ اپنے بیٹوں کی
طرح پالا تھا۔ آج وقت آ گیا تھا کہ وہ ان کی محبت کا بدلہ اتار دے۔
"کیا ہمیں کوئی بتائے گا یہاں کیا ہو رہا ہے؟"

ریاض نے سختی سے بارعب آواز میں پوچھا تھا۔
دادا سیمل مجھ محبت کرتی ہے اور شادی کرنا چاہتی ہے اور میں نے"
"ابھی آپ کے سامنے ہاں کہہ دی ہے

زیان نارمل لہجے میں بولا تھا مگر اس کے اندر بہت کچھ ٹوٹا تھا۔ سب
کچھ بکھر سا گیا تھا۔ وہ بھی تو کسی سے محبت کر بیٹھا تھا جس کا اعتراف
آج وہ خود سے کرنے والا تھا۔ مگر پھر اس سے محبت کرنے کا دعویٰ آ
گیا کیا اسے حق نہیں تھا کہ وہ بھی اپنی محبت سے شادی کرتا۔ وہ چاہتا
تھا کہ جلد سے جلد سب اس کے کمرے سے چلے جائیں وہ تنہا کچھ
وقت گزارنا چاہتا تھا۔

بیٹا شادی کوئی مذاق نہیں ہے۔۔ اور سیمیل تمہیں کوئی شرم لحاظ رہ گیا" ہے کے نہیں تم کسی کی منگیتر ہو اور تم اپنے بھائی سے محبت کے "دعوے کرتی پھر رہی ہو

مریم نے سختی سے سیمیل کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

یہ میرا بھائی نہیں ہے ماما آپ بھی جانتی ہیں یہ اور آپ نے بغیر کسی "صلے کے اس کی پرورش کی ہے آج اسے اس کا حق ادا کرنا ہو گا اسے "مجھ سے شادی کرنا ہوگی ماما بس

وہ اپنی ضد پر اڑتے ہوئے بولی تھی۔

حواس قائم ہیں کے نہیں تمہارے؟؟ تمہاری منگنی ہو چکی ہے صائم" کے ساتھ۔۔

وہ غصے سے تیز لہجے میں بولی تھیں۔

اسی کے لیے تو کر رہی ہوں ماما سب کچھ میں اس نے دل میں اپنی ماما کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

"میں تم سے بات کر رہی ہوں سیمیل"

انہوں نے اس کے قریب آ کر اس کا بازو جھنجھوڑا تھا۔

"میں زیان سے محبت کرتی ہوں اماں"

وہ نظریں پھیرتے ہوئے بولی تھی۔

آئی اسے کچھ مت کہیں شاید واقعی مجھے آپ کی محبت کا حق اس

طرح سے چکانا ہو گا آپ فکر مت کریں میں آپ کی بیٹی کا خیال

"رکھوں گا"

وہ مضبوط لہجے میں بولا تھا مگر وہ اس وقت محسوس کیا کر رہا تھا یہ وہی

جاننا تھا۔

بیٹا تم پر کوئی زبردستی نہیں ہے اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے میں

"ابھی ٹھکانے لگاتی ہوں"

وہ اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے بولی تھیں۔ انہوں نے زیان کی پرورش

اس لیے تھوڑی کی تھی کے آج اسے اس طرح سا اس کا حق دا کرنا

پڑے بدلہ چکانا پڑے۔۔

نہیں ماما میں نے کہہ دیا نا میری شادی اگر آپ لوگوں نے زیان سے

"نا کی تو میں زہر کھا لوں گی"

وہ غصے سے کہتی ہوئی تن فن کرتی وہاں سے چلی گئی تھی۔ اس کے پیچھے مریم بھی گئیں تھیں ریاض صاحب بس زیان کا زرد چہرہ دیکھ کر رہ گئے تھے۔

"زیان؟؟؟"

عنایہ نے بہت ہمت کر کے اس کے کمرے میں قدم رکھا تھا۔ سفیان اور زرشالا بھی اس کے ساتھ ہی آئے تھے مگر سفیان کو آنٹی نے بلا لیا تھا۔ اس لیے عنایہ اکیلی ہی زیان سے بات کرنے آئی تھی۔

زیان ابھی اس لڑکی کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے بڑی مشکل سے اپنے دل کو قابو میں کیا تھا۔

"عنایہ پلیز میں ابھی کسی سے ملنا نہیں چاہتا"

اس نے اسے دیکھ کر رخ موڑتے ہوئے کہا تھا۔

زیان دیکھو جو بات میں کرنے آئی ہوں وہ بہت ضروری ہے پلیز"

"ایک دفع بات تو کر لو"

عناہ کو ابھی یہ بات نہیں پتا تھی کے تھوڑی دیر پہلے کیا تماشا ہوا تھا۔
 مریم نے سفیان کو یہی سب بتانے کے لیے بلایا تھا۔
 "عناہ تمہیں ایک بات دوبارہ کیوں بتانی پڑتی ہے؟"
 وہ غصے سے اس پر دھاڑا تھا۔ وہ تو سہم گئی تھی اس نے کبھی نہیں
 سوچا تھا کے زیان کبھی اس سے اتنی اونچی آواز میں بات کرے گا۔۔
 مارے خوف کے اس کے چہرے پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے نمودار
 ہوئے تھے۔

"زیان"

عناہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔
 چلی جاؤ پلیز عناہ میں تمہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا میں خود بہت "
 "ڈسٹرب ہوں

وہ نرم پڑتا ہوا بولا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کے کیا کرے جس
 سے وہ شادی کرنے کا اعلان تھوڑی دیر پہلے کر چکا تھا وہ اس لڑکی
 سے محبت نہیں کرتا تھا اور جس لڑکی کو دل و جان سے چاہتا تھا اسے
 بتا نہیں پا رہا تھا اور نا ہی اس کا اظہار کر پا رہا تھا۔

"زیان سیمل تمہیں دھوکہ دے رہی ہے وہ تم سے محبت نہیں کرتی"
 عنایہ نے ہمت کرتے آنکھیں بند کر کے ایک ہی سانس میں کہہ دیا
 تھا۔

"کیا کہا تم نے؟"

زیان اٹھ کر اس کے قریب آیا تھا۔ عنایہ نے اپنے قریب اس کی آواز
 سن کر دھیرے سے آنکھیں کھولی تھیں۔

سیمل۔۔ تم سے محبت۔۔ نہیں کرتی۔۔۔ وہ تم سے شادی اپنے منگیترا
 کی خاطر کرنا چاہ رہی ہے۔

اس نے ڈرتے ہوئے اس پر ساری حقیقت کھول کر رکھ دی تھی۔

"کیا تمہیں یہ اس نے خود بتایا ہے؟"

وہ انتہائی نرمی سے اس سے پوچھ رہا تھا

نہیں میں نے اس کی باتیں سن لی تھیں جو وہ اپنے منگیترا سے کر رہی"
 تھی۔۔

"عنایہ تمہیں لگتا ہے میں تمہاری اس فضول بکواس پر یقین کروں گا؟"

وہ انتہائی سنجیدگی سے اس سے پوچھ رہا تھا۔

"زیان میں سچ کہہ رہی ہوں"

عنایہ نے سچ بولا تھا۔

عنایہ ابھی کے ابھی یہاں سے چلی جاؤ اس سے پہلے میں اپنے آپے"

"سے باہر ہو جاؤں

وہ سختی سے بولا تھا۔

"زیان میری بات۔۔۔"

عنایہ نے تھوک نگلا تھا ابھی اس کی بات مکمل نا ہوئی تھی جب زیان

اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

تم دولت کے لیے اس حد تک چلی جاؤ گی میں نے کبھی سوچا بھی"

"نہیں تھا۔۔"

عنایہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔ وہ اس کے خلوص اس کی نیت

پر شک کیے بیٹھا تھا۔

"زیان یہ تم کیا۔۔"

یہ ایک بار پھر اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا تھا۔

تمہیں بھی دادا حصہ دے رہے ہیں نا بزنس کا تم نے سوچا آدھا کیوں"
 پورا لے لیتی ہوں اس لیے اب برداشت نہیں ہو رہا نا کے میں سیمیل
 "سے شادی کر رہا ہوں اور تمہارا منصوبہ ناکام ہو جائے گا
 وہ انتہائی درشتگی سے بولا تھا۔۔۔ عنایہ لب بھینچے اس کی بات سن رہی
 تھی۔۔ اس وقت اسے اپنے پورے وجود میں تپش سی محسوس ہو رہی
 تھی۔

دیکھو میں تمہیں وضاحت دینے کی پابند نہیں ہوں اگر تمہیں میری"
 "بات پر یقین نہیں تو۔۔
 عنایہ نے مضبوط لہجے میں بولا تھا مگر زبان اسے بولنے کا موقع نہیں
 دے رہا تھا۔

تم جیسے دھوکے باز لوگ ایسا ہی کرتے ہیں جو ہر معاملے میں اپنا فائدہ"
 دیکھتے ہیں۔۔ اور اب تمہیں اپنا فائدہ نقصان میں بدلتا محسوس ہوا تو فوراً
 اتنی گنہگونی سازش لے کر میرے سامنے آگئی ہو شرم آنی چاہیے
 "تمہیں ایسا سوچتے ہوئے

وہ غصے سے اس پر دھارا تھا۔ عنایہ بس بے یقین کھڑی تھی۔

"میں اپنے خلوص اور ذات کی وضاحتیں دینے کی پابند نہیں"

وہ سختی سے اس کے چہرے پر نظریں جما کر کہتی ہوئی اس کے کمرے سے جانے لگی تھی۔

پر زیان نے اس کا بازو سختی سے کھینچ کر اسے ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔

تم وضاحتوں سے نہیں بلکہ اپنے پکڑے جانے پر منہ چھپا کر بھاگ"

"رہی ہو

شیطان اب بھی اس پر حاوی تھا۔ وہ پھر کہہ چکا تھا جو اسے نہیں کہنا چاہیے تھا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔

"زیان تم۔۔"

وہ بس اتنا ہی کہہ پائی تھی۔ اور اسی لمحے دو موتی اس آنکھوں سے ٹوٹ کر گرے تھے۔ وہ پھرتی سے اپنے آنسو صاف کر کے ایک تھر برساتی نظر اس پر ڈالتی ہوئی بازو چھڑا کر باہر نکلی تھی۔ پر آگے اس کے لیے ایک اور امتحان تیار کھڑا تھا۔ ریاض صاحب زیان سے کچھ دیر پہلے ہوئے واقعہ کے بارے میں بات کرنے آئے تھے مگر کمرے سے

آتی ہوئی زیان اور عنایہ کی باتیں سن کر ان کے قدم وہیں تھم گئے تھے۔ عنایہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر انہیں بہت تکلیف ہوئی تھی۔ وہ ان سے بھی نظریں نہیں ملا پا رہی تھی اس لیے چپ چاپ بس باہر چلی گئی تھی۔

"عنایہ کیا ہوا ہے تمہیں؟"

زرشالا نے اس کے سرخ چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"کچھ نہیں گھر چلو زرشالی مجھے گھر جانا ہے"

وہ ضبط کرتے ہوئے بولی تھی۔

"اچھا رکو میں زیان سے تو مل لوں پھر چلتے ہیں"

وہ نارمل انداز میں کہتی ہوئی زیان کے روم کی طرف جانے لگی تھی۔

"نہیں میں نے تم سے کہا نا مجھے ابھی گھر جانا ہے پلیز زرشالی چلو"

عنایہ نے اسے بازو سے پکڑ کر کہا تھا۔

"ٹھیک ہے چلو"

زرشی کو اندازہ ہو گیا تھا کہ کچھ گڑبڑ ہے مگر اس نے اسے مزید تنگ کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔

"عناہ تم ٹھیک ہو نا؟؟؟"

زرشالا نے اسے پریشانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں مجھے کیا ہونا ٹھیک ہوں بلکل"

وہ نظریں پھیرتے ہوئے بولی تھی۔ اور اپنی نظریں ونڈو سکرین سے باہر دیکھنے پر مرکوز کر دی تھیں۔

عناہ میں تمہیں اچھے سے جانتی ہوں بچپن سے ایک دوسرے کی " بات کہنے سے پہلے سمجھ لیتے ہیں اس لیے پلیز اب جھوٹ نا کہو مجھ سے "

زرشالا نے اسے دیکھ کر کہا تھا۔

"زرشی"

وہ ضبط کھو بیٹھی تھی۔ اور آنکھوں سے آنسو موتیوں کی لڑی کی صورت آتے ہی جا رہے تھے۔ زرشالا تو عناہ کو اس حال میں دیکھ کر حواس باختہ ہو گئی تھی۔

"عنایہ؟؟؟؟"

اس نے گاڑی روک دی تھی اور پوری کی پوری اس کی طرف متوجہ تھی۔

"زرشی وہ"

وہ روتے ہوئے بولی تھی۔

"کیا ہوا ہے عنایہ بتا دو میری جان نکل رہی ہے تمہیں یوں دیکھ کر" عنایہ کو لگاتار روتے دیکھ کر زرشالا کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔

عنایہ نے روتے ہوئے ساری بات اسے سنا دی تھی وہ اپنی باتیں اپنے کے سوا کسی سے بھی نہیں بانٹا کرتی تھی مگر آج اس کا شدت دکھ اللہ سے دل چاہا تھا کہ کسی کے کندھے پر سر رکھ کر خوب روئے۔۔

عنایہ تم نے مجھے تب کیوں نہیں بتایا میں تب ہی اس کی طبیعت" درست کرتی۔۔ اس نے میری پیاری دوست کو رلایا تمہارے خلوص پر

"شک کیا

زرشالا کا بس نہیں چل رہا تھا کے جس نے اس کی دوست کو افیت میں مبتلا کیا تھا اسے اتنی افیت دے کے وہ یاد رکھے۔ پر افیت دینے والا بھی وہ تھا جس سے اس کی دوست نادانی میں محبت کر بیٹھی تھی۔

اس لیے نہیں بتایا تھا خیر چھوڑو جس سے جتنی زیادہ اونچی توقعات "رکھیں نا وہ اتنی ہی زور سے آپ کو زمین پر پھینکتا ہے۔"

کیوں چھوڑ دوں اتنی آسانی سے ہاں اس نے تمہاری نیت تمہارے "خلوص پر شک کیسے کر لیا ہاں سمجھتا کیا ہے وہ خود کو کے بس وہ ٹھیک ہے باقی سب غلط

زرشالا غصے سے بولی تھی۔"

زرشی اسے لگتا ہے کے میں نے اب تک جو آفس کے لیے اتنی لگن "اور محنت سے کام کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کے میں اسکی دولت ہتھیانا چاہتی ہوں پر تم تو مجھے جانتی ہو نا میرے لیے پیسہ یا دولت کبھی اہم نہیں رہی میرے لیے تو میرے اپنے میرے رشتے سب سے زیادہ

ضروری رہے ہیں وہ بھی تو یہ بات جانتا ہے پھر بھی اس نے میری

"نیت پر شک کیوں کیا زرشالی

وہ ہچکیاں لیتے ہوئے بولی تھی۔

عنایہ پلیزیوں مت رو اپنے آنسو ان کے لیے نہیں بہاتے جو ان کی "قدر نہیں کرتے"

زرشلالا نے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔ کچھ دیر بعد عنایہ کچھ حد تک سمجھ گئی تھی۔

"گھر چلو نانی مان پریشان ہو رہی ہوں گیں"

وہ اپنا ناک ٹشو سے رگڑتے ہوئے بولی تھی۔

چلو لیکن اب تمہیں اس کے لیے نہیں رونا بلکہ سوچنا ہی نہیں ہے"

"اس کے بارے میں ٹھیک ہے نا؟"

زرشلالا نے پیار سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"اوکے"

عنایہ نے بھی ہلکی سی مسکراہٹ ہونٹوں پر لیے کہا تھا۔

"عنایہ سے اس قدر بد تمیزی کرنے کی وجہ جان سکتا ہوں میں؟"

ریاض غصے سے گویا ہوئے۔

"دادا پلیز آپ تو یوں مت کہیں میں مجبور تھا"

وہ ان سے بھی نظریں ملا نہیں پا رہا تھا۔

دیکھو بیٹا مجبوری کتنی ہی بڑی کیوں نا ہو کسی کی دل آزاری نہیں کرنی"

"چاہیے"

وہ تھوڑا نرم پڑے۔ اس کے جذبات ان سے مخفی نا تھے۔ وہ ہمیشہ

سے کو ایجوکیشن میں پڑھا تھا پر کبھی انہوں نے کسی بھی لڑکی یہاں

تک کے سیمل کے لیے بھی اسے کسی کا اتنا خیال رکھتے ہوئے نا دیکھا

تھا۔

"دادا میں کیا کروں میں بہت بے بس ہوں"

وہ بے بسی سے انہیں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"زیان عنایہ کیا چلی گئی؟"

سفیان دھڑلے سے دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔

زیان نے سر جھکا لیا تھا۔

"کہیں تم نے تو اسے کچھ الٹا سیدھا نہیں کہہ دیا؟"

سفیان کو لگا تھا جیسے کچھ غلط ہوا ہے۔

ہاں میں نے کہا ہے۔۔ بہت کچھ کہا ہے۔۔ بہت غلط باتیں کہی "

" ہیں۔۔ پر میں کیا کرتا میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

وہ ان دونوں کی طرف کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا تھا۔

زیان تم جانتے ہو نا وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتی اور نا ہی وہ ایسی لڑکی "

" ہے جسے سازشیں کرنا اچھا لگتا ہو

ریاض نے کہا تھا۔

زیان میں نے آج تک اپنی زندگی میں اس سے زیادہ مخلص انسان "

" نہیں دیکھا۔ اور تم نے اسی کو غلط بنا کر اس کا دل توڑ دیا

سفیان نے تاسف سے اسے دیکھا تھا۔

"میں مجبور ہوں "

وہ شرمندہ شرمندہ سا کہہ رہا تھا۔ جس پر ریاض اور سفیان ایک ساتھ

بولے تھے۔

کون سی ایسی مجبوری ہے تمہاری ہاں جو تم نے جس نیک سیرت لڑکی "

" کا دل توڑ دیا۔

کیوں کہ میں۔۔۔ اس سے۔۔۔ محبت کرتا ہوں۔۔۔ دادا سچی محبت۔۔۔" اور بہت زیادہ اتنی کے اس کے لیے اپنی جان تک دے سکتا ہوں پر آج تک اس بات کا اعتراف کبھی خود سے بھی نہیں کیا تھا۔ آج آپ کے سامنے حال دل کہہ بیٹھا ہوں پر یقین مانیں اسی کے لیے کیا ہے "میں نے سب تا کے اسے تکلیف نا ہو

وہ سرخ آنکھیں لیے انہیں دیکھتا ہوا بولا تھا۔

سفیان کے چہرے پر یہ بات سن کر مسکراہٹ پھیلی تھی جس پر اس نے جلد ہی قابو پا لیا تھا یہی تو تھا جو وہ کب سے اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا آج وہ بھی ہو گیا تھا۔ ریاض کے ذہن میں ماضی کی ایک یاد ابھری تھی۔ انہوں نے سرد آہ بڑھ کے اپنے خبر و پوتے کو دیکھا تھا۔ کاش ہم وقت پیچھے کر کے اپنی غلطیاں سدھار سکتے۔۔۔ زیان یہ بات تھی تو تم نے سیمل کو صاف صاف انکار کیوں نہیں " "کیا؟؟"

ریاض اسے پریشانی سے دیکھتے ہوئے بولے تھے۔

کیوں کے آنٹی کی محبت کا حق ادا کرنے کا وقت آ گیا ہے دادا مجھے "
"کرنی ہی ہو گی سیمل سے شادی۔۔"

وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

زیان تمہیں واقعی لگتا ہے کے آنٹی مریم نے تمہاری تربیت اس لیے "
کی کے جوان ہو کر ان کی بیٹی سے نکاح کر کے تم ان کی محبت کا حق
"ادا کر سکو؟؟"

سفیان نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں میں نے ایسا ہر گز نہیں کہا"

زیان جلدی سے بولا تھا۔

اور کیا تم یہ بات فراموش کر چکے ہو کے سیمل کی منگنی ہو چکی ہے "

اور وہ صائم سے محبت بھی کرتی ہے پھر اسے تم سے شادی کرنے کا

"خیال کیسے آیا؟؟"

ریاض نے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔

"کیا مطلب؟"

وہ الجھن سے بولا تھا۔

مطلب یہ میرے یار کے سیمل نے تم سے جھوٹ کہا ہے اور اس " کے پیچھے وجہ تو تمہیں سمجھ آ جانی چاہیے سفیان نے کہا تھا۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔" وہ الجھی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

پیٹا تم نے جو دولت والی باتیں عنایہ کو کہی ہیں نا یہ دراصل باتیں تو "ٹھیک تھیں مگر تمہیں عنایہ کو نہیں بلکہ سیمل کو کہنا چاہیے تھا۔ کیوں کے اپنے منگیتر کے کہنے پر ہی اس نے اتنا بڑا پلان کیا تھا۔ ریاض صاحب اسے سمجھاتے ہوئے بولے تھے۔

اور اس کا پلان یہی تھا کہ تم سے شادی کر کے تم سے پراپرٹی اپنے نام کرا کر صائم سے شادی کر لینا۔ اس بیوقوف کو بھی احساس ہی نہیں ہوا کہ صائم اس کی محبت نہیں بلکہ دولت چاہتا ہے۔ اور تم بھی اس کی باتوں میں آ گئے۔ ذرا سوچو جو لڑکی کچھ دن پہلے تک خوشی سے اپنے منگیتر کی تصویریں دکھاتی نہیں تھکتی تھی اچانک اسے تم سے "محبت کا بھوت کیسے سوار ہو گیا۔"

سفیان نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے سمجھایا تھا۔

"مطلب۔۔۔ مجھے تو یقین ہی نہیں آ رہا"

وہ بے یقین سا بیٹھا ان کے چہرے تک رہا تھا۔

مجھے بھی نہیں آیا تھا جب عنایہ نے مجھے اور زرشالا کو ساری بات "

بتائی تھی تم جانتے ہو اسے بڑا مان تھا کے تم اس کی بات پر یقین کرو

"گے پر تم نے اس کا دل اس کا مان اس کا یقین سب کچھ توڑ دیا

سفیان نے افسوس سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

زیان کو سب سن کر بہت تکلیف ہوئی تھی۔ اس نے عنایہ کو کس قدر

اذیت میں مبتلا کیا تھا یہ سوچ سوچ کر وہ شرم سے پانی پانی ہوتا جا رہا

تھا۔

"اب میں کیا کروں دادا"

وہ پریشانی سے بولا تھا۔

"بھئی اب ساری غلطی تمہاری ہے تمہیں خود ہی اس کو سدھارنا ہے"

ریاض صاحب یہ کہہ کر اٹھ کر چلے گئے تھے وہ جس مقصد سے آئے

تھے وہ پورا ہو چکا تھا وہ اور سفیان مل کر زیان کو اس کی غلطی کا

احساس دلا چکے تھے۔ ریاض صاحب کے جانے کے بعد سفیان بھی
جانے لگا تھا۔ جب زیان نے اسے روکا تھا۔
اوائے تو کہاں جا رہا ہے۔۔ دیکھ میں نے تیرے معاملے میں کتنی مدد"
"کی تھی اب تو ایسے وقت میں میرا ساتھ چھوڑ رہا ہے
زیان نے اسے جذباتی کرنے کی پوری کوشش کی تھی مگر وہ بھی اپنے
نام کا ایک تھا۔
"بیٹا جس طرح تو نے میری مدد کی تھی ٹھیک اسی طرح کروں گا"
سفیان اسے چڑاتا ہوا کہہ کر بھگا تھا زیان نے بھی اس کے پیچھے دوڑ لگا
دی تھی۔۔۔

"کیسی ہو اب؟"

زرشی نے عنایہ کے گھر آتے ہی اس سے پوچھا تھا۔

"ٹھیک ہوں میں تم کیسی ہو؟"

عنایہ خوشدلی سے اس سے گلے ملتے ہوئے بولی تھی۔

"عنایہ سچ بتاؤ تم ٹھیک ہو نا؟"

وہ اس کی طرف جانچتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں لگ رہی؟"

وہ نظریں چڑاتے ہوئے بولی تھی۔

نہیں لگ رہی سچ بتاؤ عنایہ پلیز مجھ سے مت چھپاؤ۔ ایک ہی دن میں "

"اتنی کمزور لگنے لگ گئی ہو

وہ اس کے لیے فکر مند ہوتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

مجھے کیا ہونا ہے زرشبی بس اپنی توقعات کی وجہ سے تکلیف میں ہوں "

اور اچھی خاصی تکلیف میں ہوں پر تمہیں پتا ہے میرے دل میں اب

اس سے کوئی شکوہ کوئی گلہ نہیں ہے۔۔ کیوں کے میں جانتی ہوں کے

افیت دینے والا وہ نہیں ہے افیت میں نے خود کو دی ہے مجھے کس

"نے کہا تھا اس سے اتنی اونچی توقعات رکھنے کو

وہ آنکھ کا نم کنارہ صاف کرتے ہوئے بولی تھی اس کی یہ حرکت

زرشالا سے پوشیدہ نا تھی۔

"عنا یہ تم ابھی بھی اسی کے بارے میں سوچ رہی ہو"
 زرشالا اسے بے بسی سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔
 میں خود نہیں سوچتی زرشالی۔۔ بلکہ یہ سوچیں خودی مجھے گھیرے رکھتی"
 "ہیں"

وہ نم آنکھوں سے دھیرے سے مسکرائی تھی۔
 "کیا تم خود کو اکیلا محسوس کر رہی ہو؟"

زرشالا نے پوچھا تھا۔

"نہیں میں کبھی یہ نہیں سوچتی جانتی ہو کیوں؟"

عنا یہ نے اس کی جانب دیکھا تھا زرشالا بھی ہمہ تن گوش ہو کر اسے
 ہی سن رہی تھی۔

کیوں کے یہ انسان آپ کا ساتھ کبھی بھی ہمیشہ کے لیے نہیں دیتے"
 کا ہے وہ بندے کو کبھی تنہا نہیں چھوڑتا۔ دائمی ساتھ تو صرف اللہ
 چھوڑتے تو ہم ہیں غموں میں اس سے شکوے کیے بیٹھے ہوتے ہیں اور
 خوشی کے موقع پر اسی رب کو بھول جاتے ہیں کتنے عجیب ہیں نا ہم۔۔
 نا شکرے سے۔۔ مجھے پتا ہے اللہ کبھی اپنے بندوں کو تنہا نہیں چھوڑے

گا اور اسی بات پر یقین کر کے مجھے ڈھارس ملتی ہے۔۔۔ کے اللہ تو ہے
 "نا میرے ساتھ یہ دنیاوی لوگ چاہے مجھے تنہا کر دیں
 وہ بڑے پیار سے اسے اپنے خیالات بتاتی جا رہی تھی۔

"بلکل"

زرشالا نے تائید میں سر ہلایا تھا۔

"عنا یہ ایک بات پوچھوں؟"

تھوڑی دیر بعد زرشالا نے اچانک سنجیدگی سے پوچھا تھا۔

"ہاں ضرور"

وہ اٹھ کر کچن میں آئی تھی زرشالا بھی اس کے ساتھ ہی آئی تھی۔

"تم زیان سے۔۔؟"

"کیا؟"

فرج کا دروازہ کھولتا اس کا ہاتھ وہیں تھا تھا وہ رک کر شش و پنج میں
 مبتلا زرشالا کو دیکھنے لگی تھی۔۔

"تم اس سے محبت کرتی ہو نا؟"

زرشالا نے پوچھنے کی ہمت کر ہی لی تھی۔

عناہ کچھ دیر تک خاموشی سے اس کی صورت تکتی رہی تھی پھر بڑے عجیب لہجے میں گویا ہوئی۔

تم تو کہتی تھی کہ تم مجھے بچپن سے جانتی ہو۔ ہم بہترین دوست ہیں۔۔ ایک دوسرے کی رگ رگ سے واقف ہیں۔۔ تو آج تک تم "یہ نہیں جان پائی؟"

زرشالا کو اس کی بات نے الجھا دیا تھا۔

"عناہ پلیز مجھے سچ بتاؤ کیا تم اس سے محبت کرتی ہو؟"

وہ اب کی بار ذرا سنجیدگی سے پوچھ رہی تھی۔

اس سے کیا فرق پڑتا ہے زرشالا تم کیوں ایسے بیہودہ سوال پوچھ رہی "ہو؟"

اس کی آواز ایک دم رندھ گئی تھی۔

"عناہ کیا ہو گیا ہے میں تو بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی"

اس کی آنکھوں میں تیزی سے تیرتا پانی دیکھ کر وہ گھبرا گئی تھی۔

زرشی پلیز میں نے بہت مشکل سے خود پر قابو کیا ہے اپنے جذبات " پر بندھ بندھا ہے تم پلیز مت چھیڑو ان دھاگو کو جن سے میں نے اپنے دل کے ٹکرے سی ڈالے ہیں پلیز تم سبھی رحم کرو مجھ پر۔ وہ روتے ہوئے بولی تھی۔ اس کا ضبط پھر ٹوٹ گیا تھا۔ عنایہ میری جان سمبھالو خود کو کیا ہو گیا ہے تم کبھی اتنی کمزور تو " نہیں تھی

زرشالا نے اسے گلے لگایا تھا وہ روتی ہوئی ایک معصوم بچی لگ رہی تھی۔ جسے بہت زور کی کوئی چوٹ لگ گئی ہو۔

زرشالا میں آج تک یہی سمجھتی رہی کہ محبت اور نفرت جیسے جذبات " کا اظہار تو اپنے عملوں سے کروایا جاتا ہے کبھی کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خصوصاً محبت کو۔۔ محبت تو عملوں سے بیان ہوتی ہے نا۔۔

ضروری تو نہیں کے اس کا بھی اظہار کیا جائے۔۔ پر اب میں سمجھ گئی ہوں اور بہت اچھے سے سمجھ گئی ہوں کے آج کے دور ناگوار میں اظہار کرنا محبت کی شرط ہے۔۔ جب تک آپ اظہار نہیں کرتے تب

تک سب آپ کی محبت کے بارے میں لاعلم ہی رہیں گیں۔۔ یہاں

"حال دل کہنا لازم ہے پر میں اپنا حال دل کہوں کیسے؟؟

عنایہ سرخ آنکھیں زرشالا کے مکھڑے پر جماتے ہوئے بولی تھی۔

"عنایہ تم اتنی گہری محبت کرتی ہو اس سے"

زرشالا اس کی باتیں سن کر حیران ہوتی جا رہی تھی۔

ہاں شاید لو آج سن لیا نا تم نے۔۔ پتا ہے میں نے کبھی خود سے بھی"

اس بات کا اعتراف نہیں کیا تھا۔ مگر میں اس جذبے سے لاعلم نہیں

تھی میں نے اعتراف نہیں کیا تھا مگر میں نے اس خوبصورت جذبے کو

جھٹلایا بھی نہیں تھا۔

یہ جذبہ ایک دوست کی حیثیت سے ہر گز نہیں تھا ایسے تو سفیان بھی

دوست ہے نا میرا اسے تو ہمیشہ بھائی ہی سمجھتی رہی ہوں مگر نجانے

کیوں زیان کے لیے بھائی والے جذبات میرے دل میں پیدا ہی نہیں

ہوئے۔۔ کیوں کے میں جانتی ہوں یہ محبت کا اجالا ہے جو آپ کے

تاریک دل کو روشنیوں سے بھر دیتا ہے۔۔ پر میں کبھی زیان سے اپنا

حال دل نہیں کہہ سکی۔ اس دنیا میں اب اظہار کرنا شرط ہے زرشالی۔۔

یہاں میرے جیسے لوگ بہت کم ہیں جو یہ سوچتے ہیں کہ محبت کی اظہار اپنے عملوں سے کیا جاتا ہے۔ یہاں تو اظہار و اعتراف محبت کی لازمی شرط ہے۔۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ میں اپنا حال دل اس سے "کہوں کیسے۔۔"

عناہ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کرتے ہوئے بولی تھی۔

عناہ جہاں آپ کی محبت محسوس نہ کی جائے وہاں اظہار کر دینا "چاہیے۔۔ کیوں کہ جو شخص آج تک تمہاری محبت نہیں سمجھ سکا وہ "آگے کیا خاک سمجھے گا

زرشالا اس کے کندھے پر دباؤ ڈالتے ہوئے بولی تھی۔

پر تمہیں پتا ہے مجھے اپنی انا بہت پیاری ہے شاید محبت سے بھی زیادہ "پیاری۔۔ یہ انا تو شاید ہم میں خاندانی ہے۔۔ میں جانتی ہوں تم یہی سوچ رہی ہو گئی کہ محبت میں انا تو ہوتی ہی نہیں محبت میں "میں" تو ہوتا ہی نہیں محبت میں تو بس "یار" رہ جاتا ہے۔۔ پر جب آپ کی محبت ہی آپ کے جذبات مجروح کر دے اور آپ کے احساسات کو

کچلتے ہوئے نکل جائے نا تو بہت اذیت ہوتی ہے۔۔ اتنی کے سننے والا
 بس سن سکتا ہے کبھی سمجھ نہیں سکتا۔ اس نے بھی میرے مان کو
 میرے یقین کو میرے بھرم کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ میں اتنی اعلیٰ ظرف
 نہیں ہوں زرشہی کے اپنی انا کو بھولا کر اس کی بے رحمی سے کیے گئے
 سب طنز اور تلخ کلمات اتنی آسانی سے بھولا دوں۔۔ اور تو اور اسے بھی
 تو احساس نہیں ہے نا۔ جب اسے فرق نہیں پڑتا تو میں کیوں اسے
 "بتاؤں کے مجھے بہت فرق پڑ رہا ہے۔"

وہ بے بسی سے زرشالا کو اپنا حال دل سناتی جا رہی تھی۔
 عنایہ جب آپ کے عملوں سے آپ کی محبت محسوس نا کی جائے تو"
 "حال دل کہہ دینا چاہیے
 وہ اسے حوصلہ دیتے ہوئے بولی تھی۔

نہیں جب اسے اپنی غلطی پر کوئی ندامت نہیں تو میں کیوں خود کو"
 ہمدردی کی تصویر بنا کر اس کے سامنے رکھ دوں بس اب مجھے بھی کوئی
 فرق نہیں پڑتا وہ چاہے تو کر گزرے سیمبل سے شادی مجھے رتی بھر
 "پرواہ نہیں اور ہاں مجھے اب مزید اس موضوع پر بات نہیں کرنی۔"

عنا یہ کہتی ہوئی باہر نکل گئی تھی جب کے زرشالا بس اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

سیمل یہ کیا تماشہ لگا کر آئی ہو تم ابھی باہر ہاں؟؟ ریاض انکل اور "زیان کو منہ تک دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا تم نے مجھے وہ غصے سے بھڑکی تھیں۔"

"ماما میں نے آپ سے کہا نا میں زیان سے محبت کرتی ہوں" وہ چیختے ہوئے بولی تھی مزید جھوٹ بولنا اس کے لیے بہت مشکل ہو رہا تھا۔

مجھ سے بکو اس نا کرو تم سمجھی اس عمل کے پیچھے کیا وجہ ہے بتاؤ مجھے "بلکل سچ۔۔ میں نے زیان کی تربیت اس لیے نہیں کی کے وہ اس مقام پر آ کر یوں میری محبتوں کا صلہ دے۔۔ بیٹا سمجھا ہے میں نے اسے۔۔"

"اب بتاؤ کیا ماجرا ہے یہ مریم غصے سے بولیں تھیں۔"

"ماما کہا نا میں نے آپ کو"

وہ بد تمیزی سے بولی تھی۔ جس پر مریم کا ضبط جواب دے گیا تھا اور ان کا ہاتھ اٹھا تھا اور سیمل کے گال پر سرخ نشان چھوڑتا چلا گیا تھا۔

"ماما"

اس نے بے یقینی سے اپنی ماں کو دیکھا تھا جس نے کبھی اس کو ہلکی سی بھی خروج تک نہیں آنے دی تھی اور آج زندگی میں پہلی دفع اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔

اگر تم نے مجھے مجبور نا کیا ہوتا تو کبھی بھی میں ایسا نا کرتی۔۔ ابھی" بھی وقت ہے میری جان میرے بچے مجھے ہی بتا دو آخر کس چیز نے تمہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا ہے۔۔ کیا مسلہ ہے؟ ابھی بھی کچھ نہیں "بگڑا۔۔ میں سمجھا لوں گی۔۔

وہ اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"ماما وہ۔۔۔"

اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے ساری کی ساری بات اپنی ماں کے گوش گزار کر دی تھی

میرے بچے پیار چاہے جتنا بھی ہو کبھی بھی صحیح اور غلط کی پہچان " نہیں بھولتے تم ابھی کے ابھی صائم کو میسج کرو کے تم اس سے شادی نہیں کرنے والی ایسے لالچی شخص کو کبھی بھی میں اپنی بیٹی نا دوں۔۔ اور زیان سے معافی مانگ لو بیٹا۔۔ وہ تمہارا بھائی ہے وہ بھی تو عنایہ سے محبت کرتا ہے پر کہتا نہیں ہے کسی سے بس میری محبت کا صلہ دینے کی خاطر وہ اپنی محبت تک قربان کرنے کو تیار ہو گیا مجھے فخر ہے میں نے دو یتیموں کو اپنا بیٹا سمجھ کر ان کی پرورش کی ہے انہیں محبت دی ہے۔۔ زیان کی طرح سفیان بھی ننھا سا تھا جب بھائی بھابھی کا انتقال ہو گیا تھا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں میں نے پالا ہے انہیں۔ مجھے "فخر ہے اپنے دونوں بیٹوں پر۔۔"

وہ نم آنکھوں سے مسکراتے ہوئے سیمبل کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولی تھیں۔

پر ماما میں کیسے اسے میسج کر دوں میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں " اور اسی کی محبت میں تو میں نے اتنا کچھ غلط کر ڈالا وہ روتے ہوئے بولی تھی۔

بیٹا کیا تم ایسے شخص کے ساتھ رہنا چاہو گی جس نے دولت کے " لیے تمہیں اپنانا چاہا تھا صرف دولت کے لیے؟؟

انہوں نے سیمبل سے بڑے پیار سے سوال کیا تھا۔

آپ کا مطلب ہے اس نے دولت حاصل کرنے کے لیے میرا استعمال " کرنا چاہا تھا؟

وہ آنکھوں میں آنسو لیے ان سے مخاطب تھی۔۔

بلکل۔۔ میری جان اگر وہ واقعی تم سے محبت کرتا ہوتا تو کبھی ایسا " گنہونا پلان نا بناتا محبت میں تو دولت کی تمنا ہی نہیں ہوتی بس محبوب " مل جائے یہی محبت کرنے والے کے لیے اس کا سب کچھ ہوتا ہے

وہ اس کا سر سہلاتے ہوئے بولی تھیں۔

اوکے ماما میں اب سمجھ گئی ہوں اس دنیا میں بہت ہی کم ایسے لوگ " ہیں جو سچی محبت کرتے ہیں۔۔ پر میں اتنی بے مول نہیں ہوں کے کوئی " بھی آکر میرا استعمال کر لے

وہ اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے بولی تھی۔۔

"شباباش بیٹا مجھے تم سے ایسی ہی اچھی امید تھی۔۔"

وہ اس کا گال چوم کر بولی تھیں۔

"پر ماما آپ کو کیسے پتا زیان عنایہ سے محبت کرتا ہے؟"

وہ معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔

اس کی آنکھوں میں نظر آتا ہے۔۔ وہ دراصل بچپن سے ایسا ہے حالِ

دل کبھی کسی سے نہیں کہتا۔۔ عنایہ کو دیکھ کر جو خاص چمک اس کی آنکھوں میں نظر آتی ہے وہ کبھی میں نے کسی کے لیے نہیں دیکھی۔۔

"میں اپنے بیٹے کو جانتی ہوں

وہ مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

"اوہ واؤ اب زیان کو تنگ کرنے کا کتنا مزہ آئے گا نا"

وہ خوش ہوتے ہوئے بولی تھی۔

"پر تنگ کرنے سے پہلے اسے سوری کرنا ہے تم نے"

وہ اسے یاد کرواتے ہوئے بولی تھیں۔

"ماما میں زیان سے سوری کروں گی وہ مجھے معاف تو کر دے گا نا؟"

اس کی آنکھوں میں پھر پانی جمع ہونے لگا تھا اس نے اپنی غلطی کی وجہ

سے اپنے بھائی کے رشتے میں دراڑ دال دی تھی۔

ہاں ہاں ضرور کر دے گا بس تم اسے حقیقت بتا دینا اور اپنی غلطی"

"تسلیم کر لینا

مریم نے کہا تھا۔

"اوکے ماما"

وہ مسکرا کر ان کے گلے لگی تھی۔

"زبان ناشتہ نہیں کرو گے؟"

اسے بغیر ناشتہ کیے ڈائننگ روم سے ہوتے ہوئے گیراج میں جاتے
دیکھ کر مریم نے اسے آواز دی تھی۔۔ اس وقت ریاض اور سیمبل بھی
وہیں بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔

"نہیں آنٹی مجھے میٹنگ میں جانا ہے"

وہ رک کر بولا تھا۔

"بیٹا میٹنگ میں بھی چلے جانا پہلے ادھر بیٹھو ناشتہ کرو"

اسے مجبوراً وہاں بیٹھنا پڑا تھا۔

"پر آنٹی میٹنگ ضروری ہے"

وہ یہاں کل والے تماشے کے بعد بیٹھنا نہیں چاہ رہا تھا۔

میں جا رہا ہوں آفس میٹنگ تھوڑی دیر بعد شروع ہو جائے گی تم"

"آرام سے ناشتہ کر کے آؤ"

ریاض کہہ کر جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔

وہ بس سر ہلا کر رہ گیا تھا۔ وہ بالکل سیمپل کے سامنے والی نشست پر

بیٹھا تھا۔ سیمپل ندامت اور شرمندگی کی وجہ سے اس سے نظریں نہیں

ملا پا رہی تھی۔

"زیان"

سیمپل نے تھوڑی دیر بعد ہمت جمع کر لی تھی۔

"جی"

وہ ناشتے سے انصاف کرتے ہوئے بولا تھا۔ اس وقت تک ریاض

صاحب آفس کے لیے نکل چکے تھے۔ اور مریم بھی ناشتہ کر کے اٹھ

چکی تھیں۔

"آئی ایم سوری زیان میں نے تم سے بہت بد تمیزی کی تھی اس روز"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی تھی۔

"کوئی بات نہیں"

اس نے مختصر جواب دے کر بات ختم کرنا چاہی تھی۔

"زیان مجھے تم سے بات کرنی ہے"

وہ لمحہ بھر کا وقفہ لے کر بولی تھی۔

"ہاں کہو"

"دراصل میں۔۔۔"

اس نے ساری حقیقت اس پر کھول کے رکھ دی تھی۔۔۔ زیان اگرچہ

پہلے ہی سب جانتا تھا مگر یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اب سیمل ساری

سچائی اسے کیوں بتا رہی تھی۔

"تو اب مجھے بتانے کا فائدہ؟؟؟"

وہ اپنے مزاج کے خلاف تلخی سے بولا تھا۔ جسے سیمل نے اچھی طرح

محسوس کر لیا تھا۔

"زیان میں۔۔۔ میں بہت شرمندہ ہوں پلیز آئی ایم سوری"

"میں نے تمہیں معاف کیا۔۔۔"

وہ اتنا کہہ کر رکا نہیں تھا بلکہ باہر کی جانب نکل گیا تھا۔ سیمل جانتی تھی کہ ان کے رشتے میں جو دراڑ آئی تھی اسے ختم ہونے میں وقت لگنا تھا۔

میں میٹنگ کے لیے جا رہا ہوں۔ جب میں آپ کو اشارہ کروں آپ " نے ایمپلائز کے لیے ریفرنسمنٹ بھجوانا ہے اوکے وہ اپنی ریفرنسمنٹ کو ہدایت دیتا ہوا میٹنگ روم کی جانب بڑھا تھا۔ اس کے اپنی نشست پر بیٹھتے ہی عنایہ بھی میٹنگ روم میں داخل ہوئی تھی۔ عنایہ کے لیے زیان کے ساتھ والی نشست رکھی گئی تھی۔ وہ مجبوری میں وہاں بیٹھنے ہی والی تھی جب سیمل آ کر دھڑلے سے وہاں بیٹھ چکی تھی۔

"تم میٹنگ روم میں کیا کر رہی ہو؟"

سفیان جو سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا سختی سے بولا تھا۔
"میں بھی دیکھوں میرے دونوں بھائی کیسے میٹنگ اٹینڈ کرتے ہیں"

وہ شرارت سے بولی تھی اس کے دونوں بھائی کہنے پر ان تینوں نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

"میٹنگ میں تم کسی بھی چئیر پر بیٹھ کر دیکھ سکتی ہو یہاں سے اٹھو" وہ ذرا سمجھلتے ہوئے نارمل انداز میں بولا تھا۔

"کیوں یہاں کیوں نہیں بیٹھ سکتی؟"

سیمل منہ بنا کر پوچھ رہی تھی۔ عنایہ اس سب کے درمیان بس خاموش کھڑی تھی۔ زبان کے دل میں ابھرتے احساس کی کتنی آسانی سے سفیان ترجمانی کر رہا تھا زبان بس سوچ کر دل سے خوش ہو گیا تھا وہ بھی تو یہی چاہتا تھا۔۔۔

"کیوں کے یہ عنایہ کی جگہ ہے"

سفیان نے اسے جتاتے ہوئے کہا تھا۔

"اوہ اوکے میں کہیں اور بیٹھ جاتی ہوں"

وہ ان دونوں کے درمیان اپنی وجہ سے کوئی تلخی نہیں چاہتی تھی جو غلطی وہ کر چکی تھی اب اس کو سدھارنا چاہتی تھی اس لیے آسانی سے اٹھنے کو تیار ہو گئی تھی۔

نہیں اٹس اوکے سیمیل تم یہاں بیٹھ جاؤ سفیان کے ساتھ سیٹ ہے"
 "میں وہاں جا رہی ہوں

وہ سنجیدگی سے کہتی ہوئی سفیان کے ساتھ والی سیٹ کی جانب بڑھ گئی
 تھی۔ زیان کے دل میں کوئی احساس جاگا تھا۔ اسے عنایہ کے اس سرد
 مہری سے تکلیف ہو رہی تھی مگر اس تکلیف کی وجہ وہ خود تھا۔ اس
 لیے صبر کر رہا تھا۔

آج آنٹی مریم سفیان کا رشتہ لے کر زرشلا کے ہاں جا رہی تھیں۔ اس
 سلسلے میں زیان اور سیمیل ان کے ہمرا تھے سفیان کو بڑی مشکل سے
 انہوں نے گھر روکا تھا نہیں تو وہ ان سے پہلے زرشلا کے گھر پہنچ
 جاتا۔ زرشلا کے گھر ان کا شاندار استقبال کیا گیا تھا۔ عنایہ بھی زرشلا
 کی ہیلپ کے لیے زرشلا کو گھر ہی آئی ہوئی تھی۔

"ہاں بھی آگئے تیرے سسرالی"

عنایہ نے زرشلا کو کمر پر مکا رسید کرتے ہوئے شرارت سے کہا تھا۔

شرم کر عنایہ میں پہلے ہی اتنی نروس ہوں اور تم اور تنگ کر رہی " ہو؟"

وہ اپنے حجاب کو فائنل ٹچ اپ دیتے ہوئے بولی تھی
"لو اس میں نروس ہونے والی کونسی بات ہے"
عنایہ نے ہنس کر کہا تھا۔

"تم میری جگہ ہوتی تو بتاتی تمہیں"
وہ منہ پھولا کر بولی تھی۔

ابھی تم اس جگہ پر ہونا تو تمہیں ہی رکھتے ہیں۔ میں سلام لے آئی "
"ہوں تم چلو میں چائے کو دیکھ لوں ذرا
عنایہ اسے تاقید کرتے ہوئے کچن میں چلی گئی تھی۔
"عنایہ چائے؟؟"

کچھ دیر بعد زرشالا نے کچن میں آ کر چائے کیوں میں ڈالتی عنایہ کو کہا
تھا۔

"اوکے میں ذرا تمہیں ٹرے سیٹ کر دوں"

وہ ایک بڑی سی ٹرے میں لوازمات سجاتے ہوئے بولی تھی۔

دیکھو چائے لے کر جانا وہ بھی ان کے سامنے جو آپ کے رشتے کے " لیے آئیں ہوں بڑا اہم مرحلہ ہوتا ہے جس سلیقے اور نفاست سے آپ چائے اور دیگر لوازمات مہمانوں کے سامنے جا کر رکھتے ہیں وہ لڑکی کے "گھرداری کے بارے میں اہم معلومات دیتے ہیں۔"

وہ اپنی دھن میں بولتی جا رہی تھی جب اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔ سامنے زرشی کا نام و نشان تک نا تھا وہ کہہ کر کب کی جا چکی تھی۔ "اف اس لڑکی کا کیا ہو گا"

اس نے بے اختیار سر پر ہاتھ مارا تھا۔ اور اگلے لمحے وہ چپکے سے لاؤنج میں داخلی دروازے کی اوٹ میں کھڑی زرشالا کو باورچی خانے میں آنے کا اشارہ کر کے آئی تھی۔ وہ دوبارہ سے کچن میں آ کر ٹرے سجانے لگی تھی جب اسے کسی کی آہٹ محسوس ہوئی تھی۔ اس نے بغیر دیکھے بولنا شروع کر دیا تھا۔

تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آتی بدتمیز۔۔۔ سسرال والے تمہارے آئیں " ہیں اور تم ہو کے مجھے کام میں لگا کر رکھا ہے۔ چلو بس میں اپنے گھر جا رہی ہوں تم خودی سمجھا لو اپنے مہمانوں کو۔۔۔ ویسے زرشی کی بیچی

میری باری میں دیکھنا تم سے ہی بدلے پورے کروں گی تب تم کرنا یہ
"سارے کام اور میں بیٹھوں گی مہمانوں کے پاس۔"

وہ نان سٹاپ بولتی چلی جا رہی تھی مزید بولتی رہتی اگر اسے اپنے
عقب میں زیان کی آواز نہ سنائی دیتی۔

بس بھی کر جاؤ ریڈیو پاکستان بولتی ہی جا رہی ہو اور دیکھ تو لیا کرو"
کے سننے والا کون ہے اور تم سنا کسے رہی ہو۔ ویسے تمہیں سسرال
"والوں کے پاس بیٹھنا نہیں پڑے گا تمہارا دولہا ڈائریکٹ نکاح کرے گا
وہ ایسے بات کر رہا تھا جیسے گزشتہ دن کچھ ہوا ہی نا ہو۔ زیان کی
آواز اور اس کی بات سن کر عنایہ ٹھٹکی تھی۔"

"زرشالا"

اس نے بلند آواز میں زرشالا کو آواز دی تھی۔ وہ زیان کو مکمل طور
پر اگنور کر رہی تھی۔ اس کی سرد مہری سے زیان کو بہت تکلیف ہوئی
تھی۔

"عنایہ تم میری بات کا جواب نہیں دے رہی؟"

زیان نے دو قدم اس کی جانب بڑھائے تھے۔ مگر وہ ہنوز ایسے برتاؤ کر رہی تھی جیسے اس وقت کچن میں اس کے سوا کوئی دوسرا زی روح موجود ہی نا ہو۔

"عنایہ؟؟؟"

وہ تڑپ کر بولا تھا اس کی تڑپ عنایہ نے محسوس ضرور کی تھی مگر خاموشی اب بھی قائم تھی۔

"عنایہ دیکھو مجھے تکلیف ہو رہی ہے تمہارے اس رویے سے"

اس نے صاف گوئی سے کام لیا۔

عنایہ نے دل کی ہزار منتیں کرنے کے باوجود اسے ایک بار بھی نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔

"عنایہ کیا ہوا بن گئی چائے؟"

زرشی منہ میں کچھ چباتی ہوئی کچن میں آئی تھی۔

عنایہ نے ایک نظر اسے دیکھا تھا اور بڑی سنجیدگی سے بولی تھی۔

میں نے سب سیٹ کر دیا ہے اس سے پہلے سب ٹھنڈا ہو جائے تم"

"حافظ لے جاؤ میں گھر جا رہی ہوں اللہ"

"عنایہ رکو تو عنایہ؟؟؟؟؟"

زرشالا سے روکتی رہ گئی تھی مگر اسے نارکنا تھا وہ نہیں رکی تھی۔۔

زیان اب تک وہیں کھڑا لب کاٹ رہا تھا۔

"تم نے تو کچھ نہیں کہا اسے؟"

زرشالا نے اسے مشکوک نظروں سے دیکھا تھا۔۔

"نہیں پر اس نے میری سنی بھی نہیں"

اس سے پہلے زرشالی اس پر اپنا غصہ نکالتی وہ بھی باہر چلا گیا تھا۔۔

"ان کے درمیان سب ٹھیک کر دے یا اللہ"

اس نے دل سے دعا کی تھی۔۔

"کہاں جا رہی ہو ہاں؟"

وہ اس کے آگے آ کر کھڑا ہوا تھا۔

عنایہ غم و غصے میں پیدل ہی زرشالی کے گھر سے اپنے گھر کی طرف

نکلی تھی اس کا گھر چونکہ زرشالی کے گھر کے بہت قریب تھا اس لیے

وہ پیدل ہی مسافت طہ کر لیا کرتی تھی۔ وہ اپنی دھن میں مگن چل رہی تھی جب زیان نے آکر اس کا راستہ روکا تھا۔

"تم سے مطلب"

وہ اکرٹ کر بولی تھی۔

ہاں مجھ سے ہی مطلب ہے اکیلے آنے کی کیا ضرورت تھی مجھے کہہ "!"

وہ بھی سختی سے بولا تھا۔

"نا مجھے تم سے کچھ سننا ہے اور نا ہی کچھ کہنا ہے آئی سمجھ؟"

اس وقت اکا دکا لوگ ہی تھے وہاں۔ اس لیے وہ ان کے سامنے بھی اس کا تماشا نہیں بنانا چاہتی تھی۔۔

زیان بس اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ عنایہ نے اس کے سائیڈ سے ہو کر

آگے چلنا شروع کر دیا تھا۔ اس حرکت پر زیان نے مٹھیاں بھینچ لی

تھیں۔ اور دوبارہ چہرے پر سختی کے تاثرات لئے اس کا راستہ روک کر

کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ میرے راستے سے ہٹو"

وہ غصے سے بولی تھی۔

تم راستے سے ہٹنے کی بات کر رہی ہو۔۔ میں تو ہماری منزل ایک " بنانے کا سوچے بیٹھا ہوں

وہ دلنشین انداز میں زومعنی بات کہہ گیا تھا۔ عنایہ کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا تھا۔ اس کی بات پر عنایہ نے سر اٹھا کر اس کی چمکتی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ اور تلخی سے کہا تھا۔

"بہتر ہے کے تم فضولیات نا سوچو"

وہ اتنا کہہ کر تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔ زیان بس جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہ گیا تھا۔۔۔

تعالیٰ آپ تو سب جانتے ہیں نا۔۔ میرے دل میں جنم لینے والے اللہ " اس نئے احساس کے بارے میں۔۔ تو تو میرے ماضی حال اور مستقبل کو جانتا ہے نا۔۔ میں نے کبھی یہ احساس کسی کے لیے محسوس نہیں

کیا۔۔ میں ہمیشہ سے سمجھتی آئی ہوں کہ میری محبت میری چاہت پر تو پلیز میرے دل سے نامحرم کی محبت میرے محرم کا حق ہے۔۔ یا اللہ تو مجھے ہمت و صبر عطا کر۔۔ میرے مالک مجھے کو نکال دے۔۔ یا اللہ ہمت دے کہ میں زیان کی دی گئی تکلیف بھولا سکوں۔۔ میں تو دکھ دینے والی باتیں کبھی بھی دھیان میں نہیں رکھتی تو کیوں اس کی دی تو گئی اذیت میرے دماغ پر حاوی رہتی ہے۔۔ مجھے ستاتی ہے۔۔ یا اللہ میرے دل و دماغ کو سکوں کی دولت سے نواز دے۔۔ بیشک سکوں "تیرے ذکر میں ہی ملتا ہے۔۔"

وہ کافی دیر سے عنایہ کو دیکھ رہی تھیں جس نے اب دعا مکمل کر کے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔ نماز تو وہ ہمیشہ ہی باقاعدگی سے پڑھتی تھی مگر کبھی اتنی لگن ہو کر انہوں نے اسے نماز پڑھتے نہیں دیکھا تھا۔ نجانے سے کیا باتیں کرنے میں مصروف تھی جس نے اسے ارد گرد وہ اللہ سے بالکل بیگانہ کر دیا تھا۔

"عنایہ بیٹا خیریت ہے؟؟"

اس کے آنسوؤں سے تر چہرے کو دیکھ کر جمیلہ نے اسے اپنے پاس بلایا تھا۔ عنایہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی تھی۔

"جی نانی ماں سب خیریت ہی ہے"

اس نے ان کی تسلی کے لیے مسکرانے کی کوشش کی تھی مگر مکمل طور پر مسکرا نا سکی۔

"عنایہ سچ بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے میری جان؟"

انہیں تشویش ہوئی تھی۔

"نانی ماں کیوں پریشان ہو رہی ہیں؟؟ ٹھیک ہے سب"

وہ نظریں پھیرتے ہوئے بولی تھی۔

"بیٹا میں تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں چلو بتاؤ کیا ہوا ہے؟؟"

وہ اس کا چہرہ اپنے جھڑیوں والے بوڑھے ہاتھوں میں لے کر بولی

تھیں۔

"نانی ماں۔۔۔"

اس نے بلک بلک کر ساری کی ساری حقیقت ان کے سامنے کھول کر رکھ دی تھی۔۔ اپنا سارا حالِ دل سنا ڈالا تھا۔۔ جمیلہ کچھ دیر تک خاموش بیٹھی رہیں تھیں۔

"نانی ماں؟؟؟"

عنا یہ نے انہیں آواز دی تھی۔

بیٹا ان کے لیے اپنے آنسو ضائع نہیں کرتے جو اس کے مستحق نہیں" ہوتے۔۔

"نانی ماں یہ میرے بس میں نہیں ہے۔۔"

وہ بے بسی سے بولی تھی۔۔

بیٹا سب کچھ بس میں ہوتا ہے بس ہم یہ سوچ کر بیٹھ جاتے ہیں کے " ہمارے بس کی بات نہیں۔ ہم وہ کام کرنے کا عزم تو کریں۔۔ لیکن "ہم کیے بغیر ہی یہ سوچ کر بیٹھ جاتے ہیں کے ہم سے نہیں ہو گا۔۔ وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی تھیں۔

نانی ماں میں اس کو معاف کر چکی ہوں یقین کریں۔۔ دل سے معاف" کر چکی ہوں۔۔ اس کے معافی مانگے بغیر ہی۔۔ پر آنسوؤں پر میرا

کنٹرول نہیں ہے خود بخود وہ منظر میرے سامنے آ جاتا ہے اور میں پھر
 "خود کو وہیں محسوس کرتی ہوں
 وہ صاف گوئی سے بولی۔

بیٹا معاف کر چکی ہو تو پھر یہ کیا ہے؟؟ اسکو صحیح طرح کیوں نہیں بلا"
 "رہی تم؟؟"

نانی ماں اس نے ایک بار بھی مجھ سے معافی نہیں مانگی۔۔ چلیں معافی"
 نا مانگے پر اپنی غلطی تو تسلیم کر لے نا۔ اس دور ناگوار میں اپنی غلطی
 تسلیم کر لینا بھی بڑی بات ہے۔۔ مگر اسے ذرا احساس نہیں ہے کے
 "مجھے پر کیا بیت رہی ہے اس کی وجہ سے

اس کی آنکھیں پھر سے رونے کی تیاری کرنے لگیں تھیں اس نے بڑی
 مشکل سے خود کو قابو کیا ہوا تھا۔۔

"بیٹا پھر اگر اسے احساس نہیں ہو رہا تو تم اسے احساس دلاؤ"
 وہ مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

"میں۔۔؟؟؟ کیسے۔۔؟؟"

وہ نا سمجھی سے بولی تھی۔۔

بڑی آسان سی ترکیب ہے۔۔ اسے اگنور کرو اور اپنی اہمیت کا احساس " دلاؤ۔۔ کبھی بھی اپنی خود اعتمادی کو کسی بھی وجہ سے کم نا ہونے دینا۔۔ اسے لا تعلق ہو جاؤ کچھ عرصہ کے لیے ہی مگر ہو جاؤ اس سے تم "دونوں کو اپنی زندگیوں میں ایک دوسرے کی اہمیت کا علم ہو گا نانی ماں اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے سنجیدگی سے اسے سمجھا رہی تھیں۔۔ وہ ان دونوں کو اچھے سے جانتی تھیں۔۔ محبت کر بیٹھے تھے دو نادان مگر کہنے کا حوصلہ نارکتے تھے۔۔ اور ایک دوسرے کی سوا سب سے اپنا حال دل کہہ بیٹھے تھے۔

"آنٹی میں آ جاؤں؟؟"

زیان نے مریم کا دروازہ ناک کرتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں بیٹا"

اندر سے فوراً آواز آئی تھی۔۔ زیان اندر آ کر مریم کی گود میں سر رکھ کے لیٹ گیا تھا۔۔

"آنٹی آپ اکیلی ہیں سیمل کہاں گئی ہے؟"

تمہیں تو پتا ہے نا اس کا سفیان کا اتنا سر کھایا ہوا تھا کے رشتہ پکا
ہونے کی خوشی میں ٹریٹ چاہیے کچھ ہی دیر ہوئی ہے وہ اسے آکس

"کریم کھلانے لے کر گیا ہے

وہ ہنستے ہوئے بولی تھیں۔

ہاہا اچھا ہے بعد میں آنٹی یہ روز کی کہانی ہو گی بس سیمل کی جگہ "
"زرشی ہو گی

وہ بھی شرارت سے بولا تھا۔

"بد تمیز تم انھیں چھوڑو اپنا بتاؤ"

وہ مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

"میرا۔۔ کیا مطلب؟؟"

وہ الجھا تھا۔۔

بھئی سفیان اور تم ہم عمر ہونا تو اس حساب سے تم دونوں کی شادی "

"کر دینی چاہیے اب۔۔ اس کا تو آدھا کام ہو گیا تم اپنی بتاؤ

وہ آہستہ آہستہ اس موضوع پر آ رہی تھیں جس پر وہ کئی دنوں سے بات کرنا چاہتی تھیں۔

"مجھے ابھی شادی نہیں کرنی"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کا سر جھک گیا تھا۔

"کیوں نہیں کرنی کوئی لڑکی پسند ہے تو بتاؤ؟"

وہ جانتی تھیں اس کی پسند کون ہے مگر اس کے منہ سے سننا چاہتی تھیں۔

"نہیں تو ایسی کوئی بات نہیں"

اس نے جھوٹ بول کر اپنی جان چھڑوانی چاہی تھی۔

"ادھر دیکھو میری طرف؟"

مریم نے اس کی ٹھوڑی چھوتے ہوئے کہا تھا۔ زیان نے بمشکل سر اٹھا کر ان کی جانب دیکھا تھا۔ وہ ان کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا۔

"کیا بات ہے بیٹا؟؟ سچ سچ بتاؤ"

اس کے چہرے پر رقم دکھ کی تحریر پڑھ کے وہ پریشان ہوئی تھیں۔

"آنٹی وہ۔۔۔۔"

اس نے عنایہ سے پہلی ملاقات سے لے کر موجودہ تلخی کے بارے میں سب بتا دیا تھا۔

بیٹا محبت کی پہلی سیڑھی ہی یقین ہوتی ہے ایک دوسرے پر اعتماد ہوتا ہے۔۔ مگر تم نے اس کے اعتماد کو اس کے مان کو ٹھیس پہنچائی ہے۔۔ اب اسے معاف کرنے میں ٹائم تو لگے گا نا۔

"پر آئی اس نے کبھی نہیں کہا کہ اسے مجھ سے محبت ہے" وہ سچ ہی تو کہہ رہا تھا۔

تو گدھے کہیں کے تم نے اسے کہنا تھا یا اس نے؟؟ تم ابھی تک اس "کی نیچر سے واقف نہیں ہوئے" مریم نے اس کے سر پر چپت لگائی تھی۔ "اوہ ہاں۔۔"

اس کے دماغ میں کچھ تو سمجھ آ ہی گئی تھی۔

"اور تم نے اس سے معافی مانگی؟؟"

وہ تیوری چڑھاتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

میں بہت ہمت کرتا ہوں پر اس کی سرد مہری دیکھ کر میری ہمت "ٹوٹ جاتی ہے۔۔"

وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔

بیٹا لڑکیوں کے جذبات بہت نازک ہوتے ہیں۔۔ ان کا دل کانچ کے "جیسا ہوتا ہے ذرا سی خراش پر ٹوٹ جاتا ہے اور تم نے تو اس کی مخلصی پر اتنی بڑی بات کہہ دی۔۔"

مریم بولی تھیں۔

میں مانتا ہوں اپنی غلطی۔۔ مگر اس کی سرد مہری مجھے بہت تکلیف "دیتی ہے۔"

"کیا تم جانتے ہو اس کی سرد مہری کی وجہ کیا ہے؟؟"

وہ اس سے پیار سے پوچھ رہی تھیں۔

ہاں ظاہر ہے میں خود ہوں نا میں اس دن بکواس کرتا نا آج وہ مجھ "سے اتنا بیگانہ ہوتی۔۔"

وہ اپنے سر ہاتھوں میں تھامتے ہوئے بولا۔

"تو تم یہ بھی جانتے ہو گے کہ اس کا رویہ پہلے جیسا کیسے کیا جائے؟؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی تھیں۔

"میں کیسے کر سکتا ہوں بھلا؟؟؟"

وہ سمجھ نہیں سکا تھا۔

ظاہر ہے اس کو مناؤ۔۔ تھوڑے عرصے تک اس کی سرد مہری

برداشت کرو۔۔ اس کے نخرے اٹھاؤ۔۔ اس کے یقین اور اعتماد کو پھر

"سر بحال کرو۔۔ اور اس کا مان دوبارہ قائم کرو میری جان

وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"کیا ایسا کرنے سے وہ مجھے معاف کر دے گی ہاں؟"

ہاں ہاں وہ بہت انمول لڑکی ہے زیان تم اپنی غلطیوں کی وجہ سے

"اسے کھومت دینا۔۔

"آپ فکر نا کریں میں جانتا ہوں اسے کیسے ماننا ہے"

زیان کی ہمت بندھی تھی۔ اور اٹھ کر وہ اپنے روم میں چلے گیا تھا۔

ان دونوں کے درمیان سب ٹھیک کر دے۔ مریم نے دل سے ان اللہ

کی خوشیوں کی دعا کی تھی۔

"ہاں بھائی خیر تھی آج کیسے موڈ ہو گیا مجھے کافی پلانے کا؟"

سفیان خوش ہوتا ہوا اس کے گلے لگا تھا۔ وہ اس وقت کیفیٹیریا میں کافی پینے آئے تھے۔ اور حیرت انگیز طور پر یہ کافی آج زیان کی طرف سے تھی۔

"بس میں نے کہا غریبوں کا بھی بھلا کر دینا چاہیے کبھی کبھی"

وہ اسے چڑاتا ہوا بولا۔

"تو کبھی کبھی کیوں روز کیا کر میرا بھی کھانے کا خرچہ بچے گا۔"

وہ اس کی بات کا ذرا بھی اثر لئے بغیر بولا تھا۔

"شرم کر بھکر"

"اوہ وہ تو نہیں کر سکتا اور میرے بس میں کچھ ہو تو بتا۔"

"ہاں وہی بتانے کے لیے یہاں بلایا ہے تجھے"

زیان ایک دم سنجیدہ ہوا تھا۔

"کیا ہوا سب خیریت؟"

سفیان کو اس کے غیر معمولی سنجیدگی دیکھ کر تشویش ہوئی تھی۔
 یار وہ مجھے بالکل نہیں بلاتی۔۔۔ نا میرے میسجز اور کالز کا جواب دیتی"
 "ہے۔۔ اور اگر براہ راست ملیں تو بالکل مجھ سے لا تعلق رہتی ہے۔۔
 وہ دکھی لہجے میں بولا تھا۔

"کون؟؟؟"

سفیان نے جان بوجھ کر پوچھا تھا۔
 "عنا یہ اور کون؟"

زیان اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا۔
 اسی دوران ان کے کافی کے مگ آگئے تھے ویٹر سے ٹرے کا توازن
 ایک لمحے کے لیے برقرار نا ہو سکا جس کی وجہ سے ان کے ٹیبل پر
 تھوڑی سی کافی چھلکی تھی۔

"ہینڈل ود کیئر یار"

زیان ویٹر سے مخاطب ہوا تھا۔ وہ سر ہلا کر چلا گیا تھا۔
 "ہاں تو میں اس میں تیری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

سفیان نے اپنا مگ اپنی طرف کھسکایا تھا۔

"ظاہر ہے مجھے بتا میں کیا کروں تو تو ایکسپرٹ ہے نا اس معاملے میں۔"

وہ تھوڑی سی خوشامند کرتے ہوئے بولا تھا جب کے مقابل اسے اپنی تعریف سمجھ بیٹا تھا اور اکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ زیان کو اس کر اکڑ کر بیٹھنے پر بڑی ہنسی آئی تھی مگر کنٹرول کر گیا تھا۔

"اچھا اب صحیح بتاؤں؟"

سفیان سنجیدہ ہوا۔

"ہاں؟؟؟"

وہ پچھینی سے بولا تھا۔

"تو بھی وہی کر ہو تو نے ابھی ویٹر کو کرنے کو کہا۔"

وہ اسے الجھن میں ڈال کر بولا تھا۔

"کیا مطلب۔۔! میں نے کیا کہا ہے ویٹر کو؟؟؟"

وہ الجھن کا شکار ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"ہینڈل ود کیئر میری جان"

کچھ کچھ اس کے پلے پڑ گیا تھا۔

ہاں ٹھیک سمجھا تو۔۔ اسے پیار سے مانا میرے بھائی۔۔ کیتر سے۔۔ وہ " بہت اچھی لڑکی ہے تم سے تو کیا کسی سے بھی زیادہ ٹائم کے لیے "ناراض نہیں ہوتی وہ۔۔

سفیان اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا تھا۔

"ہاں یار میں پوری کوشش کروں گا۔۔"

وہ خوش ہو کر بولا تھا۔

"چل پھر اسی بات پر منگوا ایک کافی اور"

زیان نے حیرت سے اس بھوکے انسان کو دیکھا تھا زیان کا ایک مگ بھی ابھی پورا نہیں ہوا تھا اور وہ دوسرے کی فرمائش کر رہا تھا۔

"آرام سے بیٹھ جا۔۔"

وہ اسے آنکھیں دکھاتے ہوئے بولا تھا۔

سوچ لے میں ابھی عنایہ کو کہہ سکتا ہوں کے زیان بندر کو تجھ سے "مجت ہو گئی ہے

وہ اسے دھمکاتے ہوئے بولا۔۔

"اچھا بھائی منگوا رہا ہوں غصہ کیوں کر رہا ہے"

وہ غصے سے چبا چبا کر بولا تھا۔

"ہاں مانتا ہے نا مجھے اپنا باپ"

"جی ابا جی اپنی کافی سے لطف لیں۔۔"

اس کا دوسرا مگ آ گیا تھا۔ اسی دوران سفیان کے موبائل پر کال آئی تھی۔ موبائل سکرین پر زرشکی کا نمبر جگمگا رہا تھا جسے دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری تھی۔ اس نے جاندار مسکراہٹ لیے فون اٹھایا تھا۔ اسی لمحے زیان اٹھ کر کہیں گیا تھا۔ سفیان نے دھیان نہیں دیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد جب وہ فون سے فارغ ہوا تو اس نے دیکھا کہ کیفیٹیریا میں زیان کا نام و نشان تک نا تھا۔ ابھی وہ اس کی تلاش میں نکلنے ہی لگا تھا جب ویٹر اس کے پاس آیا تھا۔ یہ وہی ویٹر تھا جو اس کی کال کے دوران دو مرتبہ اس سے بات کرنے آیا تھا۔

"سر بل"

وہ ادب سے بولا تھا۔

"تو کیا کروں میں اس کا؟"

وہ حیران ہوتے ہوئے بولا تھا۔

"ظاہر ہے بل ہے پے کیجیے"

وہ اس شخص کے اندر دماغ تلاش کر رہا تھا شاید جسے یہی نہیں معلوم تھا کہ بل کیوں دیا جاتا ہے۔

یہاں جو کچھ دیر پہلے میرے ساتھ بیٹھا تھا آپ کو پتا ہے وہ کہاں ہے؟

اس نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا تھا۔

جی وہ تو کب کے جا چکے ہیں ہاں انہوں نے آپ کو یہ دینے کو کہا تھا۔

ویٹر نے اسے ایک چٹ پکڑائی تھی۔ سفیان نے اس کے ہاتھ سے چھین کر چٹ کھولی تھی۔

"بیٹا تیرا باپ میں ہی ہوں۔ اب بتا مانتا ہے نا مجھے اپنا باپ"

چٹ کے وسط میں ایک چھوٹی سی سطر لکھی گئی تھی۔ سفیان نے بڑی

مشکل سے اپنا دل سمجھا کر بل پے کیا تھا اور زیان سے ملنے نکلا

تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا زیان اس وقت کہاں ہو گا

"اوہ ہیلو تم کہاں گھسے چلے آ رہے ہو؟"

زرشالا نے حیرت سے زیان کو دیکھا تھا۔

"کون ہے بیٹا؟"

جمیلہ نے اس کا انداز دیکھ کر حیرت سے پوچھا تھا وہ اس وقت عنایہ کے گھر آئی ہوئی تھی۔

"السلام علیکم نانی ماں"

اس نے آگے بڑھ کے جھک کے نانی ماں سے پیار لیا تھا۔

"کیسا ہے میرا بچہ؟"

انہوں نے پیار سے پوچھا تھا۔

"کون سا بچہ؟"

وہ ان کے پاس ٹیبیل پر پڑی بریانی کی پلیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا تھا۔ اور

بریانی سے انصاف کرنے لگا تھا۔

"تم اور کون"

وہ بھی اس کی شرارت پڑ ہنس پر تھیں۔

"عناہ زیان تمہاری پلیٹ پکڑ کے بیٹھ چکا ہے۔۔۔ آ جاؤ جلدی"

زرشالا نے لاؤنج سے ہی آواز لگائی تھی۔ اس کے کہنے کی دیر تھی وہ بھاگتی ہوئی آئی تھی۔ پر اس نے کچھ کہا نہیں تھا بس دیکھ کر دوبارہ چلی گئی تھی۔ اس کے بھاگ کر آنے پر زیان کے دل میں جو خوشی پیدا ہوئی تھی وہ اک پل میں دور ہو گئی تھی۔ اسے لگا تھا کہ وہ آئے گی اور پہلے کی طرح اس سے لڑنا شروع ہو جائے گی۔ مگر ایسا نا ہوا تھا وہ تو بس لا تعلق کا اظہار کر کے چلی گئی تھی۔۔۔ زیان کو پھر شدت سے اس کے اس رویے کا بہت دکھ ہوا تھا۔

"وہ نہیں کہہ رہی تو میں تو ہوں نا اس کی اصلی دوست لاؤ واپس کرو"

زرشالا کمر پر دونوں ہاتھ رکھے کہتی آگے آئی تھی۔ جمیلہ اور زیان اس کا سٹائل دیکھ کر ہنس پڑے تھے۔

"نہیں دوں گا کیا کر لو گی؟"

وہ اسے مزید تنگ کرتے ہوئے بولا۔

"ابھی بتاتی ہوں تمہیں میں۔"

وہ زچ ہو کر بولی تھی۔ اسی دوران دروازہ بجا تھا زیان نے فوراً پلیٹ زرشی کے ہاتھ میں تھمائی تھی اور کچن میں چلا گیا تھا۔ اسے کیا ہوا وہ حیرت سے سوچتی ہوئی دروازے کی جانب بڑھی تھی۔ اس نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ سفیان یوں آگے بڑھا تھا جیسے دو دن کا بھوکا کھانے کی طرف بڑھتا ہے۔

"اوہ ہیلو تمہیں کیا ہوا اب؟"

زرشی نے حیرت سے اس کی حرکت دیکھی تھی۔

"کچھ نہیں کیا زیان ادھر آیا؟"

زرشی ابھی بولنے ہی والی تھی جب اندر سے زیان کی آواز آئی تھی

"زرشی اسے کہہ دو کہ وہ گھر نہیں آیا"

زرشالا نے اسی کے انداز میں اس کا جملہ دہرا دیا تھا۔

"زیان کے بچے"

وہ کچن کی طرف بھاگا تھا۔ پر کچن میں داخل ہوتے ساتھ ہی عنایہ

سامنے تھی زیان اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔

"عنایہ ہٹ جاؤ سامنے سے۔۔ میں کہہ رہا ہوں ہٹ جاؤ"

وہ جذباتی ہوتے ہوئے بولا۔

"کیوں ہٹوں؟"

وہ از حد سکون سے بولی تھی۔

"دیکھو تمہاری وجہ سے یہ میرے ہاتھ سے نکل جائے گا"

سفیان عنایہ کے پیچھے کھڑے زیان کو گھور کر بولا تھا۔

"بھائی میں ایسا ہر گز نہیں ہونے دوں گی پھر"

وہ مسکراتے ہوئے سائیڈ پر ہوئی تھی اور سفیان اور زیان ایک دوسرے

سے گھتم گھتا ہو گئے تھے۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟"

ان کا شور سن کر جمیلہ اور زرش بھی وہیں آ گئے تھے۔ اب منظر کچھ

یوں تھا کہ عنایہ کچن کر دروازے میں کھڑی ان دونوں کو لڑتے دیکھ

کر لطف لے رہی تھی زیان نے ایک ہاتھ سے سفیان کے بال پکڑے

ہوئے تھے اور دوسرے سے سفیان کے ہاتھ کا مقابلہ کر رہا تھا سفیان

نے بھی اسی طرح ایک ہاتھ سے زیان کے بال پکڑے تھے اور دوسرا

ہاتھ سے زیان کا ہاتھ سختی سے پکڑا ہوا تھا۔ نانی ماں کی آواز پر وہ دونوں سیدھے ہو کر کھڑے ہوئے تھے۔

"کیا ہو گیا ہے تم دونوں کو ہاں؟ کیوں لڑ رہے ہو یوں؟"

زرشالا نے غصے سے پوچھا تھا۔

"اس نے میرے ساتھ۔۔۔۔۔"

سفیان نے بل والی ساری بات ان کے گوش گزار کر دی تھی جس پر ان سب کے قبضے گونجے تھے۔

"بہت اچھا ہوا"

زرشی اسے چڑاتے ہوئے بولی تھی۔

"تمہارا تو میں بند و بست کرتا ہوں"

وہ بھی اسی کے انداز میں گویا ہوا۔

"کیا کرو گے اس کا بند و بست تم؟"

عناہ نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بس تمہیں فنکشن انجوائے کرنے تھے نا بس ایک ہفتہ انتظار کر لو"

"کیا مطلب ہے تمہارا ہاں؟"

عنایہ حیرت سے کھڑی اس کی شکل دیکھ رہی تھی۔
 بھئی تم تو اس دن جلدی چلی گئی تھی نا اس لیے تمہیں کچھ نہیں"
 معلوم بلکہ اس نکمی کو بھی کچھ نہیں معلوم۔۔ میں بتاتا ہوں۔ آنٹی مریم
 نے زرشکی کی اماں کو صاف لفظوں میں جہیز لینے سے انکار کر دیا تھا
 اور ان دونوں میں طہ ہوا تھا کے منگنی کرنے کی بجائے سیدھا شادی ہو
 گی۔۔ اور اس کے لیے انہوں نے دن ایک ماہ بعد رکھنے تھے لیکن تم
 فکر نا کرو میری بہن عنایہ میں آج ہی آنٹی سے فون کروا رہا ہوں کے
 اگلے ہی ہفتے ہماری شادی کا انتظام کریں تیاریاں دونوں طرف مکمل
 ہیں۔

وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ زرشکی تو شرم سے چہرہ چھپاتی وہاں سے
 بھاگ گئی تھی۔

"ارے واہ۔۔ مزہ آئے گا پھر تو"

عنایہ پر جوش ہوتی بولی تھی۔

"چلو تم نانی ماں پاس بیٹھو میں تمہارے لیے چائے لاتی ہوں"

عنایہ نے کہا تھا نانی ماں اور سفیان باہر چلے گئے تھے۔ جب کے زیان کی عنایہ مکمل طور پر نظر انداز کر رہی تھی۔

"عنایہ؟؟"

زیان نے اس کا نام پکارا تھا۔

دوسری طرف مکمل خاموشی تھی۔

"عنایہ میری بات تو سن لو نایار"

وہ تڑپ کر بولا تھا۔

"مجھے تم سے کچھ نہیں سننا بہتر ہوگا چلے جاؤ یہاں سے"

وہ سختی سے بولی تھی۔

"عنایہ میں مانتا ہوں۔۔۔"

زیان کا فون بجا تھا اور اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔ اس نے نمبر

دیکھا جہاں دادا کے نام سے کال آ رہی تھی اس نے کال اٹھائی تو کوئی

انجان شخص بول رہا تھا۔ اس نے شروع کی بات سنی تھی اور آگے

اسے کچھ سنائی نہیں دیا تھا۔

"کون سا ہسپتال؟"

ٹوٹے ٹوٹے سے لفظ نکلے تھے اس کی زبان سے۔۔
 عنایہ بھی اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر کچھ سمجھ نہیں پائی تھی۔
 اس کے دل میں وسوسے آ رہے تھے۔ فون بند کر کے وہ عجیب
 نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

"کیا ہوا ہے زیان؟"

عنایہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔

وہ کچھ بول نہیں سکا تھا۔

"زیان بتاؤ مجھے کیا ہوا ہے!! تم کچھ بولتے کیوں نہیں؟؟؟"

وہ چیختے ہوئے اس کا کندھا ہلا رہی تھی۔ اس کی چیخیں سن کر سب
 وہاں آگئے تھے۔

"کیا ہوا ہے خیریت ہے نا؟"

نانی ماں مختلف خدشوں سے اپنے دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی تھیں۔

وہ دادا کے نمبر سے کال تھی۔۔۔ کوئی انجان بول رہا تھا۔۔۔ وہ کہہ

"رہا تھا کے۔۔۔"

اس سے لفظ ادا نہیں کیے جا رہے تھے۔

"بول دو بیٹا میری جان نکل رہی ہے۔۔ کیا ہوا ہے ریاض کو؟؟"

ان کا۔۔ ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔۔ حالت بہت خراب ہے۔۔ آپ"

"سب دعا کریں۔۔"

خبر تھی یا کوئی دھماکا جو ان کے سر پر کیا گیا تھا۔۔ وہ سب گم سم ہو

کر ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ مراقبے سے تب نکلے جب نانی

ماں ہوش سے بیگانہ ہوتی نیچے گرنے والی تھیں۔۔ زیان اور سفیان نے

جلدی سے آگے بڑھ کر انہیں تھاما تھا اور انہیں بیڈ پر لٹایا تھا۔

سفی تم ڈاکٹر کو بلاؤ۔۔ میں دادا کے پاس جاتا ہوں تم ان کے پاس"

"رہنا۔۔"

"زیان میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی"

عناہ بولی تھی۔

"تم نانی ماں کے پاس رکو میں جا رہا ہوں نا"

وہ اسے سمجھاتے ہوئے نرمی سے بولا تھا۔

میں نے کہا نا مجھے تمہارے ساتھ جانا ہے۔۔ نانی ماں کے پاس زرشہ"

"اور سفیان ہیں۔۔"

وہ آنکھوں سے ٹپکتے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی تھی۔

"چلو"

زیان کہتا ہوا باہر نکلا تھا۔ چادر لے کر عنایہ بھی اس کے پیچھے نکلی تھی۔ حجاب اس نے پہلے ہی کیا ہوا تھا۔

تیز تیز قدم اٹھاتے وہ دونوں ایک ساتھ ہسپتال کے کوریڈور سے گزر رہے تھے۔ چہرے پر ایک عجیب سا خوف اور وہم غالب تھا۔ بے چینی تو حد سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ مطلوبہ کمرے کے دروازے کے باہر کھڑے ہو کر انہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ عنایہ نے نم آنکھوں سے زیان کی جانب نظریں اٹھائی تھیں۔ گھبراہٹ تو دونوں پر طاری تھی۔ زیان نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھاما تھا اور دروازے کو دھکیلا تھا۔ سامنے جو منظر تھا وہ دیکھ کر دونوں کو یوں محسوس ہوا تھا جیسے ان کا دل کسی کے ہاتھ میں رکھ کر پھول کی طرح مسل دیا گیا

ہو۔۔ کون چاہتا ہے کے وہ اپنے کسی بہت خاص انسان کو پیٹوں سے جکڑا ہوا دیکھے۔۔ کمرے کے بالکل وسط میں ایک بیڈ رکھا گیا تھا جس میں ریاض صاحب غنودگی میں لیتے ہوئے تھے۔ ان کے دونوں ہاتھوں میں ڈرپ لگائی گئی تھی سر بھی مکمل طور پر پیٹوں سے باندھا گیا تھا۔ اور باقی کے جسم پر چادر اوڑھائی گئی تھی۔۔ ان کے چہرے پر جگہ جگہ نیل تھے۔۔ چہرہ انتہائی زرد تھا۔۔ ہلکے ہلکے خون کے دھبے تھے مگر زیادہ تر صاف کر دیے گئے تھے۔ عنایہ اور زیان کے لیے یہ منظر قیامت سے کم نا تھا۔۔ وہ جانتے تھے کے ان کے دادا نے اپنی زندگی میں بہت سی غلطیاں کی تھیں۔ ایسی خطائیں جن کی شاید معافی بھی نہیں ملتی۔۔ مگر پھر بھی انہیں قدرتی انسیت تھی اس ہستی سے جو ابھی اس دنیا سے بیگانہ بستر پر پڑی ہوئی تھی۔ عنایہ بھاگ کر ان کے بیڈ کے قریب رکھے سٹول پر بیٹھی تھی۔ روتے ہوئے اس نے دھیرے سے ریاض کو پکارا تھا۔

"دادا"

ان کے جسم میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی۔ وہ کافی دیر ان کو آوازیں دیتی رہی اور جواب کی منتظر رہی مگر انھیں نا بولنا تھا وہ نا بولے۔

"زیان دیکھو نا دادا جواب نہیں دے رہے"

وہ پریشانی سے بولی تھی۔۔ اسی لمحے اس روم کا دروازہ کھلا تھا اور نرس کے ساتھ ڈاکٹر داخل ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر عنایہ بھی اٹھ کر زیان کے قریب کھڑی ہوئی تھی۔

"آپ لوگ؟"

نرس نے ان سے پوچھا تھا۔

"یہ ہمارے دادا ہیں"

وہ دونوں ایک ساتھ ریاض کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولے تھے۔

"اوہ ٹھیک ہے آپ میرے ساتھ آ جائیں پیشنٹ کو ریٹ کرنے دیں"

ڈاکٹر ان دونوں کو اپنے ہمراہ لئے اپنے روم کی جانب بڑھ گئے تھے۔

ڈاکٹر کیسے ہوا یہ سب؟؟ صبح تو دادا بالکل ٹھیک تھے۔۔ آفس والوں کا " کہنا ہے کہ آج وہ آئے ہی نہیں۔۔ مگر وہ خود گئے تھے۔۔ مجھے انہوں نے دوسری کمپنی جا کر میٹنگ کرنے کا خود بولا تھا۔۔ پھر یہ؟؟

وہ بے چینی میں زیادہ ہی بول بیٹھا تھا۔

"دیکھیں آپ پہلے تو پرسکون ہو جائیں"

ڈاکٹر تحمل سے بولا تھا۔

ہم کیسے پرسکون ہو جائیں ہمارے دادا اس حالت میں بیڈ پر لیتے ہیں"

"جنہیں ہم نے صبح صبح سلامت دیکھا تھا۔

عناہ پریشانی سے بولی تھی۔

دیکھیے انہیں جو بھی یہاں لایا ہے وہ کافی ایماندار شخص تھا۔۔ پر انہیں"

لانے میں کافی تاخیر ہو گئی تھی۔۔ ایکسیڈنٹ کافی شدید ہوا تھا اور بہت

سی اندرونی اور بیرونی چوٹیں آئی ہیں۔۔ جب یہ یہاں لائے گئے ان کی

حالت بہت تشویشناک تھی۔ جس کی وجہ سے ہمیں انکا ارجنٹ آپریشن

کرنا پڑا۔۔ ہم ان کے گھر والوں کو بتانے میں وقت ضائع نہیں کر سکتے

"تھے نہیں تو ان کی جان بھی جاسکتی تھی۔

وہ انہیں آگاہ کرتے ہوئے بولا۔

"کون سا آپریشن؟؟"

وہ صدمے سے بولا تھا۔ عنایہ کی حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔

دیکھیے ان کی دونوں ٹانگوں میں بہت سے فریکچر آئے تھے۔۔ جس کے

لیے آپریشن لازمی ہونا

"تھا۔"

ڈاکٹر صاف گوئی سے بولا تھا۔

"تو اب کیا کنڈیشن ہے ان کی؟"

عنایہ پریشانی سے بولی تھی۔

افسوس ناک خبر ہے کہ یہ اب کبھی اپنے قدموں پر چل نہیں سکیں"

"گیں"

ڈاکٹر نے بڑے تحمل سے ان پر سچ آشکار کیا تھا۔۔ پر ان دونوں کو لگا

تھا جیسے انہوں نے کچھ غلط سن لیا ہو۔۔ یا ان کے کانوں میں سیسہ

ڈال دیا گیا ہو۔۔ پگھلا ہوا سیسہ کانوں میں ڈالنے کی بھی اتنی تکلیف

نہیں ہونی تھی جتنی وہ اپنے دادا کی تکلیف تصور کر کے محسوس کر رہے تھے۔

"کیا کہا آپ نے؟؟؟؟"

زیان شاک سے بولا تھا کچھ ایسی ہی حالت عنایہ کی بھی تھی۔۔ وہ تو زبان سے کوئی لفظ ادا کرنے سے بھی قاصر تھی۔۔

آپ کے دادا اب کبھی بھی اپنے قدموں پر کھڑے نہیں ہو سکیں"

وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

وہ دونوں گم سم سے وہیں بیٹھے رہ گئے تھے۔۔

ڈاکٹر زیان کے کندھے پر دباؤ ڈالتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔

آنکھیں آہستہ سے کھل رہی تھیں۔ وہ اپنے جسم میں تقریباً ہر جگہ کمزوری محسوس کر رہے تھے انہیں بہت زیادہ نقاہت محسوس ہو رہی تھی۔ آنکھوں سے آگے اندھیرا دور ہوتا جا رہا تھا وہ اب سب کچھ واضح

طور پر دیکھ سکتے تھے۔۔ ان کے پاس ایک نرس کھڑی تھی جس نے انکو آنکھیں کھولتا دیکھ کر باہر کی جانب قدم بڑھا دیے تھے کچھ دیر بعد انہیں کمرے میں عنایہ اور زیان آتے دکھائی دیے وہ دونوں انہیں بالکل اپنے دانی اور بلال کے جیسے لگے تھے انہیں ایک بار پھر ان کی آنکھوں کے سامنے ماضی دوہراتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ انہیں یوں لگا تھا جیسے وقت ایک بار پھر سے پیچھے چلا گیا ہو اور ان کے دانیال اور بلال ہنستے مسکراتے ہوئے ان کے سامنے آگئے ہوں۔۔ عنایہ کی گرے آنکھیں اور زیان کے چہرے کی سنجیدگی انہیں بلال اور دانیال کی یاد شدت سے دلا گئی تھی۔ انہیں دیکھ کر عنایہ نے ان کی جانب تیزی سے قدم بڑھائے تھے اور ان کے بیڈ کے قریب رکھے ہوئے اسٹول پر بیٹھ گئی تھی۔۔

"دادا کیسے ہیں آپ؟؟ یہ سب کیسے ہو گیا"

وہ روتے ہوئے بولی تھی۔ نقاہت کی وجہ سے ان سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا مگر دھیرے سے ان کے لبوں نے جنبش کی تھی۔۔

شاید۔۔۔ اسی کو مکافات عمل کہتے ہیں۔۔۔ میں نے جو اپنی۔۔۔

"اولاد۔۔۔ کے ساتھ کیا۔۔۔ آج خدا نے وہی میرے۔۔۔ ساتھ کر دیا"

وہ بڑی مشکل سے اپنا جملہ پورا کر پائے تھے۔۔۔
 غنودگی اب بھی ان پر غالب تھی اور پھر وہ نیند کی آغوش میں چلے
 گئے تھے۔۔۔

"دادا۔۔۔"

اس نے انہیں کئی بار پکارا تھا۔

"یہ تو پھر سو گئے"

وہ زیان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی تھی

"شاید دوائیوں کا اثر ہوگا"

اس کی بات پر اس نے سر ہلا دیا تھا اور ریاض کے اوپر چادر صحیح طرح
 کر کے دے دی تھی۔۔۔

"تم نے سفیان کو فون کر کے بتا دیا؟؟؟"

وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی وہ دونوں ابھی
 ریاض کے کمرے میں رکھے گئے صوفے پر ہی بیٹھے ہوئے تھے۔

نہیں بس سرسری سا بتایا ہے وہ ابھی نانی ماں اور زرشی کو لے کر آتا"
"ہی ہوگا"

زیان میں اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بتایا تھا۔

اس کی بات سن کر عنایہ نے سر ہلا دیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں سفیان
زرشی اور نانی ماں کے ہمراہ آتا ہوا دکھائی دیا تھا۔
"کیسا ہے میرا بھائی اب؟؟"

نانی ماں آتے ساتھ بے چینی سے پوچھ رہی تھیں
"نانی ماں یہاں بیٹھیں اور تخیل سے میری بات سنیں"
زیان انھیں اپنی نشست پر بٹھاتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا بات ہے بیٹا خیریت تو ہے نا؟؟"

ان کو کئی طرح کے وہم ستا رہے تھے۔

زیان نے ہمت کر کے ساری حقیقت ان کے گوش گزار کر دی
تھی۔۔ نانی ماں تو جیسے گنگ رہ گئیں تھیں۔ ان کی زبان کو جیسے تالے
لگ چکے تھے۔ وہ بس گم سم سی ان دونوں کو دیکھتی جا رہی تھیں۔۔
"نانی ماں؟"

عناہ نے انہیں پکارا تھا۔۔

بیٹا میرا بھائی تو جیتے جی مر گیا۔۔ جب اسے اس کی محتاجی کا پتا چلے گا

"تو اس کی کیا حالت ہو گی۔۔"

وہ روتے ہوئے بولی تھیں۔

نانی ماں حوصلہ رکھیں۔۔ ہم ہیں نا ان کے سہارے۔۔ آپ فکر نا

"کریں۔۔"

عناہہ بمشکل اپنے آنسو چھپاتی ہوئی بولی تھی۔

میرے ساتھ۔۔ یہی ہونا چاہیے تھا۔۔ یہ دنیا مکافات عمل

"ہے۔۔ سب یہی کہتے ہیں۔۔ اور بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔۔"

کسی نے کراہتے ہوئے جملے پورے کیے تھے۔۔ وہ ریاض تھے۔۔ اشکبار

آنکھوں سے انہی کو دیکھتے ہوئے۔۔ بول رہے تھے۔

"دادا۔۔"

زیان کے لب ہلے تھے۔

وہ ان کی ساری گفتگو سن چکے تھے۔۔

کی نافرمانی کی تھی میں نے اپنے بچوں کو تکلیف پہنچائی تھی نا۔ اللہ " نا۔۔ اب دیکھو مجھے سزا ملنی شروع ہو گئی ہے۔۔ اچھا ہے دنیا میں روز حشر معاف کر دے مجھ جیسے بھی کچھ سزا بھگت لوں گا۔ شاید اللہ "گناہگار کو۔۔۔"

وہ بڑی مشکل سے اپنی الفاظ ادا کر پائے تھے۔۔
باقی سب بس انہیں بے بسی سے دیکھ رہے تھے۔
"ریاض"

جمیلہ اٹھ کر ان کے پاس آئی تھیں۔۔ اور ان کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگی تھیں۔

"میرے پیارے بھائی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہمت مت ہارو۔۔"
وہ کس ہمت سے اپنے بھائی کو حوصلہ نا ہارنے کا کہہ رہی تھی اچھی طرح جانتی تھیں۔

نہیں آپا بس اب میں ہوں اور میرے لاتعداد پچھتاوے۔۔ میں وقت " پیچھے کر کے کچھ بھی ٹھیک نہیں کر سکتا۔ نا اپنی اولاد سے معافی مانگ

سکتا ہوں اور نا انہیں دوبارہ اپنے پاس ہنستا مسکراتا کھڑا کر سکتا ہوں۔۔

"میں تو اس رب کے سامنے بے بس ہوں آپا جان۔۔۔"

وہ بھی روتے ہوئے بولے تھے۔۔

ریاض یوں مت رو دیکھو بچے تمہیں دیکھیں گیں تو انہیں کتنی تکلیف"

"ہو گی۔۔"

وہ ان کے چہرے پر آنسو صاف کرتے ہوئے بولی تھیں۔

"پر جس تکلیف سے میں گزر رہا ہوں اس کا کیا آپا جان"

وہ آنکھوں میں نمی لئے سوال کر رہے تھے۔۔

تم خدا سے دعا کرو کہ تمہاری آزمائش کم کر دی یا تمہیں اس پر پورا"

"اترنے کی توفیق عطا کر دے

وہ بھی روتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"آپا جان۔۔۔"

آج ان کا بھی ضبط ٹوٹ گیا تھا سالوں کی غلطیاں اور کوتاہیاں انہیں یاد

آئی تھیں۔ کیسے ان کی وجہ سے دو ہنستے بستے خاندان اجڑ گئے تھے۔ آج

ان کے پاس دنیا کی ہر نعمت موجود تھی بس جو نہیں تھی وہ تھی دنیا

کی سب سے بڑی نعمت ان کی اولاد۔۔۔ وہ اپنی گناہوں پر تھے دل سے شرمندہ ہوتے بلک بلک کر رو پڑے تھے۔۔ ان کی حالت دیکھ کر وہاں موجود سبھی نفوس کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں۔۔ پر ریاض سمیت سب لوگ بے بس تھے۔۔ ان کے بس میں کچھ بھی نہیں تھا سوائے اس کے کہ خدا کی رضا میں راضی ہو جاتے سو انہوں نے وہی کیا تھا۔۔

ایک مہینے کا عرصہ یونہی پر لگا کر اڑ گیا تھا۔۔ سب لوگ اس دوران بہت مصروف رہے تھے۔ پندرہ دن کے بعد ریاض کو بھی ہسپتال سے چھٹی مل گئی تھی مگر اب انہیں چلنے پھرنے کے لیے سہارے کی ضرورت تھی اس لیے انہوں نے ایک نرس کو ہائر کر لیا تھا جو چوبیس گھنٹے ان کی خدمات کے لیے حاضر رہتی تھی۔۔ رہی بات سفیان اور زرشالا کی شادی کی تو۔۔ ان کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔

مریم اور سفیان نے بہت اعتراض کیا تھا کہ جب تک ریاض مکمل طور پر صحت یاب نہیں ہو جاتے وہ شادی کا سوچ بھی نہیں سکتے پر زیان نے بیرونی ممالک سے بھی ان کے اعلاج کی بڑی کوششیں کی تھیں مگر بے سود۔ اس لیے ریاض کے بے جا زور دینے پر وہ لوگ شادی کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ شادی میں اب بس ایک ہفتہ رہ گیا تھا اور ان چاروں کا ٹولہ آج شاپنگ کے لیے نکلا ہوا تھا۔ تاہم ابھی تک زیان اور عنایہ کے درمیان کی رنجش مختلف کوششوں کے باوجود ختم نا ہو پائی تھی۔

"عنایہ یہ دیکھو کیسا لگے گا یہ تم پر؟؟!"
 زرشلا اشتیاق سے اس کے ساتھ ایک ہلکے کاسنی رنگ کی میکسی لگاتے ہوئے اشتیاق سے بولی تھی۔

"زرشی تمہیں پتا ہے نا میں اتنے بھاری لباس نہیں پہنتی"
 وہ بے نیاز سی بولی تھی جیسے اسے اپنی بہن جیسی دوست کی شادی کی شاپنگ میں کوئی دلچسپی نا ہو۔

"عنایہ بکو مت تم یہی پہن رہی ہو بس۔۔"

وہ حکم سناتے ہوئے بولی تھی۔۔

جی نہیں تم پہنو تمہاری شادی ہے۔۔ میں کیوں اتنے بھاری بھاری"
"کپڑے پہنوں؟؟"

وہ بھی اسی انداز میں بولی تھی۔

"عناہ میں کہہ رہی ہوں نا تم ولیمے پر یہی پہن رہی ہو۔۔"
زرشالا کا پارہ ہائی ہونے لگا تھا عنایہ نے اب تک اپنے لیے ایک بھی
چیز نہیں لی تھی۔۔

"میرے لیے میرا کرتا کیپری ٹھیک ہے یار"

وہ اس کا موڈ خراب ہوتا دیکھ کر نرم پڑی تھی۔

دیکھو عنایہ اگر تم نے یہ ڈریس نا لیا تو یقین کرو میں اپنے نکاح پر"

"گھر والے کپڑے پہنوں گی بس فیصلہ ہو گیا

وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

اچھا بابا تم نے کیوں سنی کے ہاتھوں میں میرا قتل کروانا ہے۔۔ چلو"

"لے لیتے ہیں

وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"سچی میں"

وہ خوشی سے چہکی تھی۔۔

"نہیں یقین ہو رہا تو کیا میں اپنا ارادہ بدل لوں؟؟"

عنایہ نے شرارت سے کہا تھا۔

"نہیں نہیں۔۔ بھائی جلدی سے یہ پیک کر دیں"

زرشالا سیلز مین کی طرف گھومی تھی عنایہ بھی اسی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی اس بات سے بے خبر کے کوئی ان کی ساری گفتگو بڑے انہماک سے سن چکا ہے۔

"اوہ بھائی تو کہاں کھویا ہوا ہے۔۔؟ اب اپنے لیے بھی کچھ لے لے"

سفیان نے اسے کہیں اور ہی گم پا کر تھپڑ رسید کیا تھا۔۔

"کیا یار تو یہاں بھی تمیز کا مظاہرہ نہیں کر سکتا؟"

زیان اپنا بازو سہلاتے ہوئے بولا تھا۔ وہ کب سے تھوڑی دور کھڑیں

عنایہ اور زرشالا کو دیکھ رہا تھا کہ عنایہ اپنے لیے کونسا ڈریس چوز کرتی

ہے تاکہ وہ بھی اسی مناسبت سے اپنے لیے پینٹ کوٹ لے۔۔ کیوں
کے برات کی ڈریس ان دونوں لڑکیوں نے سرپرائز رکھا ہوا تھا اور
مہندی کے کپڑے پہلے سے تیار ہو چکے تھے۔

نہیں۔۔ اب جلدی کر وہ دونوں بھی شاپنگ کر کے آتی ہی ہوں"
"گیں

سفیان اپنی کلائی پر بندھی گڑھی دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"یار مجھے ہلکے کاسنی رنگ کا پینٹ کوٹ چاہیے"

زیان چمکتی آنکھوں سے مسکرا کر کہہ رہا تھا۔

"پاگل تو نہیں ہو گیا وہ کلر کون پہنتا ہے اپنے بھائی کی شادی پر"

سفیان کو اس کے دماغ کے ہونے پر شبہ ہوا تھا۔

"کوئی نہیں پہنتا تو کیا ہوا میں پہنوں گا"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

پر یار سمجھنے کی کوشش کر ایسے کلرز بہت ریر ہوتے ہیں آسانی سے"

نہیں ملتے اب ہم کہاں سے ڈھونڈیں تیرے لیے ہلکے کاسنی رنگ کا

"پینٹ کوٹ؟؟"

سفیان تنگ آتے ہوئے بولا تھا۔

مجھے نہیں پتا میں نے اگر پینٹ کوٹ پہننا ہے تو ہلکے کاسنی رنگ کا"

"ہی پہننا ہے۔۔ نہیں تو جاؤ نہیں آ رہا میں تیری شادی پر

وہ ہتھے سے اکھڑنے لگا تھا۔

"اچھا بھائی بلیک میلنگ کرنا تو کوئی تجھ سے سیکھے چل اب جلدی کر"

سفیان دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔ اپنی فتح دیکھ کر زیان کے لبوں پر

جاندار مسکراہٹ آئی تھی۔ کوئی دو گھنٹوں کی مشقت کے بعد وہ ہلکے

کاسنی رنگ کے پینٹ کوٹ ڈھونڈنے میں کامیاب ہوئے تھے۔ تھک

کے وہ دونوں بھی شاپنگ مال کے اندر بنے ہوئے چھوٹے سے

ریفریشمنٹ ایریا میں آ گئے۔۔ وہاں بیٹھی ہوئی زرشالا نے انہیں دیکھ کر

ہاتھ ہلایا تھا۔ عنایہ اور زرشالا نے مہندی جیولری اور دیگر چیزیں لے لی

تھیں انہوں نے پوری کوشش کی تھی کہ یہ ان کا مال میں آخری چکڑ

ہو۔ وہ دونوں بھی چلتے ہوئے ان کے پاس ہی بیٹھ گئے تھے۔۔

"چلو دکھاؤ مجھے کیا لیا تم نے اپنے لئے؟"

سفیان زرشالا کے پاس رکھے ہوئے شاپر اٹھانے لگا تھا جب زرشالا نے غصے سے شاپر دوسری جانب رکھ کے اس کے ہاتھ پر زور سے ہاتھ مارا تھا۔

خبردار جو تم نے ایسا سوچا بھی تو۔۔ ہماری ڈریسنگ سرپرائز ہے آئی " سمجھ؟؟؟"

وہ سختی سے بولی تھی

"بہت ظالم ہو تم"

وہ اپنا ہاتھ سہلاتے ہوئے دانت پیس کر بولا تھا۔

"ڈریسنگ تو ہماری بھی سرپرائز ہے"

زیان نے مسکرا کر عنایہ کو دیکھا تھا جو ان سب سے بے نیاز اپنا موبائل

یوز کرنے میں مگن تھی۔ سفیان نے یہ دیکھ کر اس کے ہاتھ سے

موبائل چھینا تھا۔

"جب سب بیٹھے ہوں تو موبائل نہیں یوز کرتے"

سفیان نے سنجیدگی سے کہا تھا پر اس کی آنکھوں میں شرارت عنایہ دیکھ

چکی تھی۔

"سفیان بدتمیزی نہیں کرو میں امپورٹنٹ میل کر رہی ہوں۔۔ دو واپس"
وہ غصے سے بولی تھی۔

"ایسی بھی کیا ضروری میل ہے عنایہ۔۔ میں بھی تو دیکھوں؟؟"
سفیان اس کا موبائل چیک کرنے لگا تھا مگر اس سے پہلے کے وہ کچھ
دیکھ پاتا عنایہ طیش
میں آ کر بولی تھی۔

سفیان تم نے مجھے بہن کہا تھا نا۔۔ اسی رشتے کا واسطہ دے رہی ہوں"
"مت دیکھنا

اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔ اور اس کی آواز رندھ گئی تھی۔۔
جسے ان تینوں نے محسوس کر لیا تھا۔۔

"یہ لو بھئی۔۔ پر کیا ہوا ہے عنایہ تم ٹھیک ہو نا؟؟؟"
سفیان نے پریشانی سے پوچھا تھا۔ زیان بھی تو وہیں تھا مگر پوچھنے کی
ہمت خود میں تلاش نہیں کر پا رہا تھا۔۔ بس یہی سوچ کر خاموش تھا
کے اگر پوچھ بھی لے گا تو کونسا اس ظالم لڑکی نے اس کی بات کا
جواب دینا تھا۔

"کچھ نہیں میں جا رہی ہوں تم لوگوں نے جب آنا ہوا آجانا"

وہ آنکھ کا کنارہ صاف کرتے ہوئے کرسی سے اٹھی تھی۔

"رکو میں بھی چل رہی ہوں تمہارے ساتھ"

سفیان کا اشارہ دیکھ کر زرشالا بھی شاپنگ بیگز اٹھاتے ہوئے اٹھی تھی۔

"سفی تمہیں پتا ہے اسے کیا ہوا؟؟؟"

ان کے جاتے ہی زیان بے چینی سے بولا تھا۔

نہیں یار مجھے کہاں پتا ہونا زرشالی کو اسی لیے ساتھ بھیجا ہے میں نے"

"تو فکر نہیں کر۔"

سفیان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تھا۔ مگر وہ کیسے

فکر نہ کرتا۔ بس اس کی تسلی کے لیے ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"عنایہ کیا بات ہے؟؟؟"

عنایہ کے گھر پہنچتے ہی زرشالا کا ضبط جواب دے بیٹھا تھا۔

"کوئی بات نہیں ہے زرشالی تم پریشان نا ہو"

اس نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

عنایہ مجھ سے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے سچ بتاؤ مجھے جلدی"
"کرو

زرشالا سنجیدگی سے بولی تھی۔

"اچھا بیٹھو تو بتاتی ہوں"

اس وقت جمیلہ ریاض سے ملنے ان کے گھر گئیں ہوئی تھیں اور وہ
دونوں فلوقت اکیلی تھیں۔

عنایہ؟؟؟؟ تم جانتی ہو نا میں تمہاری ان فضول باتوں میں نہیں آنے"
"والی

وہ اسے جتنی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

ہاں پر جو بات میں کہنے والی ہوں مجھے ڈر ہے کہ تم مجھ سے خفا نا"
"ہو جاؤ۔۔

وہ ہتھیلیاں مسلتی ہوئی بولی تھی۔

عنایہ ایسی بھی کیا بات ہے جس کے لیے تمہیں اتنی تمہید باندھنی پڑ"
"رہی ہے اور تمہیں میری خفگی کا ڈر ہے؟؟

وہ تجسس سے بولی تھی۔۔

"میں مال میں بیٹھ کر ایک امپورٹنٹ میل ہی لکھ رہی تھی"

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی وہ ساری بات کیسے زرشکی کو سمجھائے۔۔

"اس سے آگے بھی کچھ بول دو"

زرشکی کا دل چاہا تھا اپنا سر پیٹ لے وہ اب تک اصل بات کی طرف آ ہی نہیں رہی تھی یا شاید آنا نہیں چاہتی تھی۔

زرشکی دراصل مجھے اسلام آباد سے ایک بہت بڑی کمپنی کی طرف سے "جاب کی آفر آئی ہے جسے میں نے قبول کر لیا ہے میں اسی سلسلے میں" میل لکھ رہی تھی۔۔

وہ اس کی چہکتی ہوئی آواز سن کر سمجھ نا پائی تھی کہ کس طرح کا اظہار کرے۔۔ کچھ لمحوں کے لیے تو وہ بالکل خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔

"کب جوائن کرنا ہے تمہیں؟؟"

اس کے چہرے پر کسی بھی قسم کا کوئی تاثر نہیں تھا۔ جسے عنایہ نے بھی محسوس کیا تھا

"تمہارے ولیمے کے اگلے دن۔"

اس نے مختصر سا جواب دیا تھا۔

عناہیہ سچ بتاؤ کیوں کر رہی ہو تم ایسا؟؟؟ تمہیں کیا ضرورت ہے جاب"

"کی اب؟؟؟ جب کے تم خود اتنی بڑی کمپنی کی اونر ہو

زرشالا نے شدت غم سے اسے مکمل طور پر جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"میں اس کمپنی کی اونر نہیں ہوں زرشلی۔۔ وہ صرف زیان ہے"

وہ بھی دکھی ہو کر کہہ رہی تھی۔

"نہیں عنایہ تم کچھ بھی کر لو اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتی۔۔"

وہ اپنی بات پر زور دیتے ہوئے بولی تھی۔

عناہیہ خاموش رہی تھی اس کے پاس کہنے کے لیے۔۔ اپنی بات کی

صفائی کے لیے کچھ نہیں تھا زرشالا ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی۔

سچ تو یہ ہے عنایہ تم زیان سے دور بھاگنا چاہتی ہو۔۔ اس سے بہت"

"دور جانا چاہتی ہو جہاں تمہارا اس سے سامنا نا ہو ہے نا؟؟؟"

زرشالا بڑی سفاکی سے اس کو اصل حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے بولی

تھی۔

ہاں یہی سچ ہے روز اسے خود کے سامنے دیکھ کر میرے زخم پھر سے " ہرے ہو جاتے ہیں۔۔ زرشی کتنا بڑا ظلم ہے نا کہ دکھ دینے والا بغیر کسی احساسِ شرمندگی سے روز آپ کے سامنے یوں برتاؤ کرتا ہو جیسے کچھ ہوا ہی نا ہو۔۔ یقین کرو زرشی بہت تکلیف ہوتی ہے مجھے۔۔ اتنی " کے لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی۔۔۔

وہ آج پھر سے ٹوٹ گئی تھی۔۔ کتنی دشواری سے اس نے یہ فیصلہ کیا تھا وہ اچھے سے جانتی تھی۔۔

تو کیا اس ایک انسان کے لیے تم ہم سب سے دور جا رہی ہو؟؟؟

"ہماری تمہاری نظر میں کوئی اہمیت نہیں؟؟؟

اس کے دور جانے کا احساس زرشی کی آنکھوں کے نم ہونے کا باعث بنا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے میری پیاری دوست"

عناہ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ زرشی کو کیسے ہینڈل کرے۔۔ ابھی اسے

اسی طرح کے کئی امتحانات سے گزرنا تھا۔ اسے ہمت کرنی ہی تھی۔۔

ارے میں ہمیشہ کے لیے تھوڑی جا رہی ہوں ملنے آتی رہا کروں گی"
"نا۔۔"

عنایہ مسکراتے ہوئے اسے منانے کی کوشش کر رہی تھی۔
"عنایہ میں تمہیں اچھے سے جانتی ہوں جب تم ایک دفع فیصلہ کر لیتی"
"ہو تو پیچھے نہیں ہٹتی تم۔۔ جاؤ اب کیا کہہ سکتے ہیں ہم
وہ بے بسی سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔
"ایسی بات نہیں ہے زرشٹی اٹلیسٹ تم تو مجھے سمجھنے کی کوشش کرو"
عنایہ لب کاٹتے ہوئے بولی تھی۔ اکیلے پن کا احساس اسے آج شدت
سے ہوا تھا

"میں سمجھ رہی ہوں اسی لیے کہہ رہی ہوں جاؤ"
کس دل سے زرشٹالا نے بظاہر نارمل انداز میں یہ جملہ کہا تھا صرف
وہی محسوس کر سکتی تھی۔

"تم پکا ناراض تو نہیں ہو؟؟؟"

عنایہ کو اس کے نارمل انداز پر شبہ ہوا تھا۔

"ہاں پکا بھئی"

اس نے مصنوعی قہقہہ لگایا تھا مگر اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔
 صرف زیان کی زیادتی کی وجہ سے اس کی پیاری دوست اس سے دور
 ہو رہی تھی اس ایک انسان کی وجہ سے مگر وہ یہ بھی جانتی تھی کہ
 وہ ایک انسان اس کی دوست کے لیے اس کی کل کائنات تھا۔
 چلو پھر دادا کی طرف میرے ساتھ میں نے سوچا میں دادا اور نانی ماں "
 "سے اکھٹے بات کر لوں گی
 وہ پرسکون ہو کر کہہ رہی تھی۔
 "اوکے چلو"
 وہ کہتے ہوئے گیراج کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"السلام علیکم"

انہوں نے کمرے میں داخل ہو کر اکھٹے سلام کیا تھا۔

"وعلیکم السلام تم دونوں خیر تو ہے"

دادا مسکرائے تھے۔ اس وقت وہ اور جمیلہ ان کے روم میں بستر پر بیٹھے ہوئے تھے اور مریم اور سیمل بھی ان کے بیڈ کے پاس رکھی ہوئیں کرسیوں پر بیٹھی تھیں جب وہ دونوں ان کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

"جی ہاں خیر ہی ہے"

وہ ہنستے ہوئے ان کے پاس آگئیں تھیں اور بیڈ کے دوسرے جانب بیٹھ گئیں تھیں۔

"زرشی شادی سے پہلے سسرال نہیں آتے"
سیمل شرارت سے بولی تھی۔

سسرال سے پہلے یہ میرے بھی دادا کا گھر ہے ویسے بھی سفیان تو"
"اپنے بنگلے میں رہتا ہے نا تو سسرال بھی وہی ہوا۔
زرشی بھی شرارت سے بولی تھی۔

"تمہیں بڑا پتا ہے"

مریم اسے چھیڑ رہی تھیں۔

"آنٹی بندے کو پتا رکھنا چاہیے نا"

وہ شرارت سے بولی تھی۔

"بندے کو تھوڑی شرم بھی رکھنی چاہیے"

عنایہ کی بات پر سب کا قہقہہ گونجا تھا۔

"خیر ہے آپ سب نے یہاں محفل سجائی ہوئی ہے"

سفیان نے آتے ہی دانت نکوستے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں خیر ہے بس ہم نے زرشکی کا دولہا چنچ کر دیا ہے"

سیمل شرارت سے سنجیدہ ہو کر بولی تھی۔

"کیا؟؟؟؟؟؟؟"

سفی دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا تھا۔ اس کے انداز سے وہاں موجود

سب ہنس پڑے تھے۔

"کہہ دو۔۔۔ یہ جھوٹ ہے۔۔۔ پلینز کہہ دو"

وہ کمال کی اداکاری کرتے ہوئے بولا تھا۔

"اوائے ڈرامے باز۔۔۔ بس کر"

مریم اس کے کان پکڑتے ہوئے بولی تھیں۔

"پھپھو سب کے سامنے نہیں بتانا تھا کے میں ڈرامے کر رہا تھا"

وہ رازداری سے مریم کے کان کے قریب ہو کر بولا تھا۔
 ٹھیک ہے اب سب کے سامنے نہیں بتاؤں گی کے تم ڈرامے کر"
 "رہے ہو

وہ جتنا آہستہ بولا تھا مریم اتنی ہی بلند آواز میں بولی تھیں۔ جس پر
 دوبارہ سے سب کے فلک شگاف قہقہے نکلے تھے۔
 "پھپھو"

اس نے خفگی سے انہیں گھورا تھا۔
 "جی میرے بیٹے"

مریم ہنستے ہوئے بولی تھیں۔

"کچھ نہیں"

سب کو ہنستا دیکھ کر وہ بھی ہنس پڑا تھا۔

"یہ زیان کہاں ہے؟ سب یہاں بیٹھے ہیں تو وہ بھی آ جائے"

دادا سنجیدگی سے پوچھ رہے تھے۔

"وہ ذرا اپنے روم میں گیا ہے آتا ہی ہو گا"

سفیان نے بتایا تھا۔

"دادا"

سب کی نظریں عنایہ کی طرف مڑی تھیں جو سنجیدگی سے دادا کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے آپ سب سے اہم بات کرنی ہے۔۔"

وہ ہمت جمع کرتے ہوئے بولی تھی۔

"کہو بیٹا"

جمیلہ نے اسے کہنے کی اجازت دی تھی۔ سب اسی کی طرف متوجہ تھے۔

دراصل مجھے اسلام آباد سے ایک بہت بڑی کمپنی کی طرف سے جاب "کی آفر ہوئی تھی۔۔ اور اسے میں نے قبول کر لیا ہے۔۔"

وہ بڑے کڑے امتحان سے گزر رہی تھی۔ اس کی بات سن کر جہاں

کمرے میں بیٹھے ہوئے تمام افراد کو حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا وہیں

کمرے میں داخل ہوتے زیان کے قدم وہیں تھم گئے تھے وہ کمرے

میں داخل ہی نہیں ہو پایا تھا۔

اسے لگا تھا جیسے کسی نے اس کے اندر سے روح نکال لی ہو۔ اس لڑکی کی ذرا سی سرد مہری اسے اتنی بری طرح سے محسوس ہوتی تھی اور اب اس لڑکی کے دور جانے کا خیال ہی اس کے لیے سوہان روح تھا۔

"بیٹا تمہیں اب جاب کرنے کی کیا ضرورت ہے تمہاری اپنی کمپنی ہے"

ریاض صاحب بولے تھے۔

نہیں دادا وہ میری کمپنی نہیں ہے میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا"

کے مجھے کمپنی کے شیئرز میں سے کچھ بھی نہیں چاہیے۔۔ میں نے آپ کو دل سے اجازت دی تھی کہ آپ بیشک سب کچھ زیان کو دے دیں۔۔"

وہ تحمل سے بولی تھی۔ جب کے باہر کھڑے زیان کو احساس ندامت نے بری طرح گھیر لیا تھا۔

"پر بیٹا۔۔"

دادا میں اپنے قدموں پر کھڑا ہونا چاہتی ہوں میں جاب کرنا چاہتی"

"ہوں۔۔"

اسے فلوقت ان سے اجازت لینے کا یہی بہانہ سوجھا تھا۔

"ٹھیک ہے بیٹا جیسے تمہاری مرضی"

دادا نے بات ختم کرتے ہوئے کہا تھا۔ وہ اسے خفا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔۔۔ دانی کی اولاد ہونے کی وجہ سے وہ ان کی لاڈلی بن گئی تھی۔

"بیٹا اتنی دور جاؤ گی تم۔۔ میں کیسے رہوں گی تمہارے بغیر"

نانی ماں اداس ہو گئیں تھیں۔۔

نانی ماں میں ہمیشہ کے لیے تھوڑی جارہی ہوں جو آپ یوں اداس ہو"

"رہی ہیں۔۔ میں آتی رہا کروں گی"

وہ انہیں اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولی تھی۔

"پکا؟"

"جی جی پکا۔۔"

ان کے معصوم انداز پر وہ ہنس پڑی تھی۔

"اور ہمارا کیا؟؟"

سفیان نے اس کی توجہ اپنی جانب کی تھی۔

"تمہارا کچھ نہیں"

اس نے ہنستے ہوئے اسے چڑایا تھا۔ جس پر سفیان منہ بنا کر بیٹھ گیا تھا۔
 جب کہ اس کے اس طرح ناراض ہونے پر سب مسکرائے تھے۔
 اچھا نا میرے پیارے بھائی میں تم سے ملنے کے لیے زیادہ چکڑ لگایا"
 "کروں گی۔۔"

اس کی بات سن کر وہ بھی مسکرایا تھا۔
 ان سب کو تو وہ منانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔۔ مگر باہر کھڑے
 ایک شخص کی حالت سے وہ انجان ہی تو تھی۔۔

بڑے دنوں کے انتظار کے بعد آج وہ دن آ ہی گیا تھا جس کا سب
 بے صبری سے انتظار کر رہے تھے۔ آج زرشی اور سفیان کے نکاح کا
 دن تھا۔ سب گھر والوں نے مشترکہ طور پر یہ فیصلہ کیا تھا کہ نکاح
 کے بعد ہی مہندی کا فنکشن کر لیا جائے گا۔

نکاح کی تیاریاں ریاض احمد کے گھر کے لان میں کی گئی تھی۔۔ پہلے یہ
 سوچا گیا تھا کہ مہندی کا فنکشن سفیان کے بنگلے کے لان میں رکھا

جائے مگر پھر زرشالا کی اماں کے اعتراض پر ریاض صاحب کے گھر کے لان میں رکھ دیا گیا کیوں کے ان کے نزدیک دلہن کا رخصتی سے پہلے سسرال نہیں جانا چاہیے۔۔

سب تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ ریاض کے گھر کا لان بہت اچھے سے سجایا گیا تھا۔ گھر کے مین دروازے سے لے کر لان کے سینٹر تک سفید کلر کا ریشم کا کپڑا بچھایا گیا تھا۔۔ جہاں یہ کپڑا ختم ہو رہا تھا وہاں پر بڑا سا جھولا رکھا گیا تھا۔ اس جھولے کو بھی رنگ بھرنے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ اور اس کے پیچھے رنگ بھرنے ریشمی کپڑے لٹکے ہوئے تھے جس سے پیچھے کا بیک گراؤنڈ بہت خوبصورت ہو گیا تھا۔ اور اس کے اعتراف میں ٹیبل چیئر سیٹ کی گئیں تھیں۔ قنائیں لگا کر جگہ کو مزید پرکشش بنایا گیا تھا۔ لان کے ہر اعتراف میں پھولوں کے گلدستے سجائے گئے تھے۔ ہر طرف خوشیوں کا سماء تھا۔

عنایہ نے زرشالا کو پالر سے تیار کروا کر وہاں لے کر آنا تھا اس لیے وہ ابھی پالر میں موجود تھی۔

"زرشی ریڈی ہو گئی ہو تو فون کر دوں ڈرائیور کو؟"

وہ اس کو دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں فون نہیں کرنا"

خلاف توقع جواب سن کر اس نے سر اٹھا کر زرشی کو دیکھا تھا جو آج کسی اسپر اسے کم نہیں معلوم ہو رہی تھی۔ سبز رنگ کی فراک کے اوپر سنہرے رنگ کا کام ہوا تھا جو دیکھنے والے کو اپنی طرف متوجہ کر دیتا تھا۔۔۔ اور نیچے سنہرے رنگ کا ہی چوری دار پاجامہ پہنا ہوا تھا۔ سنہری رنگ کے کھسے کے اوپر سبز رنگ کی نفیس کڑھائی کی گئی تھی جس سے اس کی نفاست اور خوبصورتی میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ سر پر اس نے سنہرے رنگ کا خوبصورتی سے حجاب کیا ہوا تھا اور کندھوں پر اپنے لباس سے ہم رنگ ریشمی دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا۔ اس پر ایک تفصیلی نگاہ ڈال کر عنایہ نے اس سے استفسار کیا تھا۔

"کیوں بھئی؟؟"

"کیوں کے میں تو بیشک ریڈی ہو گئی ہوں مگر تم ابھی تک جھلی ہی ہو" زرشی اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟؟؟"

وہ ہونق بنی اسے تک رہی تھی۔

"مطلب یہ کے تم نے کب تیار ہونا ہے لڑکی"

وہ اسے غصے سے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے کیا تیار ہونا ہے یار بس ٹھیک ہوں ایسے ہی"

وہ بے نیازی سے بولی تھی۔

"جی نہیں"

وہ مسلسل اسے گھورتی ہوئی بولی تھی۔ اور ساتھ ہی اس نے بیوٹی

آرٹسٹ کو مخاطب کیا تھا۔

"ایسکیوز می"

"ایس؟؟؟"

وہ پروفیشنل انداز میں مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ ان کو بھی ریڈی کرنا ہے"

زرشی کی بات پر عنایہ کا منہ پورا کھل گیا تھا۔

یس میم ان کی بھی اپائنٹمنٹ ساتھ ہی لی گئی تھی میں کرنے ہی لگی"

"تھی"

وہ ان دونوں کو حیرت میں مبتلا کرتے ہوئے بولی۔۔

"یہ میری اپائنٹمنٹ کس نے کروائی؟؟؟"

وہ حیران ہوتے ہوئے بولی تھی۔

"ظاہر ہے جس نے میری کروائی ہے"

زرشالا شرارت سے بولی تھی۔ یہ سچ تھا کہ بیوٹی آرٹسٹ کی بات سن کر وہ بھی اتنی ہی حیرت میں تھی جتنی کے عنایہ مگر اپائنٹمنٹ کا سن کر اس کا دل خوش ہو گیا تھا۔

"کس نے؟؟؟"

عنایہ نے دل میں آتے ہوئے خیال کو جھٹک کر اس سے پوچھا تھا۔

"ظاہر ہے میرے جیجی نے"

وہ ایک آنکھ دباتے ہوئے شرارت سے بولی تھی۔ خفت سے عنایہ کا

چہرہ لال ہو گیا تھا۔

"بکو مت زرشلی بتاؤ کون؟؟؟"

وہ اپنی خفت چھپاتے ہوئے بولی تھی۔

"زیان نے اور کس نے"

زرشالا کا قہقہہ نکلا تھا۔ جب کہ عنایہ اس کی بات پر کچھ بھی اظہار کرنے سے قاصر تھی کیوں کہ اس کا میک اپ شروع ہو چکا تھا اور بیوٹی آرٹسٹ نے اسے ہلنے اور بولنے سے منع کر دیا تھا۔ وہ بس ان تینوں کی مل کے کی گئی پلاننگ پر ان سب کو شوٹ کرنے کا سوچ کر رہ گئی تھی۔۔۔۔۔

"اٹھ بھی جا زیان تجھے کب سے کہہ رہا ہوں۔"

سفیان اب تنگ آ گیا تھا۔ وہ کب سے زیان کی منتیں کر رہا تھا مگر وہ بھی ایسا ڈھیٹ تھا اٹھنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

یار تو میری حالت نہیں سمجھ رہا۔۔ تو نہیں سمجھ رہا جو بچپن میں کہنے "

"سے پہلے سمجھ جایا کرتا تھا۔

وہ دکھ سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"میں سمجھ رہا ہوں پر ہم کیا کر سکتے ہیں یار"

وہ بھی اس کے قریب بیٹھ کر تھوڑی نرمی سے بولا تھا۔

"تم کر سکتے ہو سنی وہ تمہیں اپنا بھائی مانتی ہے"

وہ اس کی طرف امید سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

ہاں پر میں اس سے اس بارے میں بات نہیں کر سکتا اسے تکلیف ہو"

گی۔۔ مجھے میری بہن بہت عزیز ہے اسے تکلیف دینے کا سوچ بھی

"نہیں سکتا میں

اس کے لہجے میں عنایہ کے لیے محبت اور فکر محسوس ہو رہی تھی۔

ہاں دوست جائے بھار میں اس کی تکلیف کا کیا۔۔ کیا کسی کو بھی"

یہاں میری تکلیف نظر نہیں آ رہی شادی کی تیاریوں میں مگن ہیں

"بس۔۔ کسی کو میری پرواہ نہیں

وہ روٹھ کر اس سے جدا ہو کر بیٹھ گیا تھا۔

تو تجھے کس نے کہا تھا اس لڑکی کو اتنی بڑی بڑی باتیں کہنے کو ہاں؟؟"

"تب تجھے پتا نہیں تھا بعد میں تجھے خود کو ہی کتنی تکلیف ہو گی

سفیان اس پر غصہ ہوا تھا۔

نہیں پتا تھا مجھے۔۔۔ بس۔۔۔ اگر پتا ہوتا تو ضرور خود کو قابو میں " رکھتا۔۔۔ پر اب میں کیا کروں یار۔۔۔ میرا دل میرے قابو میں نہیں رہا۔۔۔ مجھے واقعی اس حجابی لڑکی سے محبت ہو گئی ہے۔۔۔ بہت شدید قسم کی "محبت۔۔۔ میں اس کے بغیر رہنے کا تصور بھی نہیں کرنا چاہتا۔۔۔ وہ بے بسی سے حال دل کہہ رہا تھا۔

زیان دیکھ میری بات سن ہم سب بھی تو بے بس ہیں۔۔۔ تیری " طرح۔۔۔ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔۔۔ وہ تو اس موضوع پر بات بھی نہیں تعالیٰ حال دل سنتا ہے نا۔۔۔ یقین ہے نا تجھے کرنا چاہتی۔۔۔ بیشک اللہ " اس بات پر؟؟

وہ اس سے استفسار کر رہا تھا۔

"بیشک مجھے ہے اس بات پر یقین ہے"

وہ صاف گوئی سے بولا تھا۔

ہاں تو پھر کہہ اس رب کے سامنے جو اسباب بنانے میں ماہر ہے۔۔۔ " میرے یار وہ تو بگڑی بھی بنا دیتا ہے تو تیرا معاملہ اس کے سامنے کیا

ہے۔۔ بس سچے دل سے معافی مانگ اللہ سے اور اپنا سارا حالِ دل اس

"کے سامنے کہہ دے۔۔ اور پرسکون ہو جا

وہ اس کے کندھوں پر ہلکا سا دباؤ ڈال کر چلا گیا تھا۔۔

"خدا کے سامنے حالِ دل"

زیان کچھ سوچتے ہوئے اٹھا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ عشاء کی نماز پڑھ

کے رب سے دعا کرنے میں مصروف تھا۔

۔۔ مجھے آپ کو اپنے دل کی بیقرار کیفیت بتانے کی ضرورت یا اللہ"

نہیں ہے کیوں کہ آپ تو انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں

اور اس کے دل میں کوئی خیال آنے سے پہلے ہی بھامپ لیتے ہیں۔۔

تعالیٰ مجھے اس لڑکی سے سچی مچی والی محبت ہو گئی ہے۔۔ میں جانتا اللہ

ہوں یہ محبت جائز نہیں کیوں کہ یہ ایک نامحرم کی محبت ہے مگر اللہ

تعالیٰ آپ تو دینے والے ہیں راہیں ہموار کرنے والے ہیں۔۔ بس

میری بھی راہ ہموار کر دیں۔۔ میری محبت کو میرے حق میں جائز بنا

دیں یا اللہ۔۔ جو میرے حق میں بہتر ہے مجھے اس سے نواز دے یا

"رب کریم

دعا کر کے ایک سکون تھا جو اسے اس کے پورے وجود میں محسوس ہو رہا تھا۔ وہ اطمینان سے اٹھ کر ریڈی ہونے لگا تھا نہیں تو سفیان نے اس کی درگت بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑنی تھی۔

"اک نظر کو تیرا انتظار آج بھی ہے"

وہ بیقراری سے بار بار تھوڑا سا دروازہ کھول کر باہر دیکھ رہی تھی۔ اس کی حالت پر زرشالا نے بڑے خوبصورت انداز میں شعر پڑھا تھا مگر عنایہ نے اس کا شعر مکمل ہی نہیں ہونے دیا تھا۔

"کیا ہے۔۔ کسی کو کسی کا انتظار نہیں ہے اچھا۔۔"

وہ اس کی طرف دیکھ کر سختی سے بولی تھی۔

"اب ہم سے نا چھپاؤ عنایہ"

زرشالا اسے چھیڑتے ہوئے بولی تھی۔

"میں کچھ نہیں چھپا رہی زرشالی"

وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولی تھی۔

اس وقت وہ دونوں ریاض کے گھر کے کمرے میں بیٹھی ہوئی تھیں پالر سے آ کر ان دونوں نے یہیں ٹھہرنا مناسب سمجھا تھا۔ کیوں کے یہ کمرہ گھر کے باقی کمروں سے تھوڑا علیحدہ بنا ہوا تھا۔

زرشی کچھ بولنے ہی والی تھی جب مریم آئی تھیں۔

"چلو بچوں باہر مولوی صاحب آگئے ہیں"

مریم انہیں بلانے کے لیے آئی تھیں۔ ان کے ہمراہ سیمل بھی تھی۔

"آئی آپ جائیں ہم آتے ہیں سیمل تم ہمارے ساتھ چلنا"

زرشی نے اٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں زرشہ کوئی کام تو نہیں جو مجھے یوں روک لیا"

سیمل حیران ہوتے ہوئے بولی تھی۔

"نہیں مجھے تم سے کیا کام ہو گا بس کچھ کلئیر کرنا تھا"

وہ بھی مسکرا کر بولی تھی۔

"ہاں؟"

وہ کنفیوز ہو گئی تھی۔

"زرشی جلدی کرو ہم لیٹ ہو رہے ہیں تم بعد میں اپنا کلئیر کر لینا"

عناہ نے ان کی گفتگو میں حصہ ڈالا تھا۔

"تمہارے لیے ہی کرنا ہے"

زرشی اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"کیا؟؟؟"

سیمل اور عنایہ ایک ساتھ بولی تھیں۔

"یہی کے تم دونوں ایک دوسرے کو بلاتے کیوں نہیں؟؟؟"

زرشی نے ان دونوں کو مشکوک نظروں سے دیکھا تھا۔

"ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے"

عناہ نے اسے غلط ثابت کرنا چاہا تھا۔ مگر وہ بھی اپنے نام کی ایک تھی۔

"عناہ آئی ایم ویری ویری سوری۔۔ میری وجہ سے تم اور زیان۔۔"

سیمل شرمندگی سے بولی تھی جب عنایہ نے اس کی بات کاٹی تھی۔

نہیں سیمل تمہیں سوری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔ آؤ ہم"

"لیٹ ہو رہے ہیں

عناہ نے تو بات ہی ختم کر دی تھی۔

مگر پھر بھی اگر تمہارے دل میں ابھی بھی کچھ ہو تو پلیز مجھے معاف " کر دو محبت کی خاطر میں نے غلط قدم اٹھا لیا تھا۔ مگر مجھے جیسے ہی "احساس ہوا میں نے سب سے معافی مانگ لی۔۔

وہ سچے دل سے بولی تھی۔

سیمل میں تم سے بلکل بھی ناراض نہیں ہوں۔۔ بس میں ناجانے " کیوں تم سے بات کرنے سے کترانے لگی تھی خیر اب ایسا نہیں ہو گا "چلو بھئی نہیں تو سفیان نے مولوی لے کر یہاں آ جانا ہے وہ ہنستے ہوئے بولی تھی۔ اس کی بات پر وہ دونوں بھی مسکرائی تھیں۔

"چلو اس لڑکے کا واقعی کوئی اعتبار نہیں"

سیمل بھی ہلکے پھلکے انداز میں بولی تھی۔

خبر دار جو تم دونوں نے اب میرے ہونے والے پتی دیو کی شان "

"میں گستاخی کی تو

زرشی غصے سے بولی تھی۔

"یہ دیکھو نکاح ہونے سے پہلے ہی کیسے اس کا ڈیفنڈ کر رہی ہے محترمہ "

عناویہ نے زرشی کو گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"اس کو لے چلیں نہیں تو سفیان کا پتا ہے نا"

سیمل نے ہنستے ہوئے انہیں یاد کروایا تھا کہ انہیں جانا بھی ہے۔۔

"ہاں"

عنایہ نے یہ کہتے ہوئے زرشلی کے سنہرے حجاب کے اوپر لال رنگ کا خوبصورتی سے بنا ہوا نیٹ کا دوپٹہ اوڑھا دیا تھا۔ اور وہ دونوں اسے لے کر باہر لاؤنج میں لے گئیں تھیں جہاں نکاح ہونا تھا۔

ریاض کے گھر کے لاؤنج کی سیٹنگ نکاح کے لیے بدل دی گئی تھی۔۔ ان کا لاؤنج کافی وسیع تھا اس لیے اس کے بالکل درمیان میں ایک پردہ لگایا گیا تھا۔ وہ پردہ سنہرے رنگ کا تھا اور اس میں سے دوسری جانب کا منظر آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔ کمرے کا ایک حصہ زنانہ لوگوں پر مشتمل تھا جب کے دوسرے حصے میں دولہا سمیت سب مرد تھے۔

عنایہ اور سیمل زرشلی کو لے کر زنانہ حصے میں آگئی تھیں جہاں پر ایک صوفہ سیٹ کیا گیا تھا اور اس کے اطراف میں تھوڑی سی کرسیاں لگائی

گئیں تھیں۔۔ کیوں کے اصل فنکشن تو لان میں ہونا تھا۔ زرشلی صوفہ پر اپنی اماں اور مریم کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔ اس صوفہ کے بالکل ساتھ ہی جمیلہ کے لیے کرسی رکھی گئی تھی۔ عنایہ اور سیمل اس کے بالکل پیچھے کھڑی ہوئی تھیں۔ دوسری جانب بھی ایسے ہی انتظام کیا گیا تھا۔ وہاں رکھے گئے صوفہ پر سفیان براجمان تھا اور اس کی ایک جانب زیان بیٹھا ہوا تھا۔ ان دونوں نے کرتا شلوار پہن رکھی تھیں۔ سفیان نے سنہرے رنگ کے کرتے کے نیچے سفید رنگ کی شلوار پہنی تھی جب کے زیان نے ہلکے چاکلیٹی رنگ کا کرتا پہنا ہوا تھا اور اس کے نیچے سفید شلوار زیب تن کی ہوئی تھی۔ اپنی گردن کے گرد اس نے چاکلیٹی کلر کی ہی چادر کو ایک بل دے کر اوڑھا ہوا تھا۔ جس کے دو لمبے لمبے حصے آگے کی جانب کیے ہوئے تھے۔ سفیان کی دوسری جانب مولوی صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے صوفہ کے بالکل پاس ہی ریاض بھی اپنی ویل چیئر پر بیٹھے ہوئے تھے۔

باقی مہمان پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔

"نکاح شروع کریں اب"

ریاض نے اپنی بھاری آواز میں مولوی صاحب کو مخاطب کیا تھا۔ مولوی صاحب اٹھ کر پردے کے دوسرے جانب گئے تھے۔ اور نکاح کے کلمات پڑھے تھے۔

"زرشالا کیا آپ کو سفیان احمد کے ساتھ یہ نکاح قبول ہے؟" مولوی اور سارے مہمان خصوصاً سفیان اس پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ حیا اور شرم کی وجہ سے اس کے لبوں سے کچھ بھی بولا نہیں جا رہا تھا۔

"ویسے تو صبر نہیں ہو رہا تھا اب پوچھ رہے ہیں تو چپ کر گئی ہے" عنایہ نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا تھا۔

زرشی نے دھیرے سے قبول ہے کہا تھا اور سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔۔۔ مزید دو مرتبہ بولنے پر بھی اس نے یونہی اقرار کیا تھا اور اپنی محبت کو محرم بنا لیا تھا۔ اب مولوی صاحب سفیان کے پاس آئے تھے۔

"سفیان احمد کیا آپ کو زرشالا بنت یوسف سے نکاح قبول ہے؟" اس نے مسکرا کر پردے کی دوسری جانب بیٹھی زرشالا کو دیکھا تھا۔ وہ بھی منتظر نگاہوں سے اسے ہی تک رہی تھی سفی کی اپنی جانب دیکھتا پا

کر اس نے نظریں جھکا لی تھیں۔ سنی تو اس کی اس ادا پر گھائل ہی ہو گیا تھا زیان کے اسے ہلانے پر وہ دوبارہ حال میں آیا تھا۔
 "ہاں قبول ہے"

اس نے مسکراتے ہوئے گہری نظروں سے زرشکی کو دیکھا تھا۔ اس کی آواز اتنی بلند تھی کہ پردے کے اس پار بیٹھی ہوئی زرشکی کو بھی سنائی دی تھی۔ مبارکوں کا شور اٹھا تھا۔ خوشی میں اس نے سب سے پہلے ریاض سے سر پر پیار لیا تھا۔ اور پھر زیان اس کے کس کے گلے لگا تھا۔

"اگر آہستہ بھی بول دیتا تو بھی نکاح ہو ہی جانا تھا یار"

وہ بظاہر مسکراتے ہوئے اس کے کان میں بولا تھا۔

"ہاں پر اس تک نہیں پہنچی تھی پھر آواز"

وہ بھی ڈھٹائی سے مسکرا کر اس کے کان میں گھستے ہوئے بولا تھا۔

"بے شرم"

کہتے ہوئے زیان اس سے دور ہٹا تھا۔۔۔

نکاح کے بعد ان دونوں کو ساتھ لان میں رکھے گئے خوبصورتی سے سجائے ہوئے جھولے پر بیٹھا دیا گیا تھا۔ سب مہمان اپنے میزبانوں سمیت لان میں بیٹھ چکے تھے۔ مہندی کی رسم شروع ہونے والی تھی۔ مٹھائی کی پلیٹ لانے کے لیے عنایہ گھر کے اندر جا رہی تھی جب داخلی دروازے کے تھوڑا سا آگے اسے کسی چیز نے آگے بڑھنے سے روک دیا تھا۔ وہ حیرت سے پیچھے مڑی تھی۔

اس کا دوپٹے کا پلو زیان کی گھڑی کے ساتھ اٹکا ہوا تھا۔ وہ بھی اتنی ہی حیرانگی سے اپنی گھڑی دیکھ رہا تھا۔ اور پھر دونوں نے نظریں اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ ان دونوں نے سارے فنکشن میں اب ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔ زیان کو تو عنایہ کو دیکھ کر اپنا دل سمجھانا مشکل ہو گیا تھا۔ وہ آتشی رنگ کے لہنگے میں ملبوس تھی۔ اور اس کے اوپر اس نے بلیک کلر کی کرتی پہن رکھی تھی جس کی لمبائی بہت چھوٹی بلکل نہیں تھی۔ اس کے ساتھ اس نے بلیک کلر کا ہی حجاب کیا ہوا تھا اور

اپنے کندھوں کے گرد آتشی رنگ کا ریشمی دوپٹہ خاص سٹائل سے لیا ہوا تھا۔ آج خلاف معمول میک اپ میں وہ زیان کو بہت حسین لگی تھی۔ اتنی کے اسے دھیان ہی نہیں رہا تھا کب عنایہ اس کی گھڑی سے اپنا دوپٹہ آزاد کروا کر جا چکی ہے۔۔ وہ بھی اس کے پیچھے لپکا تھا۔ اس وقت گھر میں کوئی بھی نہیں تھا۔ سب لوگ باہر موجود تھے۔ اس نے عنایہ کو کچن میں پایا تھا وہ وہاں سے مٹھائی کی پلیٹ لے رہی تھی۔

"سنو؟"

زیان نے اسے پکارا تھا۔ عنایہ کو اس کی موجودگی پر شدید حیرت ہوئی تھی۔ باہر لاؤڈ میوزک لگا ہوا تھا اس لیے ان کی آوازیں باہر نہیں جا سکتیں تھیں۔

"کہو"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی وہیں رک گئی تھی۔ زیان کی طرف اس کی پشت تھی۔

"مولوی صاحب ادھر ہی ہیں ابھی"

اس کی بات پر وہ مڑی تھی اور نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

"تو؟؟؟"

"نکاح کرنا ہے؟؟؟"

عناویہ کو اس کی بات پر شدید جھٹکا لگا تھا۔

"کس نے؟"

وہ الٹا اس سے سوال کر رہی تھی۔

"میں نے"

وہ مسکراتے ہوئے دو قدم اس کے قریب آیا تھا۔

"کیوں"

وہ اب بھی کچھ سمجھ نہیں سکی تھی یا سمجھ کر انجان بنی ہوئی تھی۔

"ابھی نہیں کروں گا تو کیا بوڑھا ہو کر کروں گا"

وہ مزید دو قدم آگے بڑھا تھا۔۔۔ لہجے اب بھی دلنشین بنایا ہوا تھا۔ یا

شاید خودی اس لڑکی کو دیکھ کر بن گیا تھا۔

"تو کر لو"

وہ مٹھائی کی پلیٹ لے کر اس کے سائیڈ سے ہو کر گزرنے لگی تھی

جب زیان نے اس کا بازو سختی سے پکڑا تھا۔

"مجھے تم سے کرنا ہے"

وہ اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"یہاں پر بہت سی لڑکیاں موجود ہیں کسی سے بھی کر لو"

وہ کہتے ہوئے جانے لگی تھی مگر مقابل کی گرفت مضبوط تھی۔

"تمہیں کوئی فرق نہیں پڑے گا کیا اگر میں کسی اور سے کر لوں گا تو؟"

وہ بڑی چاہت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"نہیں"

وہ ایک لفظی جواب دے کر اس سے زبردستی اپنا بازو چھڑوا کر چلی گئی

تھی۔۔ اور زیان اس کے لیے تو جیسے وقت ہی تھم گیا تھا۔۔ بے رخی

سہنا اسے عنایہ نے سکھایا تھا۔۔ وہ جو سمجھتا تھا کہ وہ ہر چیز پا سکتا

ہے غلط تھا۔۔ ہر چیز پیسے یا اقتدار سے حاصل نہیں کی جا سکتی۔۔ وہ

اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔۔

مہندی کا فنکشن بخیر و عافیت اختتام پذیر ہو چکا تھا۔ زرشہ کو عنایہ دوبارہ اسی کمرے میں لے آئی تھی جہاں پر وہ نکاح سے پہلے رکی ہوئی تھیں۔ ان کو وہاں ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی جب دروازہ کھٹکھٹایا گیا تھا۔ گھڑی رات کے دو بج رہی تھی۔ وہ دونوں دروازہ اور ٹائم دیکھ کر حیران ہوئی تھیں

"بھلا اس وقت یہاں کون آیا ہو گا"

عنایہ نے سوچتے ہوئے دروازہ کھولا تھا۔

سامنے سفیان صاحب دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے کھڑے ہوئے تھے۔

"تم اس وقت یہاں کیا لینے آئے ہو؟"

عنایہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"لے کے تو کل جاؤں گا ابھی بس ملنے آیا ہوں"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا مطلب"

عنایہ نے الجھن سے اسے دیکھا تھا۔

"مطلب کچھ نہیں۔۔۔ بس تم جاؤ لاؤنج میں دادا بلا رہے ہیں"

وہ اسے کمرے سے زبردستی نکال کے دروازہ بند کر چکا تھا اور عنایہ غصے سے پیر پٹھکتی ہوئی لاؤنج کی جانب بڑھی تھی۔۔ لاؤنج کے دروازے کے ساتھ ہی سیڑھیاں اوپر کی جانب جاتی تھیں۔ اس نے لاؤنج کی طرف ایک قدم رکھنا ہی چاہا تھا جب کسی نے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے سیڑھیوں کی طرف کھینچا تھا۔ اس نے ڈر اور خوف کے ملے جلے تاثرات سے کھینچنے والے کی جانب دیکھا تھا۔

کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ؟ اور یہ کیا بد تمیزی کی ہے تم نے؟

"ابھی؟؟؟"

وہ غصے سے دبی ہوئی آواز میں بولی تھی۔۔ اگر اونچا بولتی تو خاموش گھر میں اس کی آواز کی وجہ سے ارتعاش پیدا ہو جاتا۔۔ زیان نے بھی اسے گھورا تھا۔

لاؤنج میں سارے مہمان مرد سو رہے ہیں تم وہاں کیا لینے جا رہی؟

وہ بھی غصے سے آہستہ آواز میں بولا تھا۔

"مجھے تو سفیان نے کہا کہ لاؤنج میں جاؤں دادا بلا رہے ہیں"

وہ منہ بسورتے ہوئے بولی تھی۔۔ اسے شرمندگی نے گھیر لیا تھا۔ اگر اسے پتا ہوتا کہ وہاں غیر مرد ہیں تو کبھی نا جاتی پر ذرا جو سفیان تھوڑی عقل مندی کا اظہار کر لے۔۔ عنایہ کو بھیجنا ہی تھا کہیں بھی بھیج دیتا پر۔۔ اس سے بعد میں نبٹنے کا سوچ کر عنایہ نے زیان کو دیکھا تھا۔۔ جس نے ابھی تک ایونٹ والے کپڑے تبدیل نہیں کیے تھے اور بلاشبہ وہ اب بھی ویسا ہی فریش لگ رہا تھا۔ بس اس کی آنکھوں میں سرخ لکیریں بہت واضح تھیں۔۔

"سفیان کو تو میں کل دیکھ لوں گا"

وہ غصے سے بولا تھا۔ اور عنایہ کا بازو چھوڑ دیا تھا وہ دونوں اب ایک دو سیڑھیاں اوپر چڑھ کے ایک دوسرے کے روبرو کھڑے ہوئے تھے۔

"جاؤ سو جاؤ تم بھی تھک گئی ہو گی"

وہ اس کی فکر میں بولا تھا۔

میں کیسے جاؤں سفیان وہاں روم میں ہے اور اس نے مجھے نکال کے "

"لاک کر لیا ہے روم"

وہ منہ بناتے ہوئے بولی تھی۔۔ اس کی یہ ادا زیان کو بہت پسند تھی اور عنایہ کا یہ انداز دیکھ کر وہ بے اختیار مسکرایا تھا۔
"اچھا چلو تھوڑا انتظار کر لو"

وہ اپنی مسکراہٹ پر قابو پاتے ہوئے نرمی سے بولا تھا۔ وہ بھی اس سے تھوڑا دور ہو کر وہاں ہی کھڑی ہو گئی تھی۔۔ مگر ایک بار پھر سے اجنبیت کی دیوار ان کے درمیان حائل ہو گئی تھی۔ زیان نے اپنی پاکٹ سے چاکلیٹ نکالی تھی۔ اور اس کا ریپر اتارا تھا اور عنایہ کی طرف بڑھائی تھی۔ عنایہ نے تکلف بلائے طاق رکھتے ہوئے آدھی لے لی تھی۔

زیان کی گھورتی ہوئی نظریں دیکھ کر وہ ہلکا سا مسکرا کر بولی تھی۔۔
"مجھے بہت پسند ہیں"

زیان اس کی بات سن کر مسکرایا تھا۔

"مجھے بھی بہت پسند ہیں"

اس کی بات سن کر وہ دوبارہ چاکلیٹ کھانے لگی تھی۔

"جانتی ہو کیا؟؟؟"

زیان نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا تھا۔ عنایہ نے نظریں اٹھا کر زیان کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"کیا؟"

"تم"

اس کے لہجے سے اس کے جذبات کی شدت عیاں ہو رہی تھی۔ اس کے لہجے کی تپش عنایہ کو اپنے پورے وجود میں محسوس ہوئی تھی۔۔۔ اسے سمجھ نہیں آیا تھا وہ کیا کہے کس قسم کا اظہار کرے۔۔۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ کبھی زیان بھی اسے یوں کہے گا۔۔۔ وہ تو بس گم سم سی کھڑی تھی۔

"کیا ہوا؟؟؟"

زیان بولا تھا۔

وہ بغیر کچھ کہے وہاں سے چلی گئی تھی۔۔۔ زیان بس اسے جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔۔

"تم"

زرشی کو سفیان کو اس کے کمرے میں دیکھ کر عجیب سا احساس ہوا تھا جو اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔

"ہاں اب میں ہی ہوں تمہارا سب کچھ"

سفیان مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ اور دو قدم قریب آیا تھا۔

"ہاں سو تو ہے۔۔۔ پر اس ٹائم تمہارے یہاں پائے جانے کا مقصد؟؟؟"

وہ اسے مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"کچھ نہیں ڈیٹ پے جا رہا تھا سوچا تم سے ملتے ہوئے چلا جاؤں"

سفیان کا دل چاہا تھا اپنا سر پیٹ لے۔۔۔ زرشہ اتنی معصوم تو نا تھی

اسے یہاں آنے کا مقصد سمجھ نا آئے۔۔

"کیا کہا تم نے؟"

وہ غصے سے بولی تھی۔

"ہاں تمہیں بھی تو آسان الفاظ میں بات سمجھ میں نہیں آتی"

وہ بھی اسے گھورتے ہوئے بولا تھا۔

"تم سمجھاتے کب ہو آسان الفاظ میں"

وہ روٹھتے ہوئے بولی تھی۔

افوزر شالا سفیان آج بھی آپ ہم سے لڑیں گیں؟ جانتی ہیں نا آج"

"کتنا خاص دن ہے ہمارا نکاح ہوا ہے آج

وہ اسے پیار سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ زرشالا کو اپنا نام اس کے منہ

سے سن کر بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"نہیں لڑوں گی"

وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔ سفیان نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے

ہاتھوں میں تھامے تھے۔

"سفی"

زرشی نے اسے پکارا تھا۔

"جی زرشالا سفیان"

وہ اسے گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

ہمارا نکاح آج نہیں کل ہوا ہے دیکھو ٹائم بارہ بجے سے اوپر ہو گئے"

"ہوئے ہیں

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے معصوم بنتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

افو اس سے کیا فرق پڑتا ہے کب ہوا ہے بس یہ احساس کتنا"
 خوبصورت ہے نا کے ہمارا نکاح ہو چکا ہے۔۔ ہم ایک دوسرے کے
 "محرم ہیں

سفیان مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ زرش بھی مسکرا دی تھی۔

"تم جانتی ہو؟"

سفیان نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"کیا؟"

میں نے کبھی اپنی حد سے بڑھ کر تم سے اظہار محبت نہیں کیا۔۔ اس"
 کی وجہ یہی تھی کہ میں خود کو خدا کے آگے گناہگار نہیں کرنا چاہتا
 تھا۔۔ پر اب ہم محرم ہیں۔۔ ہمارا ایک دوسرے سے اظہار کرنا اور
 "محبت کرنا جائز ہے

وہ بڑے دھیرے سے کہہ رہا تھا۔۔

ہاں اس لیے تو تم مجھے اچھے لگتے ہو کہ تمہیں اپنی حدود کا بخوبی علم"
 ہے

وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"میں کیا صرف تمہیں اچھا لگتا ہوں؟"

سفی نے اسے گھورا تھا۔

"ہاں تو اور کیا"

زرشی نارمل انداز میں بولی تھی۔

"کیا تمہیں مجھ سے محبت نہیں؟"

وہ بڑی امید سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"ہے نہیں تو کیا ہوا ہو جائے گی"

وہ شرارت سے بولی تھی مگر سفی اس کی یہ شرارت سمجھ نہیں سکا تھا۔

"اوکے چلو تم سو جاؤ"

وہ کہتے ہوئے باہر جانے لگا تھا۔

"سنو؟"

سفی دروازے کے قریب کھڑا تھا جب زرشی نے اسے پکارا تھا۔ وہ

واپس مڑا تھا۔ اس بار زرشی نے اس کی طرف اپنے قدم بڑھائے تھے۔

"جی؟"

سفی نے کہا تھا۔

"مجھے تم سے محبت ہے"

وہ کہہ کر شرما گئی تھی۔ سفیان تو جیسے خوشی سے کھل اٹھا تھا۔ اس کی اس ادا پر وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔

"اوہ زرشئی آئی لو یو سو میچ"

اس نے زرشئی کے ماتھے پر اپنی محبت کی پہلی نشانی سبٹ کی تھی۔ وہ بھی اس قسم کے اظہار پر کھل ہی تو اٹھی تھی۔

"سنو"

زرشئی نے ایک بار پھر اسے پیار سے پکارا تھا۔

"کہو"

سفیان اسی کا منتظر تھا۔

منزل اور بھی کتنی حسین ہو جائے"

میسر اگر ہم کو تیرا ساتھ ہو جائے

قدم بہ قدم گر چلے تو ساتھ میرے

صحرا کی پتی زمیں بھی نخلستاں ہو جائے

نہ کوئی گلہ نا کوئی شکوہ کروں کبھی تم سے

نشانی اک محبت کی اگر تو چھوڑ جائے
 ہمیشہ رہے گی یہ محبت کی ماری ساتھ تیرے
 تیری طرف سے بھی اک بار اظہار محبت ہو جائے
 چھوڑوں گی ساتھ تیرا بس اسی صورت
 "تعلق سانسوں سے ہمارا جو ٹوٹ جائے
 وہ دلنشین انداز میں اسے غزل سنا رہی تھی۔ سفیان تو بس اس کے
 انداز اور لفظوں کی گہرائی میں کھو گیا تھا۔
 "اب جاؤ تم"
 اس کے شوخ ارادے بھامپ کر زرشکی نے اسے دروازے سے باہر
 دھکیلا تھا۔
 "شرم کرو اپنے شوہر کو کمرے سے یوں باہر نکال رہی ہو"
 وہ اسے گھور کر بولا تھا۔
 "اوہ مسٹر اب یہ روز کی کہانی ہو گی"
 اس نے بھی شرارت سے کہہ کر دروازہ بند کر دیا تھا۔

"ہاں تو سیمل تم کس کے ساتھ ہو؟"

عناہ نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔ وہ لوگ اس وقت اکھٹے بیٹھ کر چائے پی رہی تھیں۔ برات کا فنکشن رات کا تھا۔ کل رات دیر تک جاگنے کی وجہ سے وہ صبح بہت دیر سے اٹھی تھیں اس لیے ناشتہ کرنے کے بعد وہ سکون سے چائے پینے میں مگن تھیں۔

ظاہر ہے آج تو میں تم لوگوں کے ساتھ ہوں۔۔ لڑکی والوں کے "

"ساتھ"

سیمل ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"کیوں بھئی کوئی خاص بات؟"

زرشی نے اپنا کپ ٹیبل پر رکھا تھا۔

"ہاں نا آج کمائی ادھر زیادہ ہونی ہے"

وہ شرارت سے بولی تھی۔

"اوہ چالاک لڑکی کمائی کے لیے ہمارے ساتھ آئی ہو"

عناویہ نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

ہاں پر مجھے سمجھ نہیں آ رہا ویلکم میں دوہے اور دوہے کے بھائی کے

لیے کچھ خاص ہونا چاہیے کیا کروں۔۔ تم دونوں ہی کوئی آئیڈیا دے

"دو"

اس نے اپنی پریشانی انہیں بتائی تھی۔

اس کے لیے تو تم عناویہ سے رابطہ کرو یہ ایسا آئیڈیا دے گی کے

"زیان تمہیں ہال سے ہی باہر چھوڑ آئے گا

زرشی نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔ ان دونوں کے بھی قہقہوں کے فوارے

چھوٹے تھے۔

بس پھر فیصلہ ہو گیا تم ہی مجھے بتا رہی ہو زیان کا ویلکم کیسا ہونا"

"چاہیے"

سیمل عناویہ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

مگر پھر باقی رسموں میں تمہیں اچھا خاصا لوس ہو گا اگر تم نے زیان"

"سے کوئی پزگا لیا تو

عناہ نے اسے وارن کیا تھا۔

"کوئی فکر نہیں مجھے وہ تو میں سفیان سے نکلوا ہی لوں گی"

سیمل مسکرا کر بولی تھی۔

ویسے ویلکم دولہے کا ہونا چاہیے تم لوگ زیان کے ویلکم کا سوچ رہے"

"ہو"

زرشی نے کہا تھا۔

اوہ ہو عنایہ کہیں سے جلنے کی سمیل نہیں آ رہی۔۔ تم نے چولہے پر"

"کچھ رکھا تو نہیں تھا؟؟؟"

سیمل شرارت سے بولی تھی۔

"نہیں نہیں پر شاید زرشہ نے ضرور رکھا تھا"

عناہ نے بھی شرارت سے کہا تھا۔

"دفع ہو جاؤ تم دونوں"

وہ غصے سے بولی تھی

"اچھا تو اب ایسے کہو گی ہمیں"

عناہ نے ایموشنل ہونے کی پوری کوشش کی تھی۔

ہاں اب شادی شدہ عورت بن گئی ہے۔۔ ہم کنواروں کو کہاں منہ"
"لگائے گی

سیمل بھی عنایہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بولی تھی۔

"ہو۔۔۔۔۔ اب عورت تو نا کہو"

وہ منہ بسورتے ہوئے بولی تھی۔

"جس کی شادی ہو جائے وہ عورت ہی ہوتی ہے زرشہ"

عنایہ نے اسے حقیقت بتائی تھی۔

"نہیں ایسا نہیں ہو سکتا"

وہ صدمے سے بولی تھی۔

"ایسا ہو چکا ہے"

وہ دونوں ایک ساتھ اونچی آواز میں بولی تھیں۔

"اماں"

وہ روتی شکل بناتے ہوئے اپنی اماں کے پاس جانے کو بھاگی تھی۔ پیچھے

سے ان دونوں کے قہقہے گونجے تھے۔

تو تو جانتا ہے نا میرے دل کی حالت۔۔ میں نے کس دل سے یا اللہ"

اپنے سب اپنوں سے دور جانے کا اتنا بڑا فیصلہ کیا ہے تو اس سے بلکل بھی بے خبر نہیں ہے۔۔۔ یہ میرے لیے بڑا تکلیف دہ مرحلہ ہے۔۔ یا مجھے ہمت دے میں کر سکوں جو میں نے فیصلہ کیا ہے۔۔ اور اللہ اللہ تعالیٰ پلیز مجھے زیان کے معاملے میں بھی صبر دے دے۔۔ مجھے

"۔۔ آزمائش پر پورا اترنے کی توفیق دے یا اللہ

اپنے رب سے دل کی باتیں کرتے ہوئے اس کی آنکھیں اشکبار ہو چکی تھیں مگر وہ اس سے بلکل بے خبر مگن انداز میں دعا مانگنے میں مشغول تھی۔

"عناہ کیا ہوا کیوں رو رہی ہو؟"

زرشی نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے اس کا کندھا ہلایا تھا۔ وہ عنایہ کو پالر جانے کے لیے بلانے آئی تھی جب اس نظر عنایہ کے آنسوؤں سے تر چہرے پر پڑی تھی۔

"نہیں تو"

عناہیہ نے جلدی سے چہرہ صاف کیا تھا۔

"مجھ سے چھپاؤ گی تم؟؟"

زرشی نے بڑے مان سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

زرشی مجھ سے تم سب سے دور نہیں رہا جائے گا۔۔ یہ میرے لیے"

"بہت مشکل ہے"

وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"تو تم مت جاؤ نا عنایہ"

وہ اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولی تھی۔

پر میرا جانا ضروری ہے۔۔ یہاں رہوں گی تو تکلیف میں ہی رہوں"

"گی۔۔"

وہ اس کے کندھے پر سر رکھتے ہوئے بولی تھی۔

"عناہیہ کیا تم زیان کی وجہ سے یہ کہہ رہی ہو؟"

زرشی نے پوچھا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم"

عنایہ نے اسی پوزیشن میں جواب دیا تھا۔
 تو تم خود جا کر اسے کیوں نہیں کہہ دیتی کے تمہیں اس سے محبت ہے"

زرشی نے اسے مشورہ دیا تھا۔
 نہیں میں اس کی دوسری ترجیح کبھی نہیں بنوں گی۔۔ تم جانتی ہو نا"
 "اس نے سیمیل سے شادی کے لیے ہاں بھی کر دی تھی۔
 اس کے وجود میں پھر درد سے ٹیس اٹھی تھی۔
 "پر عنایہ تمہیں تو پتا بھی نہیں کے۔۔"

اس کی بات ختم نہیں ہو پائی تھی کیوں کے سیمیل نے آ کر انہیں کہا تھا۔

اوہ اپنا یارانہ بعد کے لیے رکھ لو تم دونوں جلدی چلو پار کا ٹائم ہو"
 "رہا ہے"

"ہاں آ رہے ہیں"

عنایہ نے اٹھ کر جائے نماز کو تہ لگائی تھی۔۔
 زرشہ بھی بس بے بسی سے اسے کچھ بھی بتا نہیں سکی تھی۔

"جلدی کرو وہ آ رہے ہیں"

سیمل نے عنایہ کو کہا تھا۔ جو اس وقت کاغذ کو مڑوڑ کر چھوٹے چھوٹے گیند کی شکل دے رہی تھی۔ انہوں نے ایک میڈیم سائز کی ٹوکری بھر کے ایسے گیند بنا کے رکھ لیے تھے۔

"ریڈی ہیں؟؟"

زرشی نے ان دونوں کی کاروائی دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ وہ تینوں اس وقت برائیل روم میں موجود تھیں باہر سے ڈھول کی آواز کی وجہ سے وہ لوگ جان گئیں تھیں کے برات آچکی ہے۔

"ہاں۔۔"

سیمل بھاگ کر وہ ٹوکری لے گئی تھی۔ عنایہ اس کی پھرتی پر ہنس پڑی تھی۔

"تم نہیں جا رہی؟"

زرشی نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"ہاں نہیں جا رہی"

عنایہ نے اس سے نظریں پھیر لی تھیں۔ وہ زرشی سے نظریں نہیں ملا
پا رہی تھی۔

"پر عنایہ ساری محنت تم نے کی ہے اور تم نے سیمبل کو بھیج دیا"

زرشی نے اسے بے یقینی سے دیکھا تھا۔

"اگر میں جاتی تو تمہیں پتا ہے نا کیا ہوتا"

عنایہ نے اسے دیکھنے کی سکت پیدا کی تھی۔

"کیا ہوتا عنایہ؟؟؟"

وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"زبان کو لگتا کے ہماری خلش ختم ہو گئی ہے اور اب سب نارمل ہے"

وہ اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے بولی تھی۔

"تو اچھا ہو جاتا نا۔۔ تم دونوں کے درمیان بھی سب ٹھیک ہو جاتا"

وہ افسوس سے بولی تھی۔

"نہیں میں ایسا نہیں کرنا چاہتی"

وہ نظریں پھیرتے ہوئے بولی تھی۔

"عناہ تم غلط کر رہی ہو اپنے ساتھ بھی اور اس کے ساتھ بھی"

"میں جانتی ہوں"

اس نے زور سے آنکھیں میچ لی تھیں جیسے کسی بڑی حقیقت سے نظریں چڑھا رہی ہو۔

کیا اس نے سب ٹھیک کرنے کے لیے اب تک ایک بھی قدم نہیں
"بڑھایا؟؟"

زرشی نے اس سے استفسار کیا تھا۔

"بڑھایا تھا۔"

عناہ جب وہ اپنی انا کو کچل کر تم تک آ سکتا ہے تو تم بھی ایک قدم
تو اس کی طرف بڑھاؤ۔۔ ہو سکتا ہے تم دونوں کی خوشیاں بس ایک
"قدم کی مسافت پر ہوں"

وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی تھی۔ پر عناہ نے اس کی بات کا کوئی
جواب نہیں دیا تھا۔

عناہ یاد رکھنا نانی ماں اور ریاض سر کی خوشیاں تم دونوں پر منحصر
"ہیں"

وہ نرمی سے بولی تھی۔

میں جانتی ہوں زرشہ۔۔ خیر میں فوٹو گرافر کو بلاتی ہوں تمہارا علیحدہ"
"فوٹو شوٹ کر لے

وہ بات ختم کرتے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی۔

زیان مسکراتے ہوئے سفیان کے ہمراہ ہال کے اندر داخل ہو رہا تھا۔
جب اس کے اوپر کسی عجیب سی چیز کی برسات ہوئی تھی۔ اس نے
ادھر ادھر دیکھا تھا سب باراتیوں کے اوپر پھول برسائے جا رہے تھے
تو وہ کیا شے تھی جو اس کے اوپر انتہائی فراخ دلی سے پھینکی جا رہی
تھی۔ اس نے وہ چیز پکڑ کے غور سے دیکھا تھا۔ وہ اور کچھ نہیں بلکہ
کاغذ کے چھوٹے چھوٹے گیند تھے۔ اس نے پھینکنے والے کو تلاش کرنا
چاہا تھا۔ اس کے دل میں خوش فہمی پیدا ہوئی تھی کہ شاید اس کے
ساتھ یہ شرارت عنایہ نے کی تھی۔

"ہاں ہیرو آیا مزہ؟؟؟"

سیمل نے آخری کاغذ کا گیند اس کے منہ پر پھینکتے ہوئے پوچھا تھا۔ دل کی ساری خشقمیاں ایک دم سے غائب ہو گئیں تھیں۔ اب وہ باراتیوں سے زرا ہٹ کے کھڑا ہو گیا تھا۔ سیمل بھی اسے چڑانے کے لیے وہاں کھڑی ہوئی تھی۔

"شرم نہیں آتی تمہیں اتنے ہینڈسم بھائی پر یہ پتھر پھینکتے ہوئے" وہ اسے گھور کر بولا تھا۔

"اب اتنے جھوٹ ایک ساتھ تو نہ بولو" وہ شرارت سے بولی تھی۔

"کونسا جھوٹ بولا ہے میں نے لڑکی" زیان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

پہلا یہ کہ تم نے خود کو ہینڈسم کہا دوسرا یہ پتھر نہیں ہیں کاغذ کے "بنائے ہوئے پیارے پیارے پھول ہیں وہ اپنی ہنسی دباتے ہوئے بولی تھی۔

"اب تم بھی جھوٹ بول رہی ہو یہ پھول تو ہر گز نہیں ہیں"

وہ بڑے معصوم انداز میں کہا تھا۔ اس کی شکل دیکھ کر سیمل کی ہنسی نکل گئی تھی۔

"بد تمیز کہیں کی"

وہ بھی ہنستے ہوئے اس کے سر پر چپت لگاتے ہوئے بولا تھا۔ سیمل بھی ہنستے ہوئے بولی تھی۔

"پراؤڈ ٹو بی"

اور ہنستے ہوئے وہاں سے چلی گئی تھی۔

ان دونوں کو یوں ساتھ ہنستے ہوئے دیکھ کر دور کھڑی کب سے ان کو دیکھتے ہوئے عنایہ کے دل کو تکلیف ہوئی تھی۔ پر وہ بھی مسکرا کر درد سہنا سیکھ گئی تھی۔۔۔

"یار یہ دونوں ہماری جان لے کر چھوڑیں گیں"

زیان نے اسٹیج پر شان سے بیٹھے ہوئے سنی کی توجہ سامنے سے آتی ہوئیں عنایہ اور زرشالا کی طرف مبذول کروائی تھی۔ عنایہ نے زرشالی

کا بھاری لہنگا سمجھالا ہوا تھا۔ اور اسے آگے چلنے میں مدد کر رہی تھی۔ اس کی نظر جب ان پر پڑی تو بس دیکھتے ہی رہ گیا تھا۔ سفیان نے مہرون رنگ کی شیروانی پہن رکھی تھی۔ جس پر سنہری رنگ کا ہلکا پھلکا کام کیا گیا تھا۔ اس کی مناسبت سے زرشکی نے بھی مہرون رنگ کا لہنگا زیب تن کیا ہوا تھا اور اس کے لہنگے پر بھی سنہرے رنگ کا ہی کام ہوا تھا جس سے اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا تھا۔ اس نے مہرون رنگ کا ہی حجاب کیا ہوا تھا اور وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔ زیان نے بلیک کلر کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔۔ پاؤں کو پشاوری چپل میں قید کیے وہ پوری محفل میں چھایا ہوا تھا۔ عنایہ نے گلابی رنگ کی قمیض اور بلیک کلر کی کیپری پہن رکھی تھی اس کے نیچے پینسل ہیل پہن کر وہ دنیا تسخیر کرنے کی طاقت رکھتی تھی۔ سر پر گلابی رنگ کا ہی حجاب اوڑھے وہ زیان کے دل کی دنیا میں ہلچل مچا رہی تھی۔ ان دونوں کو یوں دیکھ کر زیان اور سفیان کو لگا تھا جیسا دنیا کا سارا حسن تو ان کی جانب آ رہا تھا۔

"ہاں یار یہ حسین عورتیں واقعی جان لے کر چھوڑیں گیں"

وہ بھی زرشئی کو محویت سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔
 عورت نا کہہ۔۔ نہیں تو انہوں نے موقعے اور وقت کا خیال کیے بغیر"
 "تیری یہاں ہی درگت بنا دینی ہے
 زیان نے عنایا کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔
 "ہاں سہی کہا ہے تو نے"
 وہ اپنی ہنسی دباتے ہوئے بولا تھا۔
 اب وہ دونوں اسٹیج کے قریب پہنچ چکی تھیں۔
 مووی میکر کے کہنے پر سفیان نے زرشلا کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا
 تھا۔ زرشئی نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ سب نے اس
 دلفریب منظر کو دیکھ کر ہونٹنگ کی تھی۔ عنایہ کو ہیل کی وجہ سے اسٹیج
 پر چڑھنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ وہاں موجود ایک کزن
 نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی مدد کرنا چاہی تھی مگر زیان اسی لمحے
 آگے آیا تھا کزن کا ہاتھ جھٹک کر اس نے عنایہ کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
 سنو میرا ہاتھ بھلے ہی تم نا تھا مو مگر کوئی اور تمہارا ہاتھ تھامے یہ مجھ"
 "سے برداشت نہیں ہو گا"

زیان نے اس کے کان کے قریب آکر کہا تھا۔ اس کے لہجے میں محبت ہی محبت تھی۔

وہ بس اس کی بات سن کر سن ہو گئی تھی۔

"عنایہ سیمیل کو بلا لو رسم کریں ہال کا ٹائم کم ہے بیٹا"

مریم کی آواز اسے ہوش میں لائی تھی۔

"جی آئی"

وہ کہتی ہوئی دوبارہ اسٹیج سے اتر گئی تھی اور اس کے بعد وہ دوبارہ اسے ہال میں نظر نہیں آئی تھی۔

"چلو سفیان پیسے نکالو"

سیمیل نے خوبصورتی سے سجا ہوا دودھ کا گلاس پکڑ کے دھڑلے سے کہا تھا۔

"کیوں بھائی؟؟"

سفیان نے اسے گھورتے ہوئے کہا تھا۔

"کیوں کے یہ رسم ہوتی ہے۔۔ نکالو اب بیس ہزار روپے"

وہ اسے وضاحت دیتے ہوئے بولی تھی۔

"ہوتی ہو گی رسم مجھے کیا"

سفیان نے کندھے اچکائے تھے۔ اس کی اس حرکت پر اسٹیج پر موجود

سب لوگ ہنس پڑے تھے۔

"تم شرافت سے پیسے نکال رہے ہو کے نہیں"

وہ دانت پیستے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"بلکل نہیں"

سفیان اسے بتیسی دکھاتے ہوئے بولا تھا۔

یار سفیان ایسی ہی لڑکیاں سگنل پر کھڑے ہو کر مانگ رہی ہوتی ہیں"

"نا"

زیان نے سیمیل کو تنگ کرنے کے لیے کہا تھا۔

"ہاں ساتھ تم جیسے لڑکے بھی مدد کے لیے موجود ہوتے ہیں"

سیمیل نے بھی برابر کا جواب دیا تھا۔ سب لوگ ایل بار پھر سے ہنس

پڑے تھے۔

"اچھا لڑنا بس کرو تم دونوں"

سفیان ان کے درمیان آیا تھا۔

"کہہ تو ایسے رہے ہو جیسے خود صلح کروا رہے ہو"

سیمل نے اس پر بات کی تھی۔

"سفی پیسے دو اسے"

زرشی نے بھی حصہ ڈالا تھا۔

"تم بھی اس کے ساتھ ملی ہوئی ہو"

سفیان نے صدمے سے زرشکی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں چلو نکالو بھی"

زرشی نے ہنسی دباتے ہوئے کہا تھا۔

"پیسے پیسے پیسے"

سب لڑکیوں کی طرف سے شور اٹھا تھا۔

سفیان کو مجبوری میں پیسے نکالنے ہی پڑے تھے مگر وہ پورے بیس ہزار

دے دے اتنا اس کا ظرف نہیں تھا اس نے دس ہزار نکالے تھے۔

پر سب لڑکیوں نے شکر کر کے اتنے لے لیے تھے کیوں کے انہیں
سفیان سے اتنے کی بھی امید نہیں تھی۔ کنجوس کہیں کا

رخصتی کے وقت بڑا آبدیدہ منظر تھا زرشہ اپنی اماں سے لپٹ کے
خوب روئی تھی۔ اسے پھر سفیان کے بنگلے میں روانہ کر دیا گیا تھا۔ اس
کے ساتھ وہاں بنگلے میں مریم اور سیمل تھیں۔ عنایہ ریاض احمد کے
گھر ہی مقیم تھی۔ اسے سر میں بہت درد ہو رہا تھا اس لیے چائے
بنانے کے ارادے سے وہ کچن میں آئی تھی۔ چولہے پر پتیلی رکھتے
ہوئے اس نے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آواز سنی تھی۔ اسے کسی
کی موجودگی کا احساس ہوا تھا اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو زیان کھڑا
اسے ہی تک رہا تھا۔

"کوئی کام تھا؟"

عنایہ نے پہل کی تھی۔

"نہیں"

اس نے ایک لفظی جملہ بولا تھا۔

"تھک گئے ہو؟"

وہ ناجانے کیوں اتنے احمقانہ سوال کر رہی تھی۔

"ہاں"

زیان نے پھر مختصر جواب دیا تھا۔

"چائے پیو گے؟"

وہ جھجک کر بولی تھی۔

"نیکسی اور پوچھ پوچھ"

وہ مسکراتے ہوئے کچن میں ہی رکھے ڈائمنگ ٹیبل کی ایک کرسی کھینچ

کر بیٹھ گیا تھا۔

عناہ مگن انداز میں چائے بنانے میں لگ گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں

چائے تھمانے تک ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

"تم کہاں چلی؟"

اسے اپنی چائے لئے جاتا دیکھ کر زیان نے پوچھا تھا۔

"روم میں"

"تھوڑی دیر کے لیے بھی کیا ہم ساتھ بیٹھ نہیں سکتے؟؟"

وہ بڑے مان سے پوچھ رہا تھا۔ عنایہ کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ وہ اسے انکار نہیں کر پائی تھی اور اس کے ساتھ رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی تھی۔

"کوئی بات کرنی تھی؟"

اس بار پھر اس نے بات کا آغاز کیا تھا۔

"ہاں"

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تھا۔

"کہو؟"

وہ اس کے بات کہنے کی منتظر تھی۔

"تم کیا واقعی اسلام آباد جا رہی ہو؟؟؟"

کہہ دو کے تم کہیں نہیں جا رہی۔۔ تم جانا نہیں چاہتی۔۔ تم بھی میری

طرح مجھ سے دور نہیں رہنا چاہتی۔۔ زیان کے دل نے عنایہ کی منت

کی تھی۔

"ہاں"

اس نے مختصر جواب دے کر سر جھکا لیا تھا۔

"کب؟"

تم کیوں جا رہی ہو؟؟ مجھ سے تمہاری دوری برداشت نہیں ہو پائے گی

اس کے دل نے کہا تھا۔

"کل"

میں اس لیے جا رہی ہوں کیوں کے تم نے کبھی مجھے روکنے کی زحمت

نہیں کی۔۔۔ میں بھی کب تم سے دور رہنے کا سوچ سکتی ہوں۔۔۔

اس نے بھی دل کی بات دل میں ہی رہنے دی تھی۔

"اوکے شب بخیر"

وہ چائے کا کپ سنک میں رکھتے ہوئے چلی گئی تھی۔ اور زیان اسے

روک بھی نہیں پایا تھا۔

سفیان نے کمرے میں داخل ہوتے ساتھ یوں دروازہ بند کیا تھا جیسے

اس کے پیچھے کسی نے گنڈے چھوڑ دیے ہوں۔

"کیا ہوا خیر ہے؟"

زرشی ڈریسنگ ٹیبل کے قریب کھڑی ہوئی تھی۔

ہاں وہ سیمل پھر پیسے مانگنے کے موڈ میں تھی بڑی مشکل سے بچ کے "

"آیا ہوں"

سفیان بھی اس کے قریب چلا آیا تھا۔

"کنجوس"

زرشی اس کی طرف مڑی تھی۔

"اپنے شوہر کو کنجوس کہتے ہوئے تمہیں ذرا بھی شرم نہیں آئی"

وہ اس کے ہاتھ تھام کر بولا تھا۔

"نہیں بلکل بھی نہیں"

وہ پر اعتماد لہجے میں بولی تھی۔

"بد تمیز"

سفیان نے اس کے سر سے اپنا سر ٹکایا تھا۔

"کون تم؟"

وہ بھی آنکھیں بند کرتے ہے بولی تھی۔

"نہیں تم"

سفیان شرارت سے بولا تھا۔

"نہیں ہم دونوں"

وہ بھی مسکرا کر بولی تھی۔ سفیان اسے مسکراتا دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

"سنو"

زرشی نے اسے پکارا تھا۔

"کہو میری پیاری وائف"

وہ پیار سے پیچھے ہو کر اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"عناہ زیان کے درمیان بھی سب ٹھیک کر دو نا تم"

زرشی نے کہا تھا۔

میں کیسے کروں یار؟؟ وہ دونوں اپنی اپنی انا چھوڑنے کو تیار ہی کب"

"ہیں"

سفیان نے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"پر ہمیں پھر بھی کچھ کرنا چاہیے"

وہ ان کے لیے فکر کرتے ہوئے بولی تھی۔

کیا کریں گیں ہم؟؟ پلیز زرشی آج اپنی ویڈنگ نائٹ پے تو ان "

"دونوں کا ذکر چھوڑ دو

وہ اسے خفگی سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

شرم کرو تم مطلبی انسان آج جو ہم دونوں ایک ساتھ یہاں موجود ہیں "

"نا۔۔۔ وہ دونوں نا ہوتے تو آج یہ سب بھی نا ہوتا۔۔

وہ اس سے ناراض ہو کر دور ہو کے کھڑی ہو گئی تھی۔ سفیان مسکرا

کر اس کے دوبارہ قریب آیا تھا۔

تعالیٰ سب ٹھیک کر ان دونوں کی ٹینشن تم نا لو میری جان۔۔ اللہ "

"دیں گیں

وہ اسے یقین دلاتے ہوئے بولا تھا۔

"انشاء اللہ "

وہ مسکرا دی تھی

"انشاء اللہ "

سفیان نے مسکرا کر کہا تھا۔ زرشی اس کے پاس سے جانے لگی تھی جب

سفیان نے اس کا بازو پکڑ کے اس کو ایسا کرنے سے باز رکھا تھا۔

"کیا ہے اب؟"

وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"تم نے تو ویسا اظہار نہیں کیا جیسا میں نے کیا تھا کل"

وہ شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"کر دوں گی کبھی میں بھی"

وہ اس سے اپنا بازو چھڑواتے ہوئے شرما کر بولی تھی۔ پر ایسا کرنے میں

کامیاب نہیں ہو پائی تھی۔

"ابھی کیوں نہیں؟"

وہ اس کے چہرے کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"ابھی ہی سہی پھر آنکھیں بند کرو تم"

اس کے ایسا کہنے پر سفیان خوشی سے کھل اٹھا تھا۔ اور اس نے آنکھیں

بند کر کے چہرہ تھوڑا جھکایا تھا۔

"بازو تو چھوڑو نا"

اس کے پیار سے کہنے پر سفی نے اس کا بازو بھی چھوڑ دیا تھا۔

زرشی پھرتی سے نیچے جھکی تھی اور ہاتھ روم میں جا کر اس نے زور سے دروازہ بند کر لیا تھا۔

"یہ کیا بد تمیزی ہے؟"

"ہاہا بس تم دیکھتے جاؤ یہ تو بس شروعات ہے"

ہاتھ روم کے اندر سے زرشکی کا قہقہہ گونجا تھا۔ سفیان بھی اس کی شرارت پر ہنس دیا تھا۔

"تم باہر آؤ پھر بتاتا ہوں مائے لو"

وہ دل ہی دل میں اس سے مخاطب تھا۔

حالِ دل_ کہوں_ کیسے #

از_ قلم_ زوہا_ آصف #

لاسٹ_ لپیٹسوڈ #

حصہ_ آخری #

ولیمہ_ اسپیشل #

"یہ جو میرے ساتھ آئی تھیں وہ کہاں گئیں؟"

عنایہ نے حیرت سے بیوٹی آرٹسٹ سے پوچھا تھا۔ وہ زرشہ اور سیمبل ساتھ ہی تو آئی تھیں پالر میں تو اب وہ دونوں کہاں چلی گئیں تھیں۔ اس کا میک اپ سب سے آخر میں ہوا تھا اور وہ دونوں اس سے پہلے بالکل تیار ہو کے بیٹھی ہوئی تھیں۔

"وہ تو آپ کا میک اپ سٹارٹ ہوتے ہی چلی گئیں تھیں"

بیوٹی آرٹسٹ شائستگی سے بولی تھی۔

"پر مجھے کیوں نہیں پتا اس بارے میں؟"

وہ حیران ہوتے ہوئے بولی تھی۔

جب آپ کا آئی میک اپ سٹارٹ ہوا تھا تبھی وہ مجھے خاموش رہنے کا

اشارہ کر کے چلی گئیں تھیں۔ شاید آپ کے ساتھ کوئی شرارت کی

"ہے انہوں نے"

وہ مسکراتے ہوئے اسے بتا رہی تھیں۔ غصے سے عنایہ کے چہرے کا

رنگ سرخ ہو گیا تھا۔

"بھلا ایسے بھی کوئی کرتا ہے"

وہ بڑبڑائی تھی۔

"آپ پریشان نا ہوں گھر میں کسی کو کال کر لیں۔"

"تھینک یو"

وہ بمشکل مسکرائی تھی۔ اس نے سفیان کا نمبر ڈائل کیا تھا دو تین بار

ٹرائے کرنے پر بھی اس نے کال رسیو نہیں کی تھی۔ تنگ آ کر اس

نے دادا کو کال ملائی تھی۔

"دادا کہاں ہیں آپ؟"

سلام کے بعد اس نے دادا سے پوچھا تھا۔

میں تو بیٹا ہال میں آ گیا ہوں۔۔ کیا ہوا تم کیوں نہیں آئی اب تک؟"

"زرشالا اور سیمل تو آ گئیں ہوئی ہیں۔"

وہ سنجیدگی سے بولے تھے۔

دادا یہ دونوں مجھے چھوڑ کے ہی آ گئیں ہیں جب کہ ہم اکٹھے آنے"

"والے تھے۔"

وہ پریشانی سے بولی تھیں۔

"چلو تم پریشان نا ہو۔۔ اب تک زیان بھی نہیں آیا تم اسے کال کر لو"
انہوں نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا وہ ہیلو ہیلو کرتی رہ گئی تھی۔

"افو اب مجھے زیان کو کال کرنا پڑے گی"

اس نے خود کلامی کی تھی۔

"میم آپ کو لینے آگئے ہیں"

ساتھ ہی اسے دادا کا میسج موصول ہوا تھا کہ انہوں نے زیان کو اسے لینے کے لیے بھیج دیا ہے۔۔

ایک لڑکی نے آکر اسے اطلاع دی تھی۔ وہ حیرانی سے باہر آئی تھی۔

اس نے وہی ہلکے کاسنی رنگ کی میکسی زیب تن کی ہوئی تھی۔ اس

رنگ کی مناسبت سے ہلکے پھلکے میک اپ میں وہ کوئی اپسرا ہی معلوم

ہوتی تھی سر پر اس نے ہمرنگ حجاب اوڑھا ہوا تھا۔ اور پیروں کو سینڈل

میں قید کیا ہوا تھا۔۔ اس نے باہر دیکھا تو زیان کی گاڑی کھڑی ہوئی

تھی۔ زیان بھی باہر نکال کے گاڑی سے ٹیک لگائے اسی کا منتظر کھڑا

تھا۔ ان دونوں کے درمیان سڑک تھی جسے پار کر کے عنایہ کو اس کی

طرف آنا تھا۔ اس وقت رش نا ہونے کے برابر تھا مگر پھر بھی وہ

احتیاط سے آہستہ آہستہ قدم بڑھاتی اس تک آئی تھی۔ زیان کے لیے یہ لمحہ بہت خوبصورت تھا۔ جس بھی مقصد کے لیے پر عنایہ نے اس کی طرف قدم تو بڑھائے تھے۔ وہ سوچ کر مسکرایا تھا۔

"کیا ہوا کیوں مسکرا رہے ہو یوں؟"

وہ اسے گھور کے بولی تھی۔

"نہیں کچھ نہیں چلیں؟"

اس نے اپنی مسکراہٹ پر فوراً قابو پایا تھا۔

"ہاں"

وہ کہہ کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔ زیان بھی گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا تھا۔ عنایہ نے اب غور کیا تھا کہ زیان نے بھی ہلکے کاسنی رنگ کا پینٹ کوٹ پہن رکھا تھا اور وہ یہ کہنے میں کوئی عار نہیں محسوس نہیں کر رہی تھی کہ وہ آج بہت جاذب لگ رہا تھا۔

"تمہارے کپڑوں کا کلر؟؟؟"

اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ وہ کس طرح اس سے پوچھے۔

"کتنا بڑا اتفاق ہے نا"

ایک گہری مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں کا احاطہ کیا تھا۔
"حسین اتفاق"

وہ بس سوچ کے مسکرا دی تھی۔

"اتر جائیں اب ہال آ گیا ہے"

کافی دیر تک عنایہ کو یوں ہی مسکراتا دیکھ کر وہ بولا تھا۔
"ہاں چلو"

زیان بھی گاڑی سے باہر نکل آیا تھا۔ میکسی نے عنایہ کے ٹخنوں تک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ وہ تنگ نہیں تھی کے اس کا جسم نمایا ہو بلکہ وہ سنڈریلا کی سی فراک کے جیسے تھی۔ آگے سے پھولی ہوئی۔ وہ جیسی بھی تھی عنایہ بھی اسے زیب تن کر کے کسی شہزادی سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ کم از کم زیان کو تو یونہی لگا تھا۔ گاڑی سے اترنے میں اسے مشکل کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہ دیکھ کر زیان اس کی طرف آیا تھا۔ اور اس کی جانب کا دروازہ کھولا تھا۔ زیان نے اپنا ہاتھ عنایہ کی طرف بڑھایا تھا۔ عنایہ نے جھجک کر اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔ زیان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی تھی۔ وہ دونوں قدم با قدم چلتے ہوئے ہال کے

اندر داخل ہوئے تھے۔ پر انہیں اندر داخل ہو کر بہت بڑا شاک لگا تھا۔ اندر نا کوئی بندہ تھا نا بندے کی ذات۔۔ وہ دونوں اس وقت اس وسیع و عریض ہال کے وسط میں آمنے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔

"ہم کسی غلطی میں تو نہیں آگئے؟"

عناویہ پریشانی سے بولی تھی۔ ہال کا دروازہ بھی بند ہو چکا تھا۔ انہیں اپنے پاس کوئی تیسرا شخص نظر نہیں آیا تھا اور اس وقت وہ اس بڑے سے ہال میں تنہا تھے۔

"نہیں تو ہال تو یہی تھا۔ میں سفیان سے پوچھتا ہوں رکو"

زیان بھی اتنا ہی پریشان تھا۔

"ہاں ہیلو؟"

فون کی دوسری جانب سے سفیان کی آواز آئی تھی۔

یار کہاں ہیں سب میں یہاں موجود ہوں پر تم لوگوں میں سے کوئی"

"نظر نہیں آ رہا"

زیان پریشانی سے بولا تھا۔

"تو اکیلا ہے؟"

سفیان بولا تھا۔

"نہیں عنایہ بھی ہے ساتھ"

زیان نے ایک نظر عنایہ کو دیکھا تھا جو سر جھکائے اس کے قریب ہی کھڑی ہوئی تھی۔

"تو بیٹا کس بات کا انتظار کر رہا ہے؟"

سفیان اپنا سر پیٹتے ہوئے بولا تھا۔

"کیا مطلب؟"

زیان الجھا تھا۔

اوہ میرے بھائی باقی باتیں بعد میں سمجھاؤں گا۔ ابھی کے لیے اتنا"

سمجھ لے کے تیرے پاس اس سے زیادہ سنہری موقع نہیں آئے گا

سب سیٹ کرنے کا۔ بس معافی مانگ اس سے اور اپنا حال دل کہہ

"دے"

سفیان نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔ زیان الجھن میں مبتلا کھڑا تھا۔

"کیا ہوا کیا کہا اس نے؟"

عنایہ پریشانی سے اس سے پوچھ رہی تھی۔

زیان کو بس ایک لمحہ لگا تھا یہ سوچنے میں کے اسے اب کیا کرنا ہے۔۔

وہ دو قدم عنایہ کے قریب آیا تھا۔

"کیا ہوا سب ٹھیک ہے؟"

وہ پریشان سی کھڑی تھی۔

"نہیں سب ٹھیک نہیں ہے"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"زیان مجھے ڈراؤ مت"

وہ ڈری ہوئی تھی۔ عجیب وہم اور خدشے اسے ستا رہے تھے۔

"سن لو پھر آج"

زیان نے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ تھامے تھے۔

"زیان۔۔۔ تم"

اس کا اشارہ اس کے ہاتھ تھامنے کی طرف تھا۔ عنایہ نے جھجک کر

اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے آزاد کروانے چاہے تھے مگر زیان کی

گرفت کافی مضبوط تھی۔

عناہ میں ہمیشہ سے سوچتا رہا کہ اپنا حالِ دل سنا دینے میں کوئی "قباحت نہیں ہے۔۔ مگر تم جانتی ہو کہ تمہاری سرد مہری اور بے اعتنائیت نے مجھے کس نتیجے پر لا کھڑا کیا ہے؟؟"

وہ اس کے ہاتھ تھامے ہی اس کی آنکھوں میں براہ راست دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ وہ بھی اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس کے بول دینے کی منتظر تھی۔

"کیا؟"

وہ اٹکتے ہوئے بولی تھی۔

کہ آج کے زمانے میں حالِ دل ان لوگوں کے سامنے ہر گز نہیں "کہنا چاہیے جو آپ کے مخلص جذبات اور احساسات کی قدر نا کرتے ہوں۔ بلکہ حالِ دل کہنے کا صحیح مقام تو رب کی بارگاہ ہے۔۔ وہ آپ ہی تو ہے جس کی سنتا ہے۔۔ آپ کو سمجھتا ہے۔۔ ایک آپ کا اللہ کے سامنے آپ کو کوئی وضاحت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ حالِ دل کہوں کیسے کی جستجو میں میں نے بہت وقت برباد کر دیا اپنا بھی اور کے تمہارا بھی۔۔ مگر پھر پتا ہے تمہیں میں نے بھی حالِ دل اللہ

سامنے سنا دیا تھا اور آج دیکھو اس نے خود سارے راستے ہموار کر دیے
"ہیں آسانیاں ہی آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔"

وہ تو بس گم سم سی کھڑی اس کی باتیں سننے میں محو تھی۔

"کیا مطلب؟ کون سی آسانیاں؟؟"

وہ نا سمجھی سے بولی تھی۔

"ظاہر ہے ہم دونوں کے درمیان تلخیاں دور کرنے میں"

وہ مسکراتا ہوا بولا تھا۔

"ہمارے درمیان کوئی تلخی نہیں ہے"

وہ اس سے اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے بولی تھی۔

ویل۔۔ اب تم جو بھی کہو مگر آج میں اپنا سارا حال دل سنا کر ہی"

"تمہیں جانے دوں گا"

عناویہ بس اسے دیکھ کر رہ گئی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ آزاد کرنے کے

حق میں نہیں تھا۔ اس لیے اس نے بھی خاموشی سے اس کی بات

سننے کو ترجیح دی تھی۔

عنا یہ پہلے میں تمہیں تنگ اس لیے کرتا تھا کہ مجھے تمہیں تنگ " کرنے میں بہت مزہ آتا تھا۔۔۔ مگر آہستہ آہستہ میں نے محسوس کیا کہ میں تنگ تو سیمبل اور زرشہی کو بھی یوں ہی کرتا ہوں مگر تمہیں تنگ کر کے کچھ بدلا بدلا احساس ہوتا ہے۔۔۔ ایک خوشنما احساس۔۔۔ جو میں نے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ مگر خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم تھا کہ ہم دونوں واقعی ہی ایک قریبی رشتے سے جڑے ہوئے ہیں۔۔۔ لیکن آج میں تمہارے سامنے اپنی ساری غلطیاں تسلیم کرتا ہوں۔۔۔ میں نے تم سے بد تمیزی کی اور تمہارے یقین اور مان کو ٹھیس پہنچائی عنایہ میں دل سے تم سے آج معافی مانگتا ہوں۔۔۔ اپنی ساری غلطیوں کی۔۔۔ اور تمہیں اس بات کی گارنٹی دیتا ہوں کہ آئندہ ایسی کوئی غلطی نہیں کروں گا۔۔۔ میں نے سیمبل کے لیے ہاں ضرور کی تھی مگر ہمیشہ اسے بہن ہی سمجھا تھا۔۔۔ اور اس کے لیے ہاں بھی مجبوری کے تحت کی تھی۔۔۔ میں نے سب سے بڑی غلطی یہ کی کہ تمہاری بات کا یقین نہیں کیا اور اگلے دن سیمبل نے خود اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا تھا۔۔۔ اس دن سے لے کر آج تک میں احساس ندامت میں گھرا ہوا

ہوں۔۔۔ تم سے معافی مانگنے کی بہت کوشش کی مگر ہمیشہ تم نے میری
"بات ہی نہیں سنی۔۔۔"

وہ آج سب کچھ کہہ دینا چاہتا تھا۔۔۔ وہ سب کچھ جو وہ کب سے اپنے
دل میں چھپائے بیٹھا تھا۔

"بس؟"

عناویہ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"نہیں ابھی سب سے اہم بات کہنی باقی ہے"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"کہہ دو وہ بھی"

وہ سنجیدگی سے بولی تھی۔

عناویہ دانیال احمد میں زیان بلال احمد ناجانے کب سے تم سے محبت "
کرنے کے جرم میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ بس مجھے اس سے تا عمر رہائی
نہیں چاہیے پر میں یہ ضرور چاہتا ہوں کہ تم میرا مقدمہ لڑو اور میری
"محبت کو میرے حق میں جرم نہیں بلکہ ایک اعزاز بنا دو"

وہ دلنشیں انداز میں بولتا ہوا عنایہ کو دنیا کا سب سے وجیہ مرد لگا تھا۔
 اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا تو وہ بھی اسی سے محبت کرتا تھا۔
 وہ کسی ایک طرفہ محبت کا شکار نہیں تھی بلکہ یہ محبت تو دو طرفہ تھی
 اور بہت مضبوطی سے دونوں کے دلوں میں اپنی جڑیں دل کی گہرائی
 تک مضبوط کر رہی تھی۔

"میں کوئی وکیل نہیں ہوں مسٹر"

وہ شرارت سے کہہ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں شرارت دیکھ کر وہ
 بھی نم آنکھوں سے مسکرایا تھا۔

"اب تم بھی کچھ کہہ دو۔ وکالت نا سہی"

وہ اس کے ہاتھوں کو ابھی تک تھامے کھڑا تھا۔

تو مسٹر زیان بلال احمد صرف تم ہی نہیں میں بھی اس محبت کے جرم"
 میں گرفتار ہوں۔۔ جب میں خود مجرم ہوں تو تمہاری وکالت کیسے
 "کروں؟"

وہ بھی مسکراتے ہوئے بولی تھی۔ آنکھیں اشکوں سے لبریز تھیں۔

"کیا سچ میں؟"

وہ خوش ہوتے ہوئے مسکرا کر بولا تھا۔ اس کی مسکراہٹ عنایہ کو بہت پسند تھی اور زیان کو اس کی حسین گرے آنکھیں۔

ہاں تو پھر کیا خیال ہے سفیان ہم سے ریس میں آگے نکال گیا ہے " اس سے بدلہ لیں؟

"کونسی ریس؟؟ کیسا بدلہ؟؟"

وہ حیران ہوتے ہوئے بولی تھی۔

"بھئی شادی میں "

وہ ہنس کر بولا تھا۔

"تو وہ تو اب نکل گیا آگے۔۔ اب کیا ہو سکتا ہے؟"

عنایہ مسکرا کر بولی تھی۔

"ابھی بھی کچھ نہیں بھگڑا بس تم ایک بار ہاں کہہ دو"

وہ اس کے چہرے پر نظرے جما کر کہہ رہا تھا۔

"ایسا ہے کیا؟"

عنایہ نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔

"جی ہاں"

زیان نے کہا تھا۔

"تو تم بھی سن لو آج۔۔ میری طرف سے ہاں ہے"

وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔۔ اور کہہ کر شرما گئی تھی۔ زیان تو اس لڑکی پر فدا ہی ہو گیا تھا۔ جس کی ہر ادا جان لیوا تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے میں محو تھے جب ایک دم سے ہال کا دروازہ کھلا تھا اور بلند آواز میں میوزک بجنے لگا تھا۔ ہال کے اندر سفیان دادا اور صائم داخل ہوئے تھے۔ اور اک سائیڈ پر کھڑے ہو گئے تھے۔ اگلے ہی لمحے جمیلہ مریم سیمبل اور زرشہ اندر آئی تھیں اور دوسری سائیڈ پر کھڑی جو گئیں تھیں۔ دیگر کزنز بھی ان کے پیچھے کھڑے ہوتے جا رہے تھے۔ لڑکیاں لڑکیوں کے پیچھے اور لڑکے لڑکوں کے پیچھے۔ وہ دونوں اب بھی ہال کے بالکل درمیان میں کھڑے ہوئے تھے۔ اور سب کی نگاہیں ان پر جمی ہوئی تھیں۔ زیان نے اب تک عنایہ کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔ عنایہ نے کئی بار کوشش کی تھی مگر بے سود۔۔ وہ دونوں ابھی بھی حیرت سے ان سب کی انٹری دیکھ رہے تھے جب بلند آواز میں گانا بجنے لگا تھا۔

لے جائیں گیں لے جائیں گیں۔۔

دل والے دلہنیا لے جائیں گیں۔۔۔

رہ جائیں گیں رہ جائیں گیں۔۔

گھر والے دیکھتے رہ جائیں گیں۔۔۔

بس وہ دونوں ہی کھڑے ہوئے تھے اور زرشہ عنایہ کے ساتھ
مسکراتے ہوئے کھڑی ہو گئی تھی۔۔ باقی سب ان کے گرد گھومتے
جھومتے ڈانس کر رہے تھے۔۔ گانے نے بول کے عین مطابق۔۔ وہ
دونوں تو حیرت کی زیادتی کی وجہ سے ساکت کھڑے ہوئے تھے۔
"زیان تمہیں اس سب کا پتا تھا؟"

وہ اس کے کان کے قریب آتے ہوئے تھوڑا اونچی آواز میں بولی تھی
کیوں کہ میوزک کی آواز بہت تیز تھی۔

خدا کی قسم میرے تو فرشتوں کو بھی نہیں پتا تھا کہ یہ لوگ کیا
"پلان کر رہے ہیں۔۔"

زیان نے کہا تھا۔ اک دم سے میوزک بدلا تھا اور گانا تبدیل ہوا تھا۔
دل چوڑی ساڈا ہو گیا۔۔

وے کی کرے کی کرے۔۔۔

نینوں میں کسی کے کھو گیا۔۔

کی کرے کی کرے۔۔۔

ابھی بھی وہ محو حیرت تھے۔۔ نانی ماں۔۔ مریم۔۔ سفیان۔۔ سیمل۔۔

صائم سب ان دونوں کو شرارت سے دیکھتے ہوئے ڈانس کر رہے

تھے۔۔ بس دادا کی ویل چیئر انہوں نے اپنے آگے کر لی تھی۔۔ ایک

بار پھر سے میوزک چلیج کر دیا گیا تھا

دل دیاں گلاں۔۔

کراں گیں نال نال بہ کے۔۔

اکھ نال اکھ نو ملاں کے۔۔

دل دیاں گلاں ہائے۔۔۔

کراں گیں روز روز بہ کے۔۔

سچیاں محبتاں نبھا کے۔۔۔

سفیان نے آ کر زیان کو اپنے ساتھ پکڑ لیا تھا۔۔ وہ بھی ان کے ساتھ

مل کے ان جیسے سٹیپ کر رہا تھا۔۔

ستائے مینو کیوں۔۔۔

دکھائے مینو کیوں۔۔۔

ایویں جھوٹی موٹھی رس کے رسا کے۔۔۔

دل دیاں گلاں ہائے۔۔۔

اب ان سب نے عنایہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ڈانس شروع کر دیا تھا۔ جس پر وہ بس نروس ہو گئی تھی۔۔۔ شرما کر اس نے ایک نظر

زیان کو دیکھا تھا اور سب نے ہوٹنگ شروع کر دی تھی۔۔۔

ابھی بھی ان سب نے بس نہیں کیا تھا۔۔۔ بس جمیلہ اب تھک کے

عنایہ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئیں تھیں جب کے مریم سیمل زیان

سفیان صائم ابھی بھی وہیں لگے ہوئے تھے۔۔۔ زیان کو سفیان اور صائم

نے کس کے پکڑا ہوا تھا وہ چاہ کر بھی ان کی گرفت سے خود کو آزاد

نہیں کر وہ پا رہا تھا۔۔۔ میوزک پھر بدلا تھا۔۔۔ اس بار سیمل نے عنایہ کو

بھی ساتھ گھسیٹا تھا۔ وہ بس نانا کرتی رہ گئی تھی۔ وہ درمیان میں نروس

سی کھڑی تھی جب کہ باقی سب پر فارم کے رہے تھے۔۔۔

مجھ سے دور کہیں نا جا۔۔۔

بس یہیں کہیں رہ جا۔۔

میں تیری دیوانی رے۔۔۔

افسوس تجھے ہے کیا۔۔۔

تیری میری کہانی نئی بن گئی۔۔۔

تو میرا ہو گیا میں تیری ہو گئی۔۔۔

جہاں جائے مجھے تو سنگ لے جا۔۔۔

انہوں نے عنایہ کو زیان کی طرف دھکیل دیا تھا۔۔ یوں کے عنایہ

گھومتی ہوئی زیان کی طرف ہوئی تھی۔۔ زیان نے بھی اس کا ہاتھ تھام

کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا تھا۔۔ ایک بار پھر سے وہ دونوں سب کے

درمیان میں کھڑے ہوئے تھے۔۔

لے جا لے جا رے۔۔۔

لے جا لے جا رے۔۔۔

آخری بولوں کے ساتھ ان سب نے جھک کر بہت ساری داد وصول کی

تھی۔۔

"کمینے انسان تجھے کیسے پتا ہاں ہو گئی ہے؟"

زیان نے اب سفیان کو پکڑا تھا۔ بلکہ اسے دبوچا تھا۔
 "بس بھابھی جوش میں زیادہ ہی اونچا بول گئیں تھیں۔"

وہ شرارت سے بولا تھا۔

"!!! اسفی"

عناہ نے اسے گھورا تھا۔

"اوہ سیمبل یہ صائم یہاں؟"

زیان نے ان سب کی توجہ صائم کی طرف دلوائی تھی۔

جی بھائی مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا اور سب سے سوری کرنے"
 "آ گیا۔

وہ شرمندگی سے بولا تھا۔

"اوہ ڈیٹ از ریلی گریٹ"

زیان مسکراتے ہوئے اس کے گلے لگا تھا۔

یس اینڈ سفیان برو تم نے مجھ کو بتایا نہیں کے تمہاری شادی ہو رہی"
 ہے"

وہ خفگی سے بولا تھا۔۔۔ اسے اردو نہیں آتی تھی اس لیے وہ انگریزی

انداز میں ہی اردو بولتا تھا۔۔۔

"بس دیکھ لو اب تو ہو گئی"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

جی نانی ماں دولہا دلہن فائنلی راضی ہو گئے ہیں تو ہمیں بھی دیر نہیں"

"کرنی چاہیے۔۔۔"

زرشی مسکراتے ہوئے ریاض اور جمیلہ کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔

"بلکل"

جمیلہ مسکرائی تھیں۔ ان دونوں کو خوش دیکھ کر وہ دل سے مطمئن ہو

گئیں تھیں۔۔۔

"ہاں تو بچوں کوئی گلہ شکوہ رہ تو نہیں گیا۔۔۔ بلو لیں قاضی؟؟"

ریاض مسکراتے ہوئے بولے تھے۔۔۔

دادا ہم ابھی بھی بہت حیران ہیں آپ سب نے اتنا بڑا سرپرائز رکھا"

"ہوا تھا ہم سے؟؟ اور ہمیں بھنک بھی نہیں پڑنے دی۔۔۔"

عناہ بولی تھی۔

"بس زندگی میں پہلی دفع کوئی سلجھا ہوا کام کیا ہے"

وہ مسکرائے تھے۔۔

"دادا جان مولوی صاحب حاضر ہیں۔۔"

سفیان نے اعلان کرنے کے سے انداز میں کہا تھا۔۔

چلو بھئی آج اسٹیج پر بیٹھنے کی ذمہ داری تم دونوں کی۔۔ ویسے بھی دو"

"دن سے بیٹھ بیٹھ کے کمر آدھی ہو گئی ہے ہماری

زرشی نے ہنستے ہوئے کہا تھا۔

ان دونوں کو ایک ساتھ اسٹیج پر بیٹھا دیا گیا تھا اور نکاح کے کلمات ادا

کیے گئے تھے۔۔ وہ دونوں اس وقت سب کی آنکھوں کا تارہ بنے ہوئے

تھے۔۔ ان کی جوڑی کے سلامت رہنے کی دعائیں مانگی گئیں تھیں۔۔

نکاح ہو چکا تھا۔۔ عنایہ اور زیان کے لیے یہ لمحے بہت قیمتی تھے۔۔ وہ

کی رضا میں راضی تھے۔۔ جب ہم اپنے سارے معاملات دل سے اللہ

پر چھوڑ دیتے ہیں اور اپنا حال دل صرف اس کی ذات کو سناتے اللہ

یوں ہی ہمارے لیے آسانیاں پیدا کر دیتے ہیں۔۔ بس ہیں نا۔۔ تو اللہ

خودی راہیں ہموار کے دیتے اس کی ذات پر یقین کامل ہونا چاہیے۔۔۔ اللہ
ہیں۔۔۔

"تم تو آج اسلام آباد نہیں جا رہی تھی؟"

زیان نے کمرے میں داخل ہوتے ہی شرارت سے کہا تھا۔

"ہاں جا رہی ہوں"

وہ بیڈ سے اٹھ کر باہر جانے لگی تھی جب زیان نے اس کا بازو پکڑ کر
اسے خود سے قریب کیا تھا۔

"اب جہاں جائیں گیں ہم دونوں ساتھ ہی جائیں گیں مسز زیان احمد"

وہ اس کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے گہری مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے
ہوئے بولا تھا۔۔۔ عنایہ بھی اسے دیکھ کر مسکرا دی تھی۔

ویسے زیان میں نے کبھی نہیں سوچا تھا ہمارا یوں اچانک نکاح ہو جائے"

گا

کچھ دیر بعد وہ بولی تھی۔

اچانک کہاں ان سب نے ناجانے کب سے یہ سب کچھ پلان کیا ہوا"
"تھا

زیان نے اسے ہنستے ہوئے بتایا تھا۔۔ عنایہ کی آنکھیں حیرت سے پھیلی
تھیں۔

"اور ہمیں کانوں کان خبر تک نہیں"

ہاں بلکل بیگم صاحبہ۔۔ تمہیں تو کسی چیز کا دھیان ہی کب ہوتا تھا"
"پچھلے دنوں

وہ اسے چھیڑتے ہوئے بولا تھا۔۔

ہاں تمہارے افیت سے بھرے الفاظ ہر وقت ہر جگہ میرا پیچھا کرتے"
"تھے۔۔

وہ دکھ سے بولی تھی اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں تھیں۔

لڑکی بس اب اور آنسوؤں کی گنجائش نہیں ہے۔۔ مجھے تمہاری گرے"

خوبصورت آنکھیں بہت پسند ہیں۔۔ میں ان میں کبھی بھی میں آنسو

نہیں دیکھنا چاہتا۔۔ مجھے تو یہ ہمیشہ چمکتی ہوئی پسند ہیں۔۔ وہ چمک جو

"بس مجھے دیکھ کر ان میں آتی ہے۔۔۔

وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔ اور اس کی آنکھوں پر اس نے محبت و عقیدت سے لب رکھ دیے تھے۔۔۔

زیان میں کیا کروں مجھے جب بھی وہ یاد آتا ہے خود بخود رو پڑتی "ہوں"

کچھ دیر بعد جب زیان کی حرکت کا اثر ختم ہوا تو وہ بے بسی سے بولی تھی۔۔

میں نے تمہیں کہنے کے بعد ہی اپنے الفاظ کی گہرائی محسوس کر کے "شرمندہ ہو گیا تھا۔ مگر کبھی تم سے معافی مانگنے کی ہمت نہیں کر پایا تھا۔ ہم انسان بھی کتنے عجیب ہوتے ہیں نا۔ ان ذرا سی بات پر دوسرے کی اچھائیوں کو پس پشت ڈال کر اس کی ذات پر کیچر اچھالتے ہیں۔۔"

زیان نے کہا تھا۔

"خیر چھوڑو ان باتوں کو"

عناہ نے مسکرا کر کہا تھا۔

"ہاں چلو محبت بھری باتیں کرتے ہیں آج"

وہ شریر ہوا تھا۔

"کتنوں سے محبت کی ہے اب تک جناب آپ نے؟"

وہ اسے گھورتے ہوئے بولی تھی۔

"عنایہ قسم لے لو تم ہی میری پہلی محبت ہو"

وہ اسے وضاحت دیتے ہوئے بولا تھا۔

"اور آخری کے بارے میں کیا خیال ہے جناب کا؟"

وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی تھی۔

"ویل اس کے بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتے"

وہ شرارت سے بولا تھا۔

"زیان"

وہ بے یقینی سے چیخی تھی۔

"اچھا اچھا مذاق کر رہا تھا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا تھا۔ عنایہ بھی اس کی شرارت جان کے مسکرا دی

تھی۔

"ویسے زیان"

عنایہ نے اسے پکارا تھا۔

"جی میری جان"

اس نے بے پناہ محبت لہجے میں سموئے کہا تھا۔

ان کو کیسے پتا تھا کہ ہاں ہو جانی ہے دیکھو نا کیسے مسہری بھی سجائی "ہوئی ہے"

عنایہ نے اس کی توجہ کمرے کی ڈیکوریشن کی طرف کروائی تھی جسے بلا شبہ بڑی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔

یہ ہم دونوں نے آج ایک دوسرے کو اپنا حال دل سنایا ہے ورنہ باقی "سب گھر والوں کو دونوں کا حال کب سے پتا ہے وہ ہنستے ہوئے اسے آگاہ کر رہا تھا۔

"کیا سچ میں؟"

"ہاں"

وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"اوکے اب ہاتھ تو چھوڑ دو"

عنایہ نے کہا تھا۔

"ہاتھ چھوڑنے کے لیے نہیں تھامے جاتے"

افوزیان میں نے چیلنج کرنا ہے میں بہت تھک گئی ہوں۔۔ تم اپنے"

"ڈائلاگ بعد کے لیے رکھ لو

وہ اس سے اپنے ہاتھ چھڑوانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔۔

"بعد کے لیے ڈائلاگ نہیں کچھ اور ہے مسز زیان احمد"

وہ ذو معنی بات کہہ کر واشروم میں چلا گیا تھا جب کے عنایہ شرمائی

تھی۔۔ عنایہ آگے بڑھ کے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہوئی تھی

اس نے پہلے ہاتھوں پر پہنی ہوئی چوڑیاں اور بریسٹ اتاری تھی۔۔ پھر

ایک ایک کر کے اپنے حجاب کی پنز اتارنے لگی تھی۔۔ اسے دھیان ہی

نہیں رہا کب زیان بھی واشروم سے نکل آیا ہے اور اسے ہی محویت

اور محبت سے تکی جا رہا ہے۔۔ ایک آخری پن اتارنے کی دیر تھی عنایہ

کی خوبصورت ہلکے براؤن بالوں کی آبشار اس کی کمر پر گرمی تھی۔۔ اس

کے بال دیکھنے میں ہی بالکل سیدھے اور ملائم تھے۔ زیان نے پہلی مرتبہ

اس کے بال دیکھے تھے۔۔ وہ تو بس جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہ گیا

تھا۔۔

"کیا ہوا؟"

عنایہ نے شیشے میں زیان کا عکس دیکھتے ہوئے کہا تھا۔۔۔ زیان اس کے قریب چلا آیا تھا

"تم تو میرے تصور سے بھی زیادہ حسین ہو"

وہ خمار لہجے میں بولا تھا۔ عنایہ وہیں ٹکی رہی تھی۔

جانتی ہو میں اکثر سوچا کرتا تھا کہ تم حجاب کے بغیر کیسی لگتی ہو"

گی۔۔۔ پر آج میں نے جب دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔۔۔ واقعی عنایہ تم

نے تمہیں بڑی فرصت سے بنایا ہو گا۔۔۔ بہت انمول لڑکی ہو۔۔۔ اللہ

"بڑے پیار سے۔۔"

وہ اسے پیار سے دیکھتے ہوئے بولا تھا۔ اور بات مکمل کر کے اس نے

عنایہ کو اپنی طرف موڑ کر اس کے ماتھے پر مہر محبت سبٹ کی تھی۔۔

وہ تو خوشی سے سرشار ہی ہو گئی تھی۔۔

"زیان آئی لو یو"

وہ اظہار کر کے شرما کر اس کے سینے سے لگ گئی تھی۔۔ زیان نے
مسکرا کر اس حسین لڑکی کو دیکھا تھا۔۔ جو پہلے اس کی کمزوری تھی مگر
اب طاقت بن گئی تھی۔۔

"آئی لو یو ٹو ہنی"

اس نے بھی مسکرا کر اسے اپنی محبت بھری بانہوں کے حصار میں لے
لیا تھا۔۔۔

محبت کی کہانیاں یہیں پے ختم ہیں
دو دل مل کر شروع کرتے سفر ہیں
کئی زخم کھا کے کئی روگ لے کے
ملتا اسے ہے جو سہتے ہر ستم ہیں
بنا کچھ بولے لبوں کو کھولے
حالِ دل کو وہ جان لیتے ہیں
نیا دور چلتا ہے تب جا کر کہیں
اسیر محبت کو جب آزما لیتے ہیں
فضا جھوم جائے بلبل گیت گائیں

شکرانے رحمت کی آئیں گھڑیاں ہیں
رگوں میں چاہتیں جب رواں ہو جاتی ہیں
کہانی کے سبھی کردار امر ہو جاتے ہیں
(از عائشہ گل)

ختم شد



ہر کہانی کی طرح اس ناول میں بھی کئی سینز اور باتیں آپ کو یوں لگی ہوں گیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔۔۔ پر میرے خیال سے ناولز کی دنیا ہی ایک ایسی دنیا ہوتی ہے جہاں انسان اپنی حقیقی زندگی کی تلخیوں کو کچھ دیر تک فراموش کر دیتا ہے۔۔۔ اور ناول کے کرداروں کے ساتھ ہنستا ہے۔۔۔ مسکراتا ہے۔۔۔ رو بھی پڑتا ہے۔۔۔ بعض دفعہ اسے کرداروں پر غصہ بھی آتا ہے۔۔۔ پر آخر میں اچھا ناول ختم کرنے پر اداس ہو جاتا ہے۔۔۔ اگر میری کسی بھی بات سے آپ کے دل کو ٹھیس پہنچی ہو تو میں معصرت کرتی ہوں۔۔۔

آپ سے پھر ملیں گیں ایک نئی کہانی کے ساتھ ایک نئے سفر پر۔۔۔

تب تک کے لیے خوش رہیں۔۔۔ مجھے اپنی دعاؤں میں ضرور یاد

رکھیے گا ❤️❤️

زوہا آصف

Fb @zohaasifnovels

Insta @zoha_asif_novels

Wattpad @zohaasif_novels

نوٹ

حال دل کہوں کیسے از زوہا آصف پڑھنے کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔
 نظر ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی
 غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایر میگزین)